اولاد کی اسلامی تربیت

تالیف

محمد انور محمد قاسم السلفی

ناشر

احیاء ملٹی میڈیا ممبئی

اولاد کی اسلامی تربیت

تالیف

محمد انور محمد قاسم السّلفی

ناشر

أحیاء ملٹی میڈیا ممبئ

اشکہائے بے قرار ازمن پذیر

والد محترم جناب محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ

متوفی ۱۳/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ مطابق 8 اپریل 2001

کے نام کہ

فضلِ الٰہی کے بعد، جن کی حُسنِ تربیت اور دُعاہائے نیم شب نے مجھ حقیر کو اس کتاب کی تالیف کا لائق بنایا۔

"اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلَہٗ وَارۡحَمۡہُ وَعَافِہٖ وَاعۡفُ عَنۡہُ وَاَکۡرِمۡ نُزُلَہٗ وَوَسِّعۡ مُدۡخَلَہٗ وَاغۡسِلۡہُ بِالۡمَاءِ وَالثَّلۡجِ وَالۡبَرَدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الۡخَطَایَا کَمَا نَقَّیۡتَ الثَّوۡبَ الأبۡیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبۡدِلۡہُ دَارًا خَیۡرًا مِنۡ دَارِہٖ وَاَھۡلاً خَیۡرًا مِنۡ اَھۡلِہٖ وَزَوۡجًا خَیۡرًا مِنۡ زَوۡجِہٖ وَ اَدۡخِلۡہُ الۡجَنَّۃَ وَاَعِذۡہُ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ وَمِنۡ عَذَابِ النَّارِ۔" (مسلم)

"الٰہا! تو ان کے گناہ بخش دے اور ان پر رحم کر اور ان کو عافیت دے اور ان کو معاف کر دے اور ان کی اچھی مہمانی کر اور ان کی قبر کو وسیع کر دے اور ان (کے گناہوں) کو (بخشش کے) پانی، برف اور اَولوں سے دھو دے اور ان کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جیسا کہ سفید کپڑے کو تو میل سے صاف کرتا ہے اور ان کو ان کے دنیا کے گھر سے بہتر گھر اور ان کے یہاں کے لوگوں سے بہتر لوگ اور ان کے یہاں کے جوڑے سے بہتر جوڑا وہاں (آخرت میں) عطا کر اور ان کو بہشت میں داخل کر اور انہیں قبر اور جہنم کے عذاب سے پناہ دے۔"

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مؤلّف

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ الطیبین وأصحابہ الطاہرین ومن تبعہم بإحسان إلی یوم الدین .أمّا بعد :

اولاد انسان کے دل کا پھل ، آنکھوں کا نور اور دل کا سُرور ہوتی ہے ، انسان اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد اپنی اولاد کے لئے ہی جیتا ہے .ایک مومن اور مسلمان ہروقت نیک اولاد کے لئے دعائیں کرتا رہتا ہے :

﴿ رَبِّ هَبُ لِیُ مِنَ الصَّالِحِیُنِ﴾ (الصافّات : ۱۰۰) ترجمہ : اے میرے رب ! مجھے نیک اولاد عطا کر .﴿رَبَّنَا هَبُ لَنَا مِنُ اَزُوَاجِنَا وَذُرِّیَّتِنَا قُرَّةَ اَعُیُنٍ وَّاجُعَلُنَا لِلُمُتَّقِیُنَ اِمَامًا ﴾(الفرقان :۷۴)ترجمہ : اے ہمارے رب ! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنادے ۔

اور انہیں نماز وروزہ کا پابند اور سچّا مسلمان بنانے کی مقدور بھر کوشش کرتا ہے ، اولاد جب نیک ہوتی ہے تو واقعی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب ونظر کی تسکین وراحت کا سبب بنتی ہے ،اولاد کی نیکیوں کا صلہ والدین کو دنیا میں نیک شہرت اور وفات کے بعد صدقہ ء جاریہ کی شکل میں ملتا رہتا ہے ۔

لیکن اولاد جب بگڑ جائے تو دل کے لئے ناسُور بن جاتی ہے اور ان کی بد اعمالیاں والدین کے چین وسکون کو غارت کردیتی بلکہ بسا اوقات خود والدین کے لئے

ندامت ورُسوائی کا باعث بن جاتی ہیں ، حضرت نوح علیہ الصلٰوۃ والسلام کی مثال موجود ہے جب انہوں نے اپنے کافر لڑکے کنعان کی غرق یابی کے وقت اللہ تعالی سے اسے بچانے کی فریاد کی ، لیکن اللہ تعالی نے یہ کہتے ہوئے اس سفارش سے منع کر دیا : ﴿قَالَ یٰنُوُحُ اِنَّهٗ لَیُسَ مِنُ اَهُلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیُرُ صَالِحٍ فَلَا تَسُئَلُنِ مَا لَیُسَ لَكَ بِهٖ عِلُمٌ اِنِّیٓ اَعِظُكَ اَنُ تَكُوُنَ مِنَ الُجَاهِلِیُنَ ﴾ (هود : ۴۶) ترجمہ : فرمایا : اے نوح ! یہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے ، وہ تو مجسّم بدعمل ہے ، تو اس بات کا مجھ سے سوال نہ کر جس کی حقیقت تو نہیں جانتا ، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں سے نہ ہوجا ۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اولاد کو کہیں آزمائش قرار دیا اور کہیں دشمن کہتے ہوئے ان سے چوکنّا رہنے کی ہدایت کی ہے ۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے : ﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیُنَ آمَنُوٓا اِنَّ مِنُ اَزُوَاجِكُمُ وَاَوُلَادِكُمُ عَدُوًّا لَّكُمُ فَاحُذَرُوُهُمُ ﴾ ترجمہ : اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں ، ان سے چوکنّا رہو. ﴿ اِنَّمَآ اَمُوَالُكُمُ وَاَوُلَادُكُمُ فِتُنَةٌ ﴾(طلاق :۱۴/ ۱۵) تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں ۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بچے والدین کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ امانت ہیں ،اور یہ اپنی فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتے ہیں ، انہیں نکوکار یا بدکار ، مومن یا کافر ، صالح یا فاسق وفاجر بنانے میں والدین کا سب سے بڑا کردار ہوتا ہے ، اسی لئے مربیء انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''**ما من مولود إلاّ یولد علی الفطرة ، فأبواہ یہودانہ أو ینصّرانہ أو یمجسّانہ**،، (متفق علیہ) ہر

بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے ، اس کے والدین اسے یہودی ، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں ۔

اس حدیث میں بچوں کو ایک ایسا کورا کاغذ بتایا گیا ہے کہ جس پر جونقش ڈالا جائے وہ ثبت ہوجاتا ہے ، اب یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کے لئے کونسا رُخ اپناتے ہیں ؟ ان معصوموں کی جسمانی تربیت کے ساتھ روحانی اور مذہبی تربیت کی جائے تو آگے چل کر ان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ ساتھ والدین کے بھی مطیع وفرماں بردار ہوں گے ۔

لیکن مصیبت یہ ہے کہ تربیت کا مفہوم عام لوگوں نے یہی سمجھ لیا ہے کہ بچوں کی جسمانی تندرستی کی طرف توجہ دی جائے ،انہیں اچھی غذا اور رہائش مہیّا کی جائے ، جس کی وجہ سے انسان چاہتا ہے کہ ہر طرح کی مصیبت خود جھیل لوں لیکن میری اولاد پر مصیبت کا سایہ بھی نہ پڑے ، وہ خود کُھر دُرا لباس پہنتا ہے لیکن اپنی اولاد کو نفیس کپڑا پہنانے کی کوشش کرتا ہے ،موٹا جھوٹا خود کھاتا ہے لیکن اپنے بچوں کو بہتر سے بہتر غذا کھلاتا ہے ۔

لیکن والدین کی اس قربانی کا نتیجہ اکثر وہ نہیں نکلتا جو نکلنا چاہئے ، والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کا لڑکا نیک ، فرمان بردار ، محنتی ، جفاکش اور ان کے بڑھاپے کی لاٹھی اور سہارا بنے ، لیکن افسوس کہ بہت کم ایسے خوش نصیب والدین ہیں جنہیں یہ سعادت حاصل ہوتی ہے ، اکثر ماں باپ اپنے بچوں کی جوانی اور اپنے بڑھاپے میں اولاد کی جانب سے لاپرواہی ، نافرمانی ، انحراف ، بدسلوکی اور ایذا رسانی کا شکار ہوجاتے ہیں ۔ بقولِ شاعر :

ماؤں نے جن کو خون پلا کر جواں کیا   بچپن کے لوٹتے ہی وہ بچّے بدل گئے

یہ ایک تکلیف دہ صورتِ حال ہوتی ہے کہ جس ماں نے اپنی اولاد کو نو ماہ تک اپنے پیٹ میں رکھا اور ہزاروں مصیبت اٹھا کر اسے جنم دیا ، اپنا خون میٹھے دودھ کی شکل میں پلایا ، ان کے آرام کے لئے اپنا چین وسکون برباد کیا اور جس باپ نے انہیں کھلانے کے لئے خود بھوک گوارہ کرلی ، انہیں سایہ میں رکھنے کے لئے خود چلچلاتی دھوپ میں گھنٹوں کام کیا ، انکی اعلیٰ تعلیم کے لئے خود غریب الوطنی کی زندگی گذارلی ایسے ماں باپ کے ساتھ اولاد بُرا سلوک کرے ۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ اکثر والدین اپنی پوری قربانیوں کے باوجود اولاد کی تربیت کے معاملے میں ڈھیل سے کام لیتے ہیں ، انہوں نے ان کے جسمانی راحت کا بھر پور اہتمام ضرور کیا لیکن ان کی اخلاقی تربیت سے بے بہرہ ہوگئے ، دینی اور اسلامی نکتہء نظر کو انہوں نے اپنی تربیت میں نظر انداز کردیا ، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر لوگوں کی اولاد ، دین ، ایمان اور اخلاق ، اسلام بلکہ انسانیت سے بھی آزاد ہوگئی ،انہوں نے نہ صرف اپنے والدین کو نظر انداز کردیا بلکہ انہیں ان کے بڑھاپے میں مارا پیٹا ، گالیاں بکیں ، گھر سے نکال دیا ، بلکہ انہیں بھیک مانگ کر زندگی بسر کرنے پر مجبور کردیا ، بلکہ کئی ایک نے یہ بتلا کر کہ ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ، انہیں حکومت کے لاوارث بوڑھوں کے گھر میں داخل کردیا ۔

یہ وہ مکروہ نتائج ہیں جو ہمیں اپنی اولاد کی اسلامی اور اخلاقی تربیت کے معاملے میں غفلت وکوتاہی سے حاصل ہورہے ہیں ، عام والدین اپنے حقوق سننا تو بہت پسند کرتے ہیں ، لیکن اپنی اولاد کے حقوق کے متعلق وہ ایک لفظ بھی سننا پسند نہیں کرتے

، یہ بھی قابلِ افسوس ہے کہ حقوق الوالدین کے متعلق بیسیوں کتابیں عربی اور اردو زبان میں موجود ہیں لیکن اولاد کے حقوق کے متعلق کوئی کتاب مستقل نہیں لکھی گئی ، شیخ الاِسلام علاّمہ اِبن القیّم رحمہ اللہ نے ’’ **تحفة المودود بأحكام المولود** ،، کے نام سے ایک جامع کتاب لکھی لیکن یہ کتاب صرف نومولود کے احکام کے متعلق ہی ہے ، اس باب میں، میں نے اس کتاب سے کافی استفادہ کیا ہے ، بچوں کی اسلامی تربیت کے متعلق فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصح علوان حفظہ اللہ استاذ الدراسات الاِسلامیۃ بجامعۃ الملک عبدالعزیز جدّہ ، نے ’’ **تربية الأولاد في الإسلام** ،، کے نام سے دو جلدوں میں ایک بڑی جامع کتاب لکھی ،اور یہ اس موضوع پر ایک مکمل کتاب ہے ، لیکن افسوس کہ فاضل مصنّف نے ہر رطب ویابس سے اس کتاب کو بھر دیا ، میں نے اس کتاب سے ’’ **خذ ما صفا ودع ما كدر** ،، (صاف لے لو اور گدلا چھوڑ دو) کے اصول پر عمل کرتے ہوئے کافی استفادہ کیا ، والد کی ذمّہ داریوں کے متعلق محترم ڈاکٹر فضلِ الٰہی حفظہ اللہ (برادرِ خرد علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ) کی تالیف ’’ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد ،، بہترین کتاب ہے جس کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے ۔

اردو زبان میں شادی سے پہلے اور شادی کے بعد کے موضوعات پر کئی کتابیں اور تراجم موجود ہیں لیکن اولاد کی تربیت کے موضوع پر کوئی مستقل کتاب ہمیں نہ مل سکی ، حُسن اتفاق سے ان دنوں استاذِ محترم شیخ انیس الرحمٰن صاحب اعظمی عمری حفظہ اللہ استاذ جامعہ دارالسلام عمر آباد کی، کویت آمد ہوئی .آپ نے مزید دو کتابوں کا پتہ بتایا اور از راہ کرم اپنے ’’ مرکز اِبن القیّم مدراس ،، کی لائبریری سے ان دو کتابوں ’’

اسلامی تربیت ،، (مؤلف : مولانا عبدالوہاب حجازی ، استاذ جامعہ سلفیہ بنارس) اور ’’ اولاد کو مسلمان بنانے کا طریقہ ،، (مرتّب : جناب عبداللہ صدّیقی) روانہ فرمایا. شیخ محترم کی اس عنایت پر میں آپ کا بے حد ممنون ومشکور ہوں ۔ جزاہ اللہ خیرا ۔

راقم الحروف نے اولاد کی اسلامی تربیت کے متعلق دو چار جمعۃ المبارک کے خطبے، اردو دان طبقے میں کویت کی مشہور ومعروف مسجد ’’ **مسجد عبد الرحمن عبد المغني ، الشرق** ،، میں دئے ، تو کچھ احباب کی جانب سے تقاضہ ہوا کہ اس موضوع پر ایک کتاب ہی تصنیف کروں ، میں کئی ماہ تک اس موضوع سے متعلق کتابوں کے حصول میں سرگرداں رہا ، پھر اللہ کا نام لے کر یہ کام میں نے شروع کر دیا ، تصنیف وتالیف کے کام کے لئے فرصت اور فرحت ان دونوں چیزوں کی سخت ضرورت رہتی ہے اور یہاں کویت میں انہی دو چیزوں کا کال ہے ۔ زیرِ نظر کتاب’’ اولاد کی اسلامی تربیت ،، میں ہم نے ان تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے جو اولاد کی اسلامی تربیت کے لئے ضروری ہیں اور معاشرہ کے تمام افراد کے حقوق بھی مختصراً ذکر کر دئے ہیں ، ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب والدین کے لئے اور اولاد کے لئے بھی اپنے اپنے حقوق وواجبات ادا کرنے میں مشعلِ راہ ثابت ہوگی . **وما ذٰلک علی اللہ بعزیز** .

کوشش تو یہ کی گئی ہے کہ تربیت کا کوئی اہم پہلو اس کتاب میں چھوٹنے نہ پائے ، ساتھ ہی یہ بھی کہ کتاب کا حجم زیادہ بڑا نہ ہو، اس لئے کہ ضخیم کتابیں مفید ہونے کے باوجود اپنی ضخامت کے سبب بے توجہی کا شکار ہوگئیں ،اس لئے اس کتاب کو متوسط اور مفید بنانے کی ، نیز زبان وبیان کو بھی عام فہم بنانے اور ضعیف وموضوع روایات

سے دامن بچانے کی سعی کی گئی ہے .اس کے باوجود قصورِ علم وفہم، علمی بے بضاعتی اور ادب نا آشنائی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ کتاب میں بے شمار کوتاہیوں کے امکان کا اقرار ہے، قارئین سے مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ اسطرح کے ملاحظات سے احقر کو مطلع فرما کر مشکور ہوں، تا کہ آئندہ اشاعت میں ان ملاحظات پر غور کیا جائے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کروں جو اس کتاب کی تدوین میں میرے معاون بنے، سب سے پہلے برادر عزیز ساجد عبد القیوم سلّمہٗ اللہ کا جنہوں نے اپنے مؤقر ادارے اُحیاء ملٹی میڈیا بمبئ سے اس کی طباعت کا اہتمام کیا، بالخصوص رفقائے کار برادرانِ محترم شیخ عبد الخالق محمد صادق صاحب وحافظ محمد اسحاق زاہد صاحب حفظہما اللہ کا، جن کا علمی تعاون وگراں قدر مشورے قدم قدم پر میرے ساتھ رہے، اور جنہوں نے اپنے مصروف اوقات کا ایک قابل قدر حصّہ اس کتاب کی نظرِ ثانی میں لگایا. فجزاهما الله أحسن ما يجازى به عباده الصالحين

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ مؤلف، معاونین اور ناشرین کی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو عام مسلمانوں بالخصوص نئ نسل کے لئے باعثِ رُشد وہدایت بنائے۔ ربّنا تقبّل منّا إنّک أنت السميع العليم ☆ وتب علينا إنّک أنت التّوّاب الرّحيم وصلّى الله وسلّم على نبيّنا محمد وعلى آله وأصحابه وأزواجه وأهل بيته أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

محمد انور محمد قاسم السّلفی

ص ب 54491۔ جلیب الشیوخ۔الکویت

۲۹/ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ مطابق 2002-12-4

1- باب اول: ازدواجی تربیت

شادی انسان کی فطری ضرورت

ہر انسان بلوغت کو پہنچنے کے بعد اس بات کی شدید خواہش رکھتا ہے کہ اس کا کوئی ہم سفر، رازدان اور خلوت وجلوت کا ساتھی ہو، اور اس کے لئے وہ ایک جوڑے کا محتاج رہتا ہے تا کہ وہ اس سے جسمانی اور روحانی سکون حاصل کر سکے اور یہ انسانی فطرت ہے جسے کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (الروم:۳۰) ترجمہ: یہ اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی درست دین ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

لیکن جو معاشرہ اللہ تعالی کے مقرر کردہ ان اصولِ فطرت سے انحراف کرنے کی کوشش کرے گا، نہ صرف خود کو ہلاکت میں ڈالے گا بلکہ سارے انسانی معاشرے کے لئے ایک ناسور بن جائے گا، خصوصا ایسے لوگ جو زُہد اور تقوی کی نمائش کرتے ہیں انہوں نے ہر زمانے میں اس فطرت سے منہ موڑنے کی کوشش کی، خود رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد میں کچھ لوگوں نے یہ کوشش کی کہ وہ اللہ تعالی کے مقرر کردہ ان اصول سے فرار حاصل کریں لیکن آپ ﷺ نے ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا اور یہ واضح فرمادیا کہ جو شخص میری سنّت کو ٹھکرا کر اپنے وضع کردہ اصول کی پابندی کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

عن أنس رضى الله عنه أنه قال : " جاء ثلاثة رهط إلى بيوت أزواج النبى ﷺ يسألون عن عبادته ، فلما أخبروا كأنّهم تقالّوها ، فقالوا : " أين نحن من النبى ﷺ قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر وقال أحدهم :أما أنا فإنى أصلى الليل أبدا، وقال آخر : أنا أصوم الدهر ولا أفطر ، وقال آخر : أنا أعتزل النساء فلا أتزوج أبدا ،، فجاء رسول الله ﷺ فقال : " أنتم الذين قلتم كذا وكذا ؟ أما والله إنّى لأخشاكم لله وأتقاكم له ، لكنّى أصوم وأفطر ، وأصلّى وأرقد ، وأتزوج النساء ، فمن رغب عن سنّتى فليس منّى ،، ۔ (متفق علیہ) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:'' تین آدمی رسول اکرم ﷺ کی بیویوں کے پاس آپ ﷺ کی عبادت کا حال دریافت کرنے کے لئے آئے ، جب آپ کی عبادت کی انہیں خبر دی گئی تو گویا انہوں نے اس کو بہت تھوڑا تصور کیا، پھر انہوں نے آپس میں کہا:'' ہمارا رسول اللہ ﷺ سے کیا مقابلہ، اللہ تعالی نے تو آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے . پھر ان میں سے ایک نے کہا:'' میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا ،، دوسرے نے کہا:'' میں زندگی بھر روزہ رکھوں گا کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا ،، تیسرے نے کہا:'' میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا ،، پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور ان سے فرمایا:'' کیا تم لوگوں نے ہی یہ باتیں کی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں،تم سب سے زیادہ اللہ تعالی سے ڈرنے والا اور اس کا تقویٰ رکھنے والا ہوں ،لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں ، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بیاہ بھی کرتا ہوں ، یاد رکھو! جو میری سنّت اور طریقے سے منہ موڑے وہ میرا نہیں ہے۔

شادی کی برکات

1)نسلِ انسانی کی بقا: ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا کوئی وارث ہو، جو میرے بعد میری نسل کو باقی رکھے اور میرے تذکرے کو زندہ رکھے، اسی وجہ سے وہ شادی کا محتاج ہوتا ہے اس لئے کہ شادی سے نسلِ انسانی کی بقا ہوتی ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً ﴾(النحل:۷۲) اللہ نے تمہارے جوڑے بنائے اور تمہارے ان جوڑوں سے بیٹے اور پوتے بنائے۔ نیز ارشاد ہے: ﴿ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ﴾ (النساء:۱) اے لوگو! تم اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کے جوڑے (حضرت حوّا علیہا السلام) کو پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو پھیلایا۔

وعن معقل بن يسار رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :" تزوّجوا الودود الولود ، فإنّى مكاثر بكم الأمم ،، (أبوداؤد ، نسائى) رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:'' تم زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جنم دینے والی عورتوں سے شادی کرو، کیونکہ دیگر امتوں کے مقابلے میں مجھے اپنی امت کے کثرتِ تعداد پر فخر ہوگا۔

2) اخلاقی بگاڑ سے حفاظت : شادی کی برکت سے آدمی اخلاقی بگاڑ سے محفوظ ہوجاتا ہے،اس کی آنکھیں خیانت اور شرم گاہ زنا کاری سے محفوظ ہوجاتی ہے،جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:''**یا معشر الشباب ! من یستطع منکم الباء ۃ فلیتزوج ، فإنہ أغضّ للبصر وأحصن للفرج ، فمن لم یستطع فعلیہ بالصوم فإنہ لہ وجاء ،،** (رواہ البخاری ومسلم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کی طاقت رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ وہ شادی کرلے کیونکہ یہ نظر کو جھکانے والی اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی ہے، جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا اسے چاہیئے کہ وہ کثرت سے روزہ رکھے، اس لئے کہ وہ اس کے لئے گناہ سے بچاؤ کے لئے ڈھال ہے۔

3) روحانی اورنفسانی سکون : ﴿ وَمِنْ آیَاتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴾ (الروم :۲۱) ترجمہ: اللہ تعالی کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس کے تمہارے جوڑے بنائے ، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی ڈالی ، ان میں غور کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:'' خدا کی حکمت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کردئے ،یعنی مرد کے لئے عورت اور عورت کے لئے مرد،لیکن خدا نے ایسا کیوں کیا ؟ اس لئے کہ تمہاری زندگی میں تین چیزیں پیدا ہوجائیں ، جن

تین چیزوں کے بغیر تم ایک مطمئن اور خوشحال زندگی حاصل نہیں کرسکتے ، وہ تین چیزیں یہ ہیں : 1) سکون 2) مؤدت 3) رحمت ﴿ لِتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ﴾ سکون عربی میں ٹھہراؤ اور جماؤ کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہوا کہ ان کی طبیعت میں ایسا ٹھہراؤ اور جماؤ پیدا ہوجائے کہ زندگی کی بے چینیاں اور پریشانیاں اسے ہلا نہ سکیں۔لیکن محبت کا یہ رشتہ پائیدار نہیں ہوسکتا اگر رحمت کا سورج دلوں پر نہ چمکے ، رحمت سے مقصود یہ ہے کہ شوہر اور بیوی نہ صرف ایک دوسرے سے محبت کریں بلکہ ایک دوسرے کی غلطیاں اور خطائیں بخش دینے اور ایک دوسرے کی کمزوریاں نظر انداز کردینے کے لئے اپنے دلوں کو تیار رکھیں ۔ رحمت کا جذبہ خودغرضانہ محبت کو فیّاضانہ محبت کی شکل دیدیتا ہے ، ایک خودغرض محبت کرنے والا صرف اپنی ہی ہستی کو اپنے سامنے رکھتا ہے ،لیکن رحیمانہ محبت کرنے والا اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے اور دوسرے کی ہستی کو مقدّم رکھتا ہے ، رحمت ہمیشہ اس سے تقاضہ کرے گی کہ دوسرے کی کمزوریوں پر رحم کرے ،غلطیاں اور خطائیں بخش دے ،غصّہ ،غضب اور انتقام کی پرچھائیں بھی اپنے دل پر نہ پڑنے دے ۔ (تبرّکاتِ آزادؒ ،مرتّب مولانا غلام رسول مہرؒ :146۔147)

4) بیماریوں سے بچاؤ : شادی نہ کرنے کے نتیجے میں انسانی معاشرہ خطرناک اخلاقی اور جسمانی بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے ، جیسے زنا کاری ، فحاشی اور ناجائز جنسی تعلقات کی بنا پر لاحق ہونے والے بے شمار امراض ، جن سے جسم کمزور ہوتا ہے اور بیماریاں پھیلتی ہیں اور ان امراض میں مبتلا آدمی اگر شادی بھی کرلے تو وہ اپنی صحت کے ساتھ اپنی بیوی اور اولاد کی صحت کا بھی خاتمہ کردیتا ہے ۔امام ابن قیّم رحمہ اللہ

اپنی کتاب زاد المعاد میں فرماتے ہیں :"اگر انسان شادی نہ کرے تو انسان کا مادہء منویہ ایک زہر کی شکل اختیار کر لیتا ہے ،جس سے بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں ، جن میں سے ایک کثرت احتلام ہے "۔ پھر فرماتے ہیں : "اسلاف کہتے ہیں کہ آدمی تین کاموں کو کبھی نہ چھوڑے ، ۱) چلنا ۲) کھانا ۔۳) جماع ۔ کیونکہ جس کنویں سے پانی نہیں نکالا جاتا اس کا پانی خشک ہوجاتا ہے "۔

محمد بن زکریا کہتے ہیں :'' جس نے طویل مدت جماع چھوڑ دیا اس کے اعصاب کمزور ، سوتے خشک ہوجاتے ہیں اور عضو تناسل سکڑ جاتا ہے ۔ پھر فرماتے ہیں :'' میں نے کئی ایک لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے ہم بستری کو اپنے تزہد اور تقشّف کی بنا چھوڑ دیا جس کی وجہ سے ان کے جسم ٹھنڈے ،حرکات سست ،شہوت ختم ، اور ہاضمہ خراب ہوگیا، انہوں نے یہ مصیبتیں بیٹھے بٹھائے خود مول لیں ،، (زاد المعاد : ج۴/ ۲۲۸)

5) اولاد کی تربیت میں میاں بیوی کا تعاون : میاں اور بیوی مل کر اپنے گھر کا کاروبار سنبھالتے ہیں ، بیوی اولاد کی تربیت کرتی ہے ، گھر کا کاروبار سنبھالتی ہے ، شوہر اور بچوں کی خدمت کرتی ہے اور شوہر گھر کے باہر کے کام سنبھالتا ہے اور کماتا ہے ، حصولِ رزق کے اسباب مہیا کرتا ہے ، خود محنت کرتا ہے تاکہ اس کی بیوی بچے محنت سے دور رہیں ، خود تکلیفیں اٹھاتا ہے لیکن یہ گوارہ نہیں کرتا کہ مصیبت کا سایہ بھی اس کے اہل وعیال پر پڑے ، اس مسلسل محنت اور تھکان کے بعد جب وہ شام میں اپنے گھر آتا ہے ، بیوی مسکرا کر اس کا استقبال کرتی ہے اور اس کے کھانے اور راحت کا بندوبست کرتی ہے تو وہ اپنی جسمانی تکلیف بھول جاتا ہے اور روحانی و جسمانی سکون سے ہم کنار ہوتا ہے ۔

نیک بیوی کا انتخاب

شادی کے مذکورہ فوائد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ آدمی نیک بیوی کا انتخاب کرے ، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نیک بیوی کے اوصاف میں ارشاد فرمایا :''**ما إستفاد المؤمن بعد تقوى الله عزّ وجل خير له من زوجة صالحة ، إن أمرها أطاعته ، وإن نظر إليها سرّته ، وإن أقسم عليها أبرّته وإن غاب عنها حفظته في نفسها وماله** ،، (**إبن ماجة**) ترجمہ : مومن نے اللہ تعالی کے تقوی کے بعد نیک بیوی سے زیادہ بہتر چیز حاصل نہیں کیا ، اگر وہ اسے حکم دیتا ہے تو اس کی اطاعت کرتی ہے ، اگر اس کی طرف دیکھتا ہے تو اسے خوش کر دیتی ہے ، جب وہ اس پر قسم کھا بیٹھتا ہے تو اس قسم کو پوری کرنے میں اس کی مدد کرتی ہے ، اور جب وہ اس سے غیر حاضر ہو تو اس کے مال کی بھی حفاظت کرتی ہے اور اپنی آبرو کی بھی ۔ اور ایک حدیث میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں :''**الدنيا كلّها متاع وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة** ،، (**رواه مسلم (۱۴۶۷) باب : خير متاع الدنيا المرأة الصالحة . عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما**) ترجمہ :" دنیا ساری کی ساری سامانِ زندگی ہے اور اس متاعِ دنیا میں سب سے بہترین چیز نیک عورت ہے "۔ آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ظاہری حُسن وخوب صورتی پر اخلاقی اور معنوی حُسن کو ترجیح دے ، اور اللہ تعالی کا بھی یہی معیار ہے ، جیسا کہ حدیث میں ہے :'' **إن الله لاينظر إلى صوركم وأجسادكم وإنّما ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم**،، (**رواه مسلم**) اللہ

تمہاری شکلوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔اور ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:'' **وعن أبی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : '' تنكح المرأة لأربع ، لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها ، فاظفر بذات الدين تربت يداك ،، (متفق عليه ، أخرجه البخارى فى النكاح ، باب الأكفاء فى الدين . ومسلم (١٤٦٦) باب إستحباب ذات الدين)** ترجمہ: عورت سے چار چیزوں کی بنا پر شادی کی جاتی ہے، اس کے مال کی وجہ سے، خاندان کی وجہ سے، حُسن اور دین کے سبب سے، تم دین والی کا انتخاب کرلو، تمہارے ہاتھوں کو مٹی لگے۔
اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کامیاب زندگی اسی شخص کی ہوگی جس کے گھر میں دین دار بیوی آجائے۔

وعن أنس رضى الله عنه عن النبى ﷺ أنه قال :'' من تزوج إمرأة لعزّها لم يزده الله إلاّ ذلا، ومن تزوجها لمالها لم يزده الله إلا فقرا ، ومن تزوّجها لحسبها لم يزده الله إلا دنائة ، ومن تزوّج إمرأة لم يرد بها إلا أن يغضّ بصره ويحصن فرجه أو يصل رحمه ، بارک الله له فيها وبارک لها فيه ،،(رواه الطبرانى فى الأوسط) ترجمہ: جو شخص کسی عورت سے اس کی عزّت کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی ذلت میں اور اضافہ کر دیتا ہے، جو اس کے مال کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی محتاجی میں اور اضافہ کر دیتا ہے، جو اس سے اس کے خاندان کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے نکمّے پن کو اور بڑھا دیتا ہے اور جو کسی عورت سے اس لئے

شادی کرتا ہے کہ اس کے ذریعے اپنی نظر کو خیانت سے اور شرم گاہ کو بدکاری سے محفوظ رکھے اور صلہ رحمی کرے تو اللہ تعالی اس کو اس عورت میں برکت عطا کرتا ہے اور اس عورت کو اس مرد میں۔

ایک واقعہ

ہمارے اسلاف نے شادی بیاہ کے معاملے میں ہمیشہ دین دار لڑکیوں کو ترجیح دی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ ایک رات مدینہ منورہ میں گشت لگا رہے تھے کہ لوگوں کے حالات سے باخبر ہوں، سنا کہ ایک گھر سے کچھ آوازیں آرہی ہیں، گھر کی دیوار سے کان لگا کر کھڑے ہوگئے، سنتے ہیں کہ ایک ماں اپنی جوان لڑکی سے کہہ رہی ہے:'' بیٹی! آج رات اونٹنیوں نے دودھ کم دیا ہے اس لئے تم تھوڑا سا پانی ملا دو تاکہ گاہکوں کو دودھ برابر مل جائے،، بیٹی نے جواب دیا:'' امّی جان! امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ فروخت کرنے کے دودھ میں پانی نہ ملایا جائے،، ماں نے کہا:'' اس رات کے اندھیرے میں کونسا امیر المؤمنین ہے جو تجھے دیکھ رہا ہے؟ بیٹی اللہ والی تھی، اس نے جواب دیا:'' اگر امیر المؤمنین عمر بن خطاب نہیں دیکھ رہا ہے تو عمر کا رب تو ضرور دیکھ رہا ہے، میں یہ جرم ہرگز نہیں کرسکتی ،،۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب اس لڑکی کی یہ بات سنی تو رو پڑے، دوسرے دن اس لڑکی کے متعلق معلومات جمع کیں، پتہ چلا کہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے، پھر اپنے لڑکوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا:'' میرے بچو! گذشتہ رات میں نے ایک دین دار لڑکی کی یہ باتیں سنیں، اللہ کی قسم اگر مجھ میں جوانی ہوتی تو ضرور میں اسے اپنے گھر میں بیوی بنا کر لاتا، لیکن میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری ہڈیاں کمزور

ہوچکی ہیں ، اب مجھ میں یہ صلاحیت نہیں کہ میں کسی جوان لڑکی سے شادی کروں ، لیکن میں نہیں چاہتا کہ وہ لڑکی ضائع جائے ، بلکہ وہ میری بہو بن کر میرے گھر میں آئے ،، آپ کی یہ باتیں سن کر حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’ ابّا جان ! اس لڑکی سے میں شادی کروں گا ،، آپ نے اس نیک لڑکی کا بیاہ اپنے بیٹے سے کردیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس لڑکی سے ایک بچی ہوئی ، اور اس بچی سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ پیدا ہوئے جنہیں بالإ تفاق پانچواں خلیفہء راشد تسلیم کیا گیا ، جنھوں نے اپنے دو ڈھائی سال کے مختصر دور حکومت میں اپنے پڑنانا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کردیا۔ (تربیۃ الأولاد فی الإسلام : ج1 ص272)

بہو بنانے کا معیار

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے صابرہ وشاکرہ بیوی کا انتخاب کریں ، اس سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے : عن إبن عباس رضی اللّٰه عنه مرفوعا: " فجاء إبراهيم عليه السلام بعد ما تزوّج إسماعيل عليه السلام يطالع تركته فلم يجد إسماعيل عليه السلام ، فسأل إمرأته عنه ، .... ثمّ سألها عن عيشهم وهيئتهم ، فقالت : نحن بشر، نحن فی ضيق وشدّة ،،. فشكت إليه .قال : " فإذا جاء زوجك فاقرئی عليه السلام ، وقولی له " يغيّر عتبة بابه ،، .فلمّا جاء إسماعيل عليه السلام كأنّه آنس شيئا ، فقال : " هل جاء كم من أحد ؟،، قالت : " جاء نا شيخ كذا

وكذا ، فسألنا عنك ، فأخبرته ، وسألنی كيف عيشنا ، فأخبرته أنّا فی جهد وشدّة ،،. قال : " فهل أوصاك بشیء ؟،،قالت : " نعم ، أمرنی أن أقرأ عليك السلام ويقول :"غيّر عتبة بابك،، قال : " ذاك أبی ، وقد أمرنی أن أفارقك ، إلحقی بأهلك ،، فطلّقها وتزوّج منهم أخری . فلبث عنهم إبراهيم عليه السلام ماشاء اللّٰه ، ثمّ أتاهم بعد ، فلم يجده فدخل علی إمرأته ، فسألها عنه .... ثمّ سألها عن عيشهم وهيئتهم . فقالت : " نحن بخير وسعة ،، وأثنت علی اللّٰه . فقال : " ما طعامكم ؟،، فقالت : " اللحم ،، قال : " فما شرابكم؟،، فقالت : " الماء ،، قال : " أللهمّ بارك لهم فی اللحم والماء ،، قال : " فإذا جاء زوجك فاقرئی عليه السلام ، وقولی له " يثبّت عتبة بابه ،، .فلمّا جاء إسماعيل عليه السلام،قال : " هل جاء كم من أحد ؟،، قالت : " أتانا شيخ حسن الهيئة .وأثنت عليه . فسألنی عنك فأخبرته ، فسألنی كيف عيشنا ، فأخبرته أنّا بخير ،، قال : " فأوصاك بشیء ؟،،قالت : " نعم ، هو يقرأ عليك السلام ويأمرك أن تثبّت عتبة بابك،، قال : " ذاك أبی ، وأنت العتبة ، أمرنی أن أمسكك ،، .(بخاری :كتاب الأنبياء ٗباب يزفون النسلان فی المشی ٗحديث نمبر3364)۔

ترجمہ: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اہلِ خانہ کی خبر گیری کرنے کے لئے (مکّہ مکرّمہ) تشریف لائے ، تو انہوں نے

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر میں نہ پایا، ان کی بیوی سے ان کے بارے میں دریافت کیا .... پھر ان کے گذران اور حالات کے متعلق پوچھا۔ بہو نے کہا: ہمارے حالات خراب ہیں اور تنگی کی زندگی گذار رہے ہیں، پھر اس نے ان کے سامنے اپنے بُرے حالات کا شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور یہ پیغام بھی دینا کہ وہ اپنے گھر کی دہلیز کو بدل دیں''۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو انہیں اپنی عدم موجودگی میں کسی کے آنے کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا: ''کیا آپ کے ہاں کوئی آیا تھا؟'' اس نے جواب دیا: ''ہاں! اس شکل وصورت کے بزرگ آئے تھے، انہوں نے آپ کے متعلق مجھ سے دریافت کیا تو میں نے انہیں بتلا دیا۔ پھر انہوں نے ہمارے گذران کے متعلق دریافت کیا تو میں نے انہیں بتلایا کہ ہم مشکل حالات کا شکار ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: ''کیا انہوں نے تمہیں کسی بات کی تاکید کی؟'' ۔ اس نے کہا: ''جی ہاں! انہوں نے آپ کو سلام پہنچانے کے لئے کہا اور آپ کے لئے یہ پیغام چھوڑا ہے کہ: ''دروازے کی دہلیز کو تبدیل کردیں''۔ انہوں نے کہا: ''وہ تشریف لانے والے میرے والد محترم تھے اور انہوں نے مجھے تم کو جدا کردینے کا حکم دیا ہے، اس لئے تم اپنے اہلِ خانہ کے پاس چلی جاؤ''. حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس عورت کو طلاق دے دی، اور انہی اہلِ مکّہ میں سے ایک عورت سے شادی کرلی. حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ مشیّت الٰہی کے مطابق رُکے رہے، پھر ان کے پاس تشریف لائے، تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا، ان کی بیوی کے پاس آئے اور ان کے متعلق

دریافت کیا، پھر بہو سے ان کے گذران کے متعلق پوچھا، اس نے کہا: ہم خیریت اور خوشحالی میں ہیں''. اور اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا: ''تمہاری خوراک کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''گوشت''۔ انہوں نے پوچھا: ''کیا پیتے ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''پانی''۔ انہوں نے کہا: اے اللہ! ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما''۔ پھر فرمایا: ''جب تمہارے شوہر آجائیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور میرا یہ حکم انہیں سنانا کہ وہ اپنے دروازے کی دہلیز کو پختہ کریں''۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس گھر تشریف لائے تو انہوں نے دریافت کیا: ''کیا آپ کے ہاں کوئی آیا تھا؟'' اس نے جواب دیا: ''جی ہاں! ایک خوبرو بزرگ تشریف لائے تھے...... اس عورت نے ان کی تعریف کی ...... انہوں نے آپکے متعلق مجھ سے دریافت کیا تو میں نے انہیں بتلایا۔ پھر انہوں نے ہمارے گذران کے متعلق دریافت کیا تو میں نے انہیں بتلایا کہ ہم بخیر ہیں''، انہوں نے کہا: ''کیا انہوں نے تجھے کسی بات کی وصیت فرمائی؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں، انہوں نے آپکو سلام کہا اور اپنے دروازے کی دہلیز کو مضبوط کرنے کا حکم دیا''، انہوں نے کہا: ''تیرے پاس تشریف لانے والے میرے والد تھے اور تو دہلیز ہے، انہوں نے مجھے تم کو اپنے ساتھ رکھنے کا حکم دیا ہے''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ایک پیغمبر کی بہو اور ایک پیغمبر کی بیوی کی زبان پر بجائے شُکر کے شکوہ شکایت کے الفاظ ہیں آپ نے ایسی عورت کو فوراً طلاق دینے کا حکم دیا، جب دوسری بہو کو دیکھا کہ تنگی کے باوجود زبان پر اللہ کا شکر جاری ہے تو بہت خوش ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت

اسماعیل علیہ السلام کو تاکید کی کہ اس عورت کو اپنے ساتھ رکھنا ۔ کاش والدین اپنے بچوں کی شادی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس معیار کو اپناتے ، لیکن افسوس مال ودولت کی حرص نے اکثر والدین کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے ، ان کا معیار پسندیدگی حسن وجمال ، حسب ونسب اور مال ودولت ہے بلکہ اب تو سوائے مال دولت کے ہر چیز ثانوی درجہ رکھتی ہے ، اکثر کی خواہش یہی رہتی ہے کہ ہمارا بیٹا بغیر کچھ کمائے مالدار بن جائے ، چاہے اس کے لئے اخلاق اور انسانیت سے ہی کیوں نہ گر جائے ، ان کا عمل بمصداق شاعر :

خُوک بن یا خر بن یا سگِ مُردار بن   کچھ بھی بن لیکن ذرا زردار بن

شریف خاندان کی لڑکی سے بیاہ

شادی بیاہ کے معاملے میں خاندانی شرافت کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے ، جو لڑکی شریف گھرانے سے متعلق ہوگی اس سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں اپنے شریفانہ کردار کو باقی رکھے گی ، اسی کی جانب آپ ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :" **عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : " الناس معادن فی الخير والشر،خيارهم فی الجاهلية خيارهم فی الإسلام إذا فقهوا "(رواه الطيالسی وإبن منيع والعسكری)**

ترجمہ : لوگ بھلائی اور برائی کے معدن (کان) ہیں ، ان میں سے زمانہء جاہلیت میں جو اچھے تھے وہ زمانہء اسلام میں بھی اچھے ہوں گے اگر وہ دین کو سمجھ گئے ۔

اسی طرح لازم وضروری ہے کہ بد اصل ، بے حیا اور غیر شریف گھرانے میں شادی کرنے سے بچا جائے اگر چہ کہ وہ لڑکیاں مال ودولت اور حُسن وخوبصورتی میں کس

قدر ہی دوچند ہوں ۔

جیسا کہ فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے :" **وعن أبی سعيد الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :" إياكم وخضراء الدِّمن ، قالوا : وما خضراء الدمن يا رسول الله ؟ قال : المرأة الحسناء فی المنبت السوء ،، ۔(مسند الشهاب : 962. والعسكری فی الأمثال والديلمی)** ترجمہ :

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :" تم گُھوڑ کی ہریالی سے بچو، صحابہ کرام نے کہا :" یا رسول اللہ ! گھوڑ کی ہریالی سے بچنا کیا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا :" حسین عورت جو بد اصل ہو ،، ۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بیٹے کا باپ پر کیا حق ہے ؟ آپ نے فرمایا :" أن ينتقی أمّه ، ويحسن إسمه ، ويعلمه القرآن ،، (تربية الأولاد فی الإسلام للشيخ عبد الله ناصح علوان : 137) اس کیلئے پاکیزہ ماں کا انتخاب کرے ، اس کا نام اچھا رکھے اور اسے قرآن مجید سکھائے

حضرت عثمان بن أبی العاص الثقفی نے اپنے لڑکوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا :

" يا بنیّ ! الناكح مغترس فلينظر إمرأ حيث يضع غرسه ، والعرق السوء قلّما ينجب ، فتخيّروا ولو بعد حين ،،(تربية الأولاد فی الإسلام :43)

میرے بچّو ! شادی کرنے والا پودا بونے والے کی طرح ہے ، ہر شخص غور کرے کہ وہ اپنا بیج کہاں بو رہا ہے ، کیونکہ بد اصل عورت سے شریف اولاد کم ہی پیدا ہوتی ہے ، اسی لئے تم اچھی عورت تلاش کروا گر چہ کہ اس میں دیر ہی کیوں نہ لگے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر میں حسین ، مالدار اور تیز وطرّار قسم کی لڑکیوں پر فریفتہ ہوکر اپنی دنیا اور آخرت برباد نہیں کرنا چاہیئے ۔

کنواری لڑکیوں سے شادی

کنواری لڑکیوں سے شادی کے کئی فوائد ہیں ، آپ ﷺ کا ارشاد ہے : عن جابر بن عبد الله رضى الله عنهما قال ، قال رسول الله ﷺ : " عليكم باالإبكار فإنهن أعذب أفواها ، وأنتق أرحاما ، وأقلّ خبّا ، و أر ضى باليسير ،، (رواه إبن ماجة والبيهقى / المعجم الأوسط :ج 7 ص344 حديث نمبر : 7677) ترجمہ :تم کنواری لڑکیوں سے ہی شادی کرو ، اسلئے کہ ان کا منہ نہایت شیریں ، ان کا رحم کثرتِ اولاد کے لائق ، اور وہ بہت کم مکر وفریب کرنے والی ، اور تھوڑے سے اخراجات پر خوش ہونے والی ہوتی ہیں .

ایک مرتبہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیگر اُمہات المؤمنین پر اپنی فضیلت کا اظہار کرنے کے لئے ایک عجیب طرح کا سوال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا ، فرماتی ہیں :" يا رسول الله ! أرأيت لو نزلت واديا وفيه شجرة قد أكل منها وشجرة لم يؤكل منها ، فى أىّ منها ترتع بعيرك ؟ قال فى اللتى لم يرتع منها ، قالت : أنا هى ،، ۔ (بخارى)

ترجمہ : اے اللہ کے رسول ﷺ ! ذرا بتلائیں ! اگر آپ کسی وادی میں قدم رنجہ فرمائیں اور اس میں کچھ ایسے پودے ہوں جن سے جانوروں نے جا بجا چرا ہو ، اور کچھ ایسے ہوں جس سے کسی جانور نے نہ چرا ہو ، آپ اپنی اونٹنی کو کونسے پودوں میں چرائیں گے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا :" ان پودوں میں چراؤں گا جن سے دوسرے

جانوروں نے نہ چرا ہو ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا :" وہ میں ہی ہوں ،، ۔ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا تمام اُمہات المؤمنین ثیّبہ (یعنی وہ عورت جو پہلے شادی کے مراحل سے گذر چکی ہو) تھیں ، اس لئے آپ نے اپنے کنوارے پن کی فضیلت کو ایک لطیف مثال سے واضح کیا ۔

نیز آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کنواری لڑکیوں سے شادی کرنے کی ترغیب دی ہے ، آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جس وقت وہ غزوہ ذات الرقاع سے واپس ہورہے تھے ، ان سے پوچھا :

" يا جابر هل تزوجت بعد ؟ قلت نعم يا رسول الله ! قال أثيّبا أم بكرا ؟ قلت : لا بل ثيّبا ، قال : أفلا جارية تلاعبها وتلاعبك؟ قلت : يا رسول الله !إن أبى أصيب يوم اُحد ، وترك لنا بنات سبعا ، فنكحت إمرأة جامعة تجمع رؤسهن ، وتقوم عليهن ،، قال : أصبت إنشاء الله ،، ۔ (متفق عليه) ترجمہ : اے جابر ! کیا تم نے واقعی شادی کرلی ؟ میں نے کہا :" ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ ! آپ ﷺ نے پوچھا : باکرہ سے کی ہے یا ثیبہ سے ؟ میں نے کہا :" نہیں ثیبہ سے ،، آپ ﷺ نے فرمایا :" تم نے کسی نوخیز لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی ، تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی ؟ میں نے کہا :" یا رسول اللہ ! میرے والد جنگِ اُحد میں شہید ہوگئے اور اپنے پیچھے ہمارے لئے سات بچیوں کو چھوڑ گئے ، اسی لئے میں نے ایسی عورت سے شادی کی ہے جو ان تمام کی تربیت کرسکے اور ان کے سروں میں کنگھی چوٹی کرے ،، آپ ﷺ نے فرمایا :" جب تو اِنشاء اللہ تم نے ٹھیک ہی کیا ،، ۔

کنواری اور بیاہی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ اس تعلق سے ایک لطیف حکایت پیشِ خدمت ہے:

’’ایک شخص کے سامنے دو کنیزیں لائی گئیں، ان میں سے ایک کنواری اور دوسری بیاہی ہوئی تھی، شخصِ مذکور کا رجحان کنواری کی طرف دیکھ کر، بیاہی ہوئی کنیز نے کہا: ’’تم اس کی طرف ہی کیوں ملتفت ہو؟ جب کہ میرے اور اس کے درمیان بس ایک ہی رات کا فاصلہ ہے،،۔ کنواری نے جواب میں کہا: ’’اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾ (حج: 47) اور بے شک تمہارے پرور دگار کے نزدیک ایک دن تمہارے حساب کی رُو سے ہزار برس کے برابر ہے۔ اس شخص کو دونوں کنیزیں پسند آ گئیں اور اس نے انہیں خرید لیا،،۔

(تحفۃ العروس: 216/217)

سہاگ رات

سہاگ رات ہر نو بیاہے مرد اور عورت کے لئے زندگی کی ایک اہم اور انمول گھڑی ہے، جس کا سالوں سے دونوں کو انتظار رہتا ہے، شوہر اور بیوی دونوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ دونوں اس رات کے لئے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار رکھیں، دولہا اپنی دُلہن کے لئے اپنی ساری محبتوں اور امنگوں کو سنبھالے رکھے اور دلہن بھی اپنے بناؤ و سنگھار، ناز و عشوہ اور دلربائی و دلفریبی کے جلووں سے اپنے شوہر کے دل کو جیت لے۔ حضرت اسماء بنت یزید بن السکن سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو آراستہ اور پیراستہ

کیا، پھر انہیں خدمتِ اقدس میں لئے حاضر ہوئی، اور آپ ﷺ کو ان کے گھونگھٹ کو اٹھانے کی دعوت دی، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بازو میں تشریف لائے، پھر آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے اسے گھونٹ گھونٹ پیا پھر حضرت عائشہ کی طرف پیالہ بڑھا دیا، انہوں نے شرما کر سر کو جھکا لیا، حضرت اسماء فرماتی ہیں: میں نے حضرت عائشہ کی سرزنش کی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے وہ پیالہ لے لو، راوی کہتی ہیں: تب حضرت عائشہ نے وہ پیالہ لیا اور کچھ دودھ نوش فرمایا۔

جب دُلہا دُلہن کے پاس آئے تو اس کی پیشانی پکڑ کر اللہ کا نام لے (بسم اللہ کہے) اور یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ ۔ (بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ)

اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس بھلائی کا مطالبہ کرتا ہوں جس پر تو نے اس کو پیدا کیا ہے (یعنی جو اس کی سرشت اور فطرت میں داخل ہے) اے اللہ! میں اس کے شر سے اور جس شر پر تو نے اسے پیدا کیا ہے اس سے تیری حفاظت طلب کرتا ہوں۔

ہو سکے تو دُلہا دُلہن دونوں ایک ساتھ مل کر دو رکعت نماز پڑھیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا شخص آیا جس نے ایک کنواری لڑکی سے شادی کی تھی اور جسے خدشہ تھا کہ لڑکی اس سے بغض رکھے گی، آپ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: جب تو اس کے پاس جانا تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے کہنا، پھر یہ دعا پڑھنا: ’’اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْ اَهْلِیْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِیَّ،

اَللّٰهُمَّ أَجْمَعْ بَيْنَنَا مَا جَمَعْتَ بِخَيْرٍ وَفَرِّقْ بَيْنَنَا إِذَا فَرَّقْتَ بِخَيْرٍ ،،(طبرانی بسند صحیح) یا اللہ! میرے اہل وعیال میں برکت عطا فرما اوران کے لئے میرے اندر برکت فرما، جب تک ہمیں یکجا رکھ تو خیر اور بھلائی کے ساتھ اکھٹا رکھ، جب ہمیں علاحدہ کرنا تو خیر اور بھلائی سے علاحدہ فرما۔ جب شوہر اپنی رفیقہء حیات کے پاس ہم بستری کے لئے جائے تو یہ دعا پڑھے: "بِسْمِ اللّٰهِ ! اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا"(بخاری) اللہ کے نام سے، اے اللہ! ہم دونوں کو شیطان سے محفوظ فرما، اور جو اولاد ہمیں دے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اس دعا کو پڑھ لینے کے بعد اگر اللہ تعالی نے انہیں اولاد عطا فرمائی تو وہ شیطانی اثرات سے پاک ہوگی۔

اس اہم رات کو کچھ لوگ اپنی عیاّشی کا یادگار دن قرار دینے کے لئے فسق وفجور اور شراب کے نشہ میں دُھت ہوکر حجلہء عروسی میں قدم رکھتے ہیں، ان کا مقصود اس سے سوائے عیش وعشرت کے اور کچھ نہیں ہوتا، اس رات اپنی بیویوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، جنسی ملاپ کے لئے بس ٹوٹ پڑتے ہیں، ازدواجی زندگی کی پہلی رات آگے چل کر میاں بیوی کی زندگیوں میں نفرت کا بیج بودیتی ہے، بس چند دن بھی نہیں گذرتے جب جوانی کی مستی کا خمار آہستہ آہستہ اترنے لگتا ہے تو پھر ان کی زندگیوں میں وہ فساد ظاہر ہوتا ہے کہ الأمان والحفیظ۔ سچ ہے:

خشتِ اول چوں نہد معمار کج   تا ثریّا می رود دیوار کج

جب پہلی ہی اینٹ معمار ٹیڑھی رکھتا ہے تو ثریّا تک بھی اگر دیوار چلی جائے تو وہ ٹیڑھی ہی ہوگی۔

اولاد کی تربیت پیدائش سے پہلے

ہوسکتا ہے کہ یہ عنوان بہت سے لوگوں کو پریشان کرے کہ اولاد کی تربیت ان کی پیدائش سے پہلے کیسے ممکن ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ شادی کے بعد ہی سے اللہ تعالی سے نیک اولاد کے لئے دعائیں مانگے، اللہ کے نیک بندوں کا یہی طریقہ رہا ہے، حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے رب العالمین سے گڑگڑا کر دعا مانگی: ﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ☆ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ ﴾ (الصافات: 100، 101) دعا کیا، اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا کر، ہم نے انہیں نہایت صبر والے لڑکے کی خوشخبری دی۔ اس دعا کے نتیجے میں رب العالمین نے انہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں ایسا مطیع وفرمان بردار لڑکا عطا فرمایا جن سے بھی زیادہ مطیع اولاد دنیا میں کسی کو ملی ہی نہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالی سے دعا مانگی: ﴿ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِن لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ☆ فَنَادَتْهُ الْمَلَآئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِيْنَ ﴾ (آل عمران :39/38) ترجمہ: میرے پروردگار! مجھے اپنی جانب سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعائیں سننے والا ہے، فرشتوں نے انہیں پکارا اور وہ اس وقت محراب میں کھڑے

نماز پڑھ رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ نامی لڑکے کی خوشخبری دیتا ہے، جو اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا، اور (بنی اسرائیل کا) سردار، نہایت پاک باز اور نبی ہوگا، نیکوں میں سے ہوگا۔

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ حضرت حنّہ علیہا السلام جب حاملہ ہوئیں انہوں نے اسی وقت سے نذر مانی کہ وہ ہونے والی اپنی اولاد کو اللہ کے نام پر بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کردیں گی۔ قرآن کا بیان ہے: ﴿ اِذْ قَالَتِ امْرَاَةُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ج اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ☆ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ج وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمُ وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ☆ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا لا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ط كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ج قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا ط قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ☆ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ ج قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴾ (آل عمران: 35 تا 38)

ترجمہ: جب عمران کی عورت نے کہا ’’اے میرے پروردگار! میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لئے وقف ہوگا، میری اس نذر کو قبول فرما، تو سننے والا اور جاننے والا ہے،، جب انہوں نے اس بچی

کو جنم دیا تو کہا: ’’پروردگارا! میں نے تو لڑکی جنم دی ہے، حالانکہ اللہ کو اس کی خوب خبر تھی جو کچھ کہ اس نے جنم دیا تھا، اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا، میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے، اور میں اسے اور اس کی نسل کو شیطانِ مردود سے تیری حفاظت میں دیتی ہوں،، پھر قبول کرلیا اس کو اس کے رب نے اور اچھی طرح اس کی پرداخت کی، اور زکریا (علیہ السلام) کو اس کا سرپرست بنادیا۔ جب کبھی زکریا (علیہ السلام) اس کے پاس جاتے وہاں کھانے پینے کا سامان پاتے، پوچھتے: ’’اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتیں: ’’یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ (یہ حال دیکھ کر) وہیں زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا، کہا: ’’اے میرے رب! مجھے تو اپنی جانب سے نیک اولاد عطا فرما، تو ہی دعائیں سننے والا ہے۔

ان آیات سے جو ہدایات ہمیں ملیں وہ یہ ہیں:

1۔ اولاد جب ماں کے پیٹ میں ہو اسی وقت سے اس کے لئے نیک تمنّائیں رکھنا چاہیئے، جیسا کہ حضرت حنّہ علیہا السلام نے اپنے پیدا ہونے والے بچے کے متعلق نذر مانی کہ وہ اس بچے کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور بیت المقدس کی خدمت کی خاطر وقف کردیں گیں۔

2۔ ماں بھی بچے یا بچی کا نام رکھ سکتی ہے جیسا کہ حضرت حنّہ نے اپنی بچی کا نام مریم رکھا، یہ صرف باپ کا ہی حق نہیں جیسا کہ ہمارے معاشرہ میں معروف ہے۔

3۔ اولاد اور ان سے ہونے والی اولاد کے لئے دعائیں انکی پیدائش کے وقت سے ہی کرنا مستحب ہے، اور اس کی اللہ تعالیٰ نے چاہا تو بڑی تاثیر ہوگی، جیسا کہ حضرت

حنّہ علیہا السلام نے اپنی بیٹی حضرت مریم علیہا السلام کی پیدائش کے فورا بعد ان کے لئے بھی اور ان سے ہونے والی اولاد کے لئے بھی اللہ تعالی سے دعائیں مانگیں ، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالی نے حضرت مریم اور ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو شیطان کے چھونے سے محفوظ رکھا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :
عن أبي هريرة رضى الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : " ما من مولود يولد الاّ نخسه الشيطان فيستهل صارخا من نخسة الشيطان إلاّ ابن مريم وأمّه ،، ثم قال أبو هريرة رضى الله عنه : اقرؤا ان شئتم ﴿ وانّى اعيذها بک وذرّيتها من الشيطان الرجيم ﴾ (رواه مسلم : كتاب الفضائل : فضائل عيسىٰ عليه السلام (2366) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب کبھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے کچوکا لگاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ چیخیں مار کر روتا ہے، سوائے حضرت عیسیٰ بن مریم اور ان کی ماں حضرت مریم علیہا السلام کے،، پھر ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم چاہو تو پڑھو ﴿ **وانّى اعيذها بک وذرّيتها من الشيطان الرجيم** ﴾ اور میں اسے اور اس کی نسل کو شیطانِ مردود سے تیری حفاظت میں دیتی ہوں۔
4۔ اللہ تعالی نے ان کی اس نیک نذر کو، بچی ہونے کے باوجود قبول کرلیا، بلکہ اس بچی کو اس شان کا حامل بنایا کہ وہ دنیا کی کامل ترین عورتوں میں ایک بن گئیں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : " **كمل من الرجال كثير ولم يكمل من النساء الاّ آسية زوجة فرعون ومريم بنت عمران ، وفضل عائشة على سائر النساء كفضل الثريد على سائر**

الطعام ،، (بخاری) مردوں میں بہت سے کامل گذرے ہیں، لیکن عورتوں میں سوائے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام اور عمران کی بیٹی حضرت مریم علیہا السلام کے اور کوئی کاملہ نہیں گذری ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔
5۔ اللہ تعالی نے اس بچی کو بہترین طریقے پر پروان چڑھایا، اور اس کو چھ سال میں وہ عقل اور سمجھ بوجھ عطا کیا جو ساٹھ سال کے انسان کو ہوتی ہے۔
6۔ یہ بچی بچپن سے ہی اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوگئی، اس پر رب کی عنایتوں کا عالم یہ تھا کہ یہ بچی زمین پر سجدے کرتی تو عرش والا اس کے کھانے کے لئے جنت سے میوے بھیجا کرتا تھا، اور وہ پھل بھی بے موسم ہوتے ، گرمیوں کے پھل سردیوں میں آتے اور سردیوں کے گرمیوں میں۔
7۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے جو حضرت مریم کے خالو لگتے تھے پوچھا کہ " بیٹی ! تمہارے پاس یہ کھانے پینے کی چیزیں کہاں سے آتی ہیں ؟ تو معصوم بچی نے جواب دیا کہ :" خالو جان ! یہ رزق اللہ تعالی کے پاس سے آتا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے،،۔
8۔ حضرت مریم علیہا السلام کی اس بات نے حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جو اللہ بے موسم پھل دے سکتا ہے تو وہ بے موسم اولاد کیوں نہیں دے سکتا ؟ اگر چہ کہ میرا اولاد پیدا کرنے کا موسم ختم ہوچکا اور بڑھاپے کے انتہائی دور کو پہنچ چکا ہوں اور بیوی نہ صرف کھوسٹ بلکہ بانجھ بھی ہے، ناامیدی کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں انہوں نے رب العالمین سے اولاد کے لئے فریاد کی اور فرمایا

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ وَهَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ وَاشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَیۡبًا وَّلَمۡ اَکُنۡۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ﴾ (مریم:4) ترجمہ: میرے رب! میری ہڈیاں تک کمزور ہوچکی ہیں اور سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ہے، لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں تجھ سے دعا مانگ کرنا مراد رہا۔

9۔ اللہ تعالی نے ان کی فریاد قبول فرمائی اور ایک لڑکے کی خوش خبری عطا فرمائی اور نام بھی خود ہی یحیٰی (علیہ السلام) تجویز کیا، اس نام کی یہ خصوصیت بتلائی اس نام کا کوئی بچہ ان سے پہلے دنیا میں نہیں گذرا اور ﴿ وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ ﴾ ان کی بیوی کو بچہ پیدا کرنے کے لائق بنادیا۔

10۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد صرف اللہ تعالی ہی دیتا ہے: ﴿ لِلّٰهِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ☆ اَوۡ یُزَوِّجُهُمۡ ذُکۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌ قَدِیۡرٌ ﴾ (الشوری: 49/50) اللہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہے لڑکے، جسے چاہتا ہے لڑکے لڑکیاں ملا جُلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کردیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کو جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔

11۔ لیکن افسوس کتنے مسلمان ہیں جو غیر اللہ سے اولاد طلب کرتے ہیں اور قبر پرستی، اولیاء پرستی اور شرک جیسے کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوکر اپنی عاقبت کا بیڑہ غرق کرتے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان چاہے کہیں سے بھی اولاد طلب کرے لیکن

اسے رب العالمین کی بارگاہ سے ہی ملتی ہے، اس لئے جن کے ہاں اولاد نہیں، انہیں چاہیئے کہ وہ صرف اللہ تعالی سے ہی اولاد طلب کریں، اس سلسلے میں تاخیر ہو یا اولاد نہ بھی ہو تو اسے اللہ تعالی کی قضا وقدر سمجھ کر راضی رہیں اور شرک سے دور رہیں

لڑکی کی پیدائش پر افسوس کرنا

انسانوں نے ہمیشہ صنفِ نازک پر ظلم کیا، یہودیوں نے عورت کو گناہ کی ماں، بدی کی جڑ اور انسانیت کے ماتھے پر ایک کلنگ قرار دیا تو عیسائیوں نے اسے انسان تسلیم کرنے سے بھی انکار کردیا، اور عورت کو انسان نما ایک چڑیل قرار دیا، ہندومت میں لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھا جاتا، شادی کے بعد بدقسمتی سے اگر اس کا شوہر انتقال کرجاتا تو اسے ان دونوں راہوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ باقی ہی نہیں رہ جاتا: 1) یا تو وہ اپنے لئے موت سے بدتر زندگی کا انتخاب کرلے۔2) یا شوہر کی چِتا کے ساتھ ہی زندہ آگ میں جل کر راکھ کا ڈھیر ہوجائے۔ عرب میں بچی کی پیدائش کو ذلّت سمجھا جاتا اور جس کے گھر لڑکی پیدا ہوتی وہ لوگوں سے نظریں بچا بچا کر پھرتا، جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِالۡاُنۡثٰی ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ کَظِیۡمٌ ☆ یَتَوَارٰی مِنَ الۡقَوۡمِ مِنۡ سُوۡٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمۡسِکُهٗ عَلٰی هُوۡنٍ اَمۡ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴾ (النحل: 58/59) جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے، اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے، اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں

سے چھپتا پھرتا ہے (کہ اس کے بعد کیا منہ دکھائے) (منصوبے بناتا ہے کہ) اس بیٹی کو ذلّت کے ساتھ لئے رہے یا زمین میں دبا دے (زندہ درگور کردے) یہ لوگ کیا ہی بُرے فیصلے کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں نومولود بچیوں کو زندہ زمین میں دفن کردیا جاتا اور اس پر فخر کیا جاتا تھا، ایک جاہلی شاعر کہتا ہے:

تهوى حياتي وأهوى موتها شفقا   والموت أكرم نزلا للحرم

میری بچی میری زندگی چاہتی ہے اور میں اس پر شفقت کی وجہ سے اس کی موت چاہتا ہوں، اور عورتوں کے لئے موت ہی سب سے بہترین تحفہ ہے۔ ایسے زمانے اور ایسے ماحول میں اللہ تبارک وتعالی نے ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا، آپ ﷺ نے اپنی رحمت کے خزانے جہاں ساری انسانیت پر لٹائے، وہیں آپ ﷺ نے اپنی شفقتوں سے صنفِ نازک کو بھی نہال کردیا، اور بچیوں اور عورتوں کے لئے خصوصی احکامات عطا فرمائے، بچیوں کو پالنے پوسنے اور ان کی اچھی تربیت پر جنّت کی خوش خبری عطا فرمائی:

1-عن أنس رضي الله عنه، عن النبي ﷺ قال: " من عال جاريتين حتّى تبلغا، جاء يوم القيامة أنا وهو كهاتين ،، وضمّ أصابعه. (رواه مسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دو بچیوں کی ان کے بالغ ہونے تک پرورش کی، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا میں اس کے ساتھ ان دونوں انگلیوں کی طرح رہوں گا،، پھر آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں (انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی) کو ملایا۔

2-عن عائشة رضي الله عنها قالت: دخلت عليّ إمرأة ومعها إبنتان لها تسأل، فلم تجد عندى شيئا غير تمرة واحدة، فأعطيتها إيّاها، فقسمتها بين إبنتيها ولم تأكل منها، ثمّ قامت فخرجت، فدخل النبى ﷺ علينا، فأخبرته فقال: " من أُبتلي من هذه البنات بشيء فأحسن إليهنّ كنّ له سترا من النار " (متفق علیہ) حضرت عائشۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ساتھ کچھ مانگنے کے لئے میرے گھر میں آئی، اس نے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہیں پایا، میں نے وہی اسے دے دیا، اس نے خود تو اس میں سے کچھ نہیں کھایا، بلکہ اس کھجور کو دونوں بچیوں میں برابر بانٹ دیا، پھر نکل کھڑی ہوئی، پھر میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ان بچیوں کے ذریعے مصائب سے آزمایا جائے، اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، تو یہ بچیاں اس کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائیں گی۔

3-عن عائشة رضي الله عنها قالت: جاء تنى مسكينة تحمل إبنتين لها، فأطعمتها ثلاث تمرات، فأعطت كلّ واحدة منهما تمرة ورفعت إلى فيها تمرة لتأكلها، فاستطعمتها إبنتاها، فشقّت التمرة التى تريد أن تأكلها بينهما، فأعجبنى شأنها، فذكرت الذى صنعت لرسول الله ﷺ فقال: إنّ الله قد أوجب لها بها الجنّة وأعتقها بها من النار ،، (رواه مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مسکین عورت اپنی دو بچیوں کے ساتھ میرے گھر آئی، میں نے اسے کھانے کے لئے تین کھجوریں دیں، اس

نے اپنی دونوں بچیوں کو ایک ایک کھجور دی اور ایک کھجور خود کھانے کے لئے اپنے منہ تک لے گئی، اسی وقت اس کی دونوں بچیوں نے وہ کھجور اس سے مانگ لیا، اس نے اپنے حصّے کے کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں میں بانٹ دیا، مجھے اس کا یہ کام پسند آیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ماجرا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے اس کے اس کام کی وجہ سے اس کے لئے جنّت واجب کردی اور اسے جہنم سے آزاد کردیا۔

4-بچیوں سے آپ ﷺ کی محبت کا عالم یہ تھا، مسند احمد کی روایت ہے: ''كان النبی ﷺ **إذا رجع من غزو أو سفر بدأ بالمسجد ثمّ يأتي فاطمة** ،، رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی غزوہ یا سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے مسجد آتے پھر اپنی لختِ جگر نورِ نظر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے۔ گویا کائنات کے آقا کو ربِّ کائنات کے بعد سب سے زیادہ یاد اپنی بیٹی کی آتی۔

5-ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، جب انہوں نے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنی چاہی، فرمایا: ''**أن بني هشام بن المغيرة إستاذنوني أن ينكحوا إبنتهم علي بن أبي طالب ، فلا آذن لهم ثمّ لا آذن لهم ثم لا آذن لهم ، ألا أن يحبّ بن أبي طالب أن يطلّق إبنتي وينكح إبنتهم ، فإنّ فاطمة بضعة منّي يريبني ما رابها ويؤذيني ما آذاها** ،، (مسلم/ حدیث نمبر 2449) بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اپنی بیٹی کا علی بن ابی طالب سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی ہے، میں انہیں اس کی کبھی اجازت نہیں دے سکتا، کیا ابوطالب کا بیٹا پسند کرے گا کہ وہ میری بیٹی کو طلاق دے

کر ان کی لڑکی سے شادی کرلے؟ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے شک میں ڈالتی ہے وہ مجھے بھی مشکوک ہے، اور جو چیز اسے تکلیف پہنچاتی ہے وہ میرے لئے بھی اذیّت ناک ہے۔

6-ایک اور روایت میں یوں ہے: ''**إنّمافاطمة بضعة منّي ، وأنا أكره أن تفتن ، وذكر أبا العاص بن الربيع فأحسن عليه الثناء ، وقال أنّه لا يجمع بين بنت رسول الله ﷺ وبين عدّو الله** ،، (المعجم الكبير/ ج20 ص 19) فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، مجھے یہ ناپسند ہے کہ اسے آزمائش میں ڈالا جائے، پھر آپ نے اپنے بڑے داماد حضرت أبوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر فرمایا، پھر فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ کے رسول (ﷺ) اور اللہ کے دشمن کی بیٹیاں ایک شخص کی زوجیت میں جمع ہوں۔

چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کے ڈر سے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی زندگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔

لیکن افسوس! ہمارے معاشرے میں بھی بیٹوں اور بیٹیوں میں تفریق اور بچوں کو بچیوں پر ترجیح دینے کی وہی جہالت موجود ہے جو کبھی عربوں میں تھی، کتنے لوگ ایسے ہیں کہ بیٹے کی پیدائش پر تو لڈّو بانٹتے پھرتے ہیں لیکن لڑکی کی پیدائش پر ان کا منہ لٹک جاتا ہے، بیویوں سے روٹھ جاتے ہیں، نہ صرف روٹھتے ہیں بلکہ کئی ایسے ہیں جنھوں نے لڑکیوں کی پیدائش پر اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، ہزاروں وہ ہیں جنھوں نے حالتِ حمل میں اپنی بیویوں کی طبّی جانچ کروائی اور جب انھی یہ پتہ چلا کہ آنے والا مہمان لڑکا نہیں بلکہ لڑکی ہے، انہوں نے اپنی قساوتِ قلبی سے حمل

ساقط کروادیا ، کئی ایسے واقعات میں تو ان گنت عورتوں کی قیمتی جانیں بھی ضائع ہوگئیں ، یہ بالکل وہی جہالتِ کبریٰ ہے جس میں ایامِ بعثت سے پہلے عرب قوم گرفتار تھی کہ وہ معصوم بچیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے ۔جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے :
﴿ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ☆ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴾ (تکویر: ۸/۹)جب کہ زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ اسے کس جرم میں ماردیا گیا ؟۔

اس لئے ہر مسلمان کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو ضروری ہے کہ وہ بچہ ہو یا بچی ہر ایک کو اللہ کی امانت اور اس کا تحفہ سمجھتے ہوئے قبول کرلے ، کیونکہ وہی قادرِ مطلق ہے ، وہی جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے :﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ☆ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾ (الشوری : 49 / 50) اللہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کا مالک ہے ، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے ، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہے لڑکے ، جسے چاہتا ہے لڑکے لڑکیاں ملا جُلا کر دیتا ہے ، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کردیتا ہے ، بے شک وہ ہر چیز کو جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے ۔

کان میں اذان کہنا

بچّے کی ولادت کے بعد سب سے پہلا یہ کام کیا جائے کہ کسی نیک ، دیندار اور پرہیز گار شخص کے ذریعے اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہلوائی جائے ، یہ اس لئے کہ دنیا میں آنے کے بعد بچے کے کان میں سب سے

پہلے رب العالمین کا نام ، اور کلمہء شہادت **أشهد أن لا اله الاّ الله وأشهد ان محمدرسول الله** کی صدا گونجے ، یہ گویا اس کے دنیا میں آنے کے بعد شہادتین کی تلقین ہے ، جیسے کہ اس وقت شہادتین کی تلقین کی جاتی ہے جب ایک مسلمان دنیا سے آخرت کے سفر پر روانہ ہوتا ہے ۔اس میں اللہ تعالی اور اس کے دین کی دعوت اور عقیدہء توحید کا اہتمام ہے ، یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ شیطان اذان کے کلمات سن کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے ، وہ اس کی ولادت کے انتظار میں رہتا ہے تا کہ جونہی وہ پیدا ہو تو اس کو چھوئے ، اور وہ اس سے اپنے پہلے ہی تعلق میں وہ کلمات سنتا ہے جو اسے ناگوار ، غصّہ دلانے والے اور کمزور کرنے والے ہیں تو گویا یہ شیطان اور نفسانی خواہشات کو اسی وقت سے دور کرنے کا اہتمام ہے جب بچہ دنیا کی بُو سونگھتا اور اس کے وجود کی بادِ نسیم سے متمتع ہوتا ہے ۔

1-عن أبي رافع رضي الله عنه أنه قال :" رأيت رسول الله ﷺ أذّن في أذن حسن بن علي حين ولدته فاطمة ،، (أبوداؤد / ترمذي وقال حديث حسن صحيح) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے کان میں اس وقت اذان دیا جب انہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جنم دیا ۔

تحنیک

تحنیک(گھٹی)کا مطلب کھجور کو اچھی طرح چبا کر بچے کے منہ میں ڈالنا اور ہونٹوں پر رگڑنا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی نیک اور بزرگ شخصیت کے پاس بچے کو لے جایا جائے اور اس کے ذریعے تحنیک اور برکت کی دعا کرائی جائے اور

نام رکھوایا جائے، اگر کھجور نہ ملے تو کسی بھی میٹھی چیز سے تحنیک کرائی جاسکتی ہے۔

1-ابی موسی الأشعری رضی الله عنه قال : " ولد لی غلام فأتیت به النبی ﷺ فسمّاه إبراهیم وحنّكه بتمرة ودعا له بالبركة ودفعه إلي ،، قال الراوی :" وكان أكبر ولد أبی موسی ،، (البخاری : كتاب العقیقة / باب : تسمیة المولود)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:'' میرے ہاں لڑکا ہوا، میں اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا، آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور سے اس کی تحنیک کی اور اس کے لئے برکت کی دعا کی ، پھر میرے حوالے کیا،، راوی کہتے ہیں کہ:'' یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا لڑکا تھا،،۔

2-عن أنس بن مالك رضی الله عنه قال : كان إبن لأبی طلحة یشتكی ، فخرج أبوطلحة ، فقبض الصبی ، فلما رجع أبو طلحة ، قال : ما فعل الصبی ؟ قالت أم سلیم : هو أسكن ما كان ، فقربت إلیه العشاء ، فتعشّی ثم أصاب منها ، فلمّا فرغ ، قالت : وارِ الصبیّ ، فلمّا أصبح أبو طلحة أتیٰ رسول الله ﷺ فأخبره ، فقال : " أعرستم اللیلة ،، قال: نعم ، قال : " اللّهمَّ بارک لهما ،، فولدت غلاما ، فقال لی أبو طلحة : " إحمله حتی تأتی به النبی ﷺ ، وبعث معه بتمرات ، فأخذه النبی ﷺ فقال : " أمعه شیء ،، قالوا : نعم تمرات ، فأخذها النبی ﷺ فمضغها ، ثم أخذ ها من فیه فجعلها فی فی الصبیّ ، ثمّ حنّكه

وسمّاه عبد الله ،، (البخاری : كتاب العقیقة / باب : تسمیة المولود . وكتاب الجنائز / باب : من لم یظهر حزنه عند المصیبة)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:'' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ بیمار تھا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے کسی کام سے نکلے اور بچے کا انتقال ہوگیا، جب وہ واپس آئے تو انہوں نے پوچھا: بچے کا کیا حال ہے؟ حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ پہلے سے زیادہ سکون میں ہے، پھر انہوں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو شام کا کھانا پیش کیا، انہوں نے کھانا کھایا، پھر اپنی بیوی سے ہم بستری کی ، جب وہ اس کام سے فارغ ہوگئے تو حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا:'' اب بچے کی تدفین کا بندوبست کرو،، جب صبح ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ماجرا ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: '' کیا تم دونوں نے رات میں ہم بستری کی ؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں ، آپ نے فرمایا:'' یا اللہ ! ان دونوں کی اس رات میں برکت عطا فرما،، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اسی رات کے حمل سے ایک بچے کو جنم دیا، مجھے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اس بچے کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤ، ساتھ ہی کچھ کھجوریں بھی بھیج دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس بچے کے ساتھ کچھ لائے ہو؟ لوگوں نے کہا: کھجوریں ہیں، رسول اللہ ﷺ نے انہیں لیا اور چبا کر اپنے منہ سے نکالا اور بچے کے منہ میں ڈالا اور پھر اس کی تحنیک کی اور اس بچے کا نام عبداللہ رکھا۔

عقیقہ

عقیقہ کے لغوی معنے کاٹنے اور ذبح کرنے کے ہیں ، اصطلاحِ شرعی میں نومولود کی جانب سے اس کی پیدائش کے ساتویں دن جو بکرا یا بکری ذبح کی جائے اسے عقیقہ کہتے ہیں ، یہ مسنون ہے ، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے ۔

1-عن سلمان بن عمار الضبّی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : "مع الغلام عقیقة ، فأهریقوا عنه دما ، وأمیطوا عنه الأذی ،، (رواه البخاری)

حضرت سلمان بن عمار الضّبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''لڑکے کے لئے عقیقہ ہے ، اس کی جانب سے تم خون بہاؤ ، اور اس سے آلائش (سر کے بالوں) کو دور کرو ۔

2-عن سمرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :" کل غلام رهینة بعقیقته ، تذبح عنه یوم سابعه ، ویسمّیٰ فیه ویحلق رأسه ،، (رواه الترمذی والنسائی وإبن ماجة)

سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : '' ہر بچہ اپنا عقیقہ ہونے تک گروی ہے ، اس کی جانب سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائیگا ، اس دن اس کا نام رکھا جائے اور سر منڈوایا جائے گا ۔

3- عن عائشة رضی الله عنها قالت ، قال رسول الله ﷺ : " عن

الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریة شاة ،،(أحمد / ترمذی .صحیح)

حضرت عائشۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : لڑکے کی جانب سے دو ہم عمر بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ہے ۔

4-عن أم کرز الکعبیة رضی الله عنها ، أنها سألت رسول الله ﷺ عن العقیقة ، فقال :" شاتان مکافئتان وعن الأنثیٰ واحدة ، ولا یضرّکم ذکرانا کنّ أو إناثا ،، (أحمد / ترمذی)

حضرت ام کرز الکعبیۃ فرماتی ہیں ، میں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقے کی بابت سوال کیا ، تو آپ نے فرمایا : ''لڑکے کی جانب سے دو ہم عمر بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ہے ، عقیقہ کے جانور چاہے بکرے ہوں یا بکریاں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا ۔

5-عن عائشة رضی الله عنها أنّهاقالت : عقّ رسول الله ﷺ عن الحسن والحسین یوم السابع وسمّاهما ، وأمر أن یماط عن رؤسهما الأذی ،، (أبوداؤد : باب : ماجاء فی وقت العقیقة وحلق الرأس والتسمیة . صحیح) حضرت عائشۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ، رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ساتویں دن کیا اسی دن ان کا نام رکھا اور حکم دیا کہ ان کے سروں سے بال مونڈ دئے جائیں ۔

عقیقے سے متعلق چند اہم باتیں درجِ ذیل ہیں :

1 ۔بچوں کا عقیقہ کرنا سنّت ہے ، یہ آپ ﷺ سے کئی متواتر احادیث کے ذریعے قولاً اور عملاً ثابت ہے ، جو لوگ عقیقہ نہ کر کے اس کی رقم صدقہ وخیرات کرنے کو

ترجیح دیتے ہیں ، وہ مخالفِ سنّت عمل کررہے ہیں ، اس طرح عقیقہ ادا ہی نہیں ہوتا۔

2۔ ساتویں دن عقیقہ کرنا چاہیئے ، اگر ساتویں دن ممکن نہ ہو چودھویں اور اکیسویں دن بھی جائز ہے ، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ۔ میمونی کہتے ہیں : میں نے حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سے پوچھا کہ بچے کا عقیقہ کب کیا جائے ؟ فرمایا : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس تعلق سے فرماتی ہیں : ساتویں ، چودھویں اور اکیسویں دن عقیقہ کیا جائے ،، ۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ’’اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ساتویں دن کی قید مستحب ہے ، اگر کسی نے بچے کی پیدائش کے چوتھے ، یا آٹھویں ، یا دسویں دن یا اس کے بعد بھی عقیقہ کرتا ہے تو اس کے لئے کافی ہوگا ۔

3۔ بچے کے عقیقہ کیلئے دو اور بچی کے لئے ایک بکرا یا بکری ضروری ہے ۔ کچھ علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی کے پاس استطاعت نہیں ہے تو وہ لڑکے کے عقیقہ میں ایک جانور بھی ذبح کرسکتا ہے ، ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے کہ : ’’أن رسول الله ﷺ عقّ عن الحسن والحسين كبشا كبشا ،، (رواه أبوداؤد) کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے میں ایک ایک دُنبہ ذبح کیا ۔ کچھ علماء نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ سنن نسائی کی روایت سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے نواسوں کے عقیقے میں دو دو دنبے ذبح کئے ۔

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما أنه قال : " أن رسول الله ﷺ عقّ عن الحسن والحسين بكبشين كبشين ،، (رواه النسائي) کہ آپ

ﷺ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے میں دو دو دُنبے ذبح کئے ۔

4۔ ساتویں دن بچے یا بچی کے سر کے بال زعفران کے پانی سے تر کرکے مونڈ دئے جائیں ، اور ان بالوں کو چاندی سے وزن کرکے صدقہ اور خیرات کردیا جائے

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ أمر بحلق رأس الحسن والحسين يوم سابعهما ، فحلقا ، وتصدّق بوزن فضّة ،، (ترمذی ۔ حاکم ۔ بیہقی ۔ حدیث صحیح) أنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ساتویں دن حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے سر منڈوانے کا حکم دیا ، جب وہ مونڈ دئے گئے تو اس کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کردی گئی ۔

5۔ مذکورہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ کے دن ہی نام رکھنا چاہیئے ، جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنے نواسوں کا ساتویں یعنی عقیقہ کے دن نام رکھا ، چند روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں دن سے پہلے بھی نام رکھا جاسکتا ہے ، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے :

عن أنس رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :" ولد لي الليلة غلام فسمّيته بإسم أبي إبراهيم ،، (مسلم) حضرت أنس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : گذشتہ رات میں میرے ہاں لڑکا ہوا ، میں نے اس کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے نام پر ابراہیم رکھا ،، ۔

6۔ عقیقہ کا گوشت خود بھی کھائیں اور دوست واحباب ، اقارب ورشتہ دار ، غرباء ومساکین اور دایہ وغیرہ کو کھلائیں ، چاہے گوشت بانٹ دیں یا پکا کر کھلائیں ، دونوں طرح جائز ہے ۔ آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے دایہ کو عقیقہ کے

جانور کا ایک ران بھیجنے کا حکم دیا: **وعن علی رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ أمر فاطمة ، فقال : زنی شعر الحسین وتصدّقی بوزنه الفضّة ، وأعطی القابلة رجل العقیقة ،، .(رواه البیهقی (9/ 304) الضحایا / ما جاء فی التصدّق بزنة شعره فضّة وما تعطی القابلة)**

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: '' رسول اللہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: '' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بالوں کو وزن کرو، اس وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو، اور دایہ کو عقیقے کے جانور کا ایک دستی (ران کے ساتھ) دے دو۔

اب دایہ وغیرہ کا دور نہیں رہا، ہسپتال کی نرسیں یہ تمام کام سنبھالتی ہیں، اور انہیں اس کے لئے ایک معقول فیس ادا کی جاتی ہے، اس لئے اب یہ ضروری نہیں۔

7۔ لوگوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں نہیں توڑنی چاہیئے ، بلکہ انہیں جوڑوں سے کاٹ کر الگ کرنا چاہیئے ، اس سلسلے میں تابعین سے کچھ مرسل روایات بھی ذکر کی گئی ہیں، لیکن ان کی کوئی حقیقت نہیں، اس لئے کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی مرفوع روایت مذکور نہیں ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اگر ہڈی کو نہ توڑا گیا تو اس گوشت سے کما حقہ، فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، اس لئے یہ مرسل روایات حجت اور دلیل نہیں۔

8۔ کئی لوگ گائے کے حصّوں سے عقیقہ ادا کرتے ہیں، مثلاً اگر کسی نے اپنے تین لڑکوں اور ایک لڑکی کا عقیقہ کرنا چاہا، اس نے ایک گائے لے لی اور اس کو اپنے بچوں کی جانب سے عقیقہ میں ذبح کردیا۔ یہ طریقہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس

کی کوئی سند صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین سے نہیں ملتی، اس لئے بھی کہ ایک فرد کی جانب سے ایک جانور (لڑکا ہو تو دو) کا خون بہانا ضروری ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کی سنّت ہے، اگر کئی بچوں کے عقیقہ میں ایک خون بہایا جائے تو یہ خون ایک فرد کے جانب سے بہے گا نہ کہ تمام کی جانب سے۔ جب کہ اس میں کئی افراد کی جانب سے ایک جانور ذبح کیا جارہا ہے، جیسا کہ قربانی میں کیا جاتا ہے، واضح رہے کہ قربانی کے شرائط اور ہیں اور عقیقے کے احکام الگ ہیں ،عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور غلط ہے۔

9۔ کیا عقیقے میں بکرا بکری اور مینڈھا مینڈھی کے علاوہ دیگر جانور مثلاً اونٹ، گائے وغیرہ کو ذبح کیا جاسکتا ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے، کچھ لوگوں نے دیگر جانوروں کو بھی ذبح کرنے کو جائز قرار دیا ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن سلمان بن عمار الضبّی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : ''مع الغلام عقیقة ، فأهریقوا عنه دما ، وأمیطوا عنه الأذی،،(البخاری)

حضرت سلمان بن عمار الضبّی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' لڑکے کے لئے عقیقہ ہے، اس کی جانب سے تم خون بہاؤ، اور اس سے گندگی (سر کے بالوں) کو دور کرو۔

وہ کہتے ہیں کہ خون بہانے پر عمل، گائے ، اونٹ اور اونٹنی ذبح کرکے بھی کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ دیگر علماء کہتے ہیں کہ حضرت سلمان بن عمار رضی اللہ عنہ کی روایت مجمل ہے، جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مفصل ہے، اور مفصل روایت مجمل سے بہتر ہے۔ اور وہ یہ ہے: **عن عائشة رضی الله عنها قالت ،**

قال رسول الله ﷺ : " عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة،، (أحمد / ترمذی . صحيح) حضرت عائشۃ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:لڑکے کی جانب سے دو ہم عمر بکریاں اورلڑکی کیلئے ایک بکری ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صرف بکرا بکری اور مینڈھا مینڈھی ہی ثابت ہیں، اس کے علاوہ جتنے بھی اقوال ہیں وہ لائقِ اعتناء نہیں۔

10۔جس کا عقیقہ بچپن میں نہیں کیا گیا جیسا کہ ہندو پاک میں کئی جگہوں پر ہوتا ہے کہ بجائے عقیقے کے، چھٹے دن پر چھٹّی اور چالیسویں دن پر چلّہ کیا جاتا ہے، اگر کسی کو بڑا ہونے کے بعد اس کا شعور ہوا، وہ اگر عقیقہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ روایات ایسی مروی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت ملنے کے بعد اپنا عقیقہ کیا، اور یہ روایت صحیح ہے: **عن الهيثم بن جميل عن عبد الله المثنى عن ثمامة عن أنس رضى الله عنه أن النبى ﷺ عقّ عن نفسه،، . (أخرجه إبن حزم فى " المحلّىٰ ،، (6/ 239) والطحاوی فى " المشكل ،، (78/3 .79) قال الحافظ :" سنده قوى ، و هيثم بن جميل ثقة ، و عبد الله المثنى من رجال البخارى ،، فتح البارى : 515/9) (تحفة المودود بأحكام المولود لإبن القيّم)**

11۔عقیقے کے جانور کا چمڑا بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کر دینا چاہیئے، اسی طرح سری پائے وغیرہ بھی صدقہ کر دینا چاہئے، قصاب کو ان چیزوں میں سے کوئی چیز بطورِ اجرت نہیں دینا چاہئے، اگر چمڑے کو اپنے گھریلو استعمال میں لانا چاہے تو جائز ہے

12۔اگر کسی بچے کے عقیقے کے دن عیدالأضحیٰ آجائے تو کیا عقیقہ اور قربانی دونوں

کی جائے یا بچہ کی جانب سے قربانی ہی اس کے عقیقے کے لئے کافی ہوجائے گی ؟ اس سلسلے میں راجح بات یہی ہے کہ اگر باپ کے پاس استطاعت ہوتو وہ دونوں الگ الگ کرے، قربانی بھی اور عقیقہ بھی، اگر استطاعت نہیں ہے تو پھر بچے کی جانب سے قربانی ہی کردے جو اِنشاءاللہ اسکے عقیقے کے لئے بھی کافی ہوجائے گی۔

13۔عقیقے کا جانور ذبح کرتے ہوئے یہ دعا پڑھیں، جوحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں مروی ہے:

(ا) عن عائشة رضى الله عنها قالت : قال النبى ﷺ : " إذبحوا على إسمه فقولوا : بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَکَ ، وَإِلَيْکَ ، هٰذِهِ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ ،، (رواه عبد الرزاق فى " المصنّف ،، (7963.330/4)وأبو يعلىٰ: (4/ 4504.301) الحكم :(237/4) البيهقى :304/9) وصححه الحاكم ، ووافقه الذهبى ، وصححه إبن السّكن ، كما فى " التلخيص الحبير ،، لأبن حجر :(147/4) (تحفة المودود بأحكام المولود لإبن القيّم رحمه الله / تحقيق الشيخ صلاح الدين مقبول أحمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس بچے کے نام پر یہ کہہ کر ذبح کرو: بسم اللہ (اللہ کے نام سے) یا اللہ یہ تیرا ہے اور تیری ہی جانب ہے، یہ فلان .... یہاں نام لے............کا عقیقہ ہے،،

(۲) یا وہ دعا پڑھیں جوعموماً قربانی کے لئے پڑھی جاتی ہے، اس لئے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:" **إذا أراد الرجل أن يعقّ كيف يقول ؟ قال : يقول بسم الله ويذبح على النية كما يضحّى بنيته ، ويقول : هذه**

عقیقة فلان بن فلان ،،. (تحفة المودود بأحكام المولود لإبن القيّم رحمه الله / تحقیق الشیخ صلاح الدین مقبول أحمد /صفحه 211)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: اگر کوئی شخص عقیقہ کا جانور ذبح کرنا چاہے تو کیا کہے؟ تو آپ نے فرمایا: بسم اللہ کہہ کر اسی نیّت پر ذبح کرے جس طرح کہ وہ قربانی کے لئے کرتا ہے اور کہے: یہ فلان بن فلان کا عقیقہ ہے،،۔

عقیقے (اور قربانی) کی دعا یہ ہے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ عَقِیْقَةِ .... یہاں پر نام لیں .... بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کر دیں۔

(۳) اگر دل میں عقیقے کی نیت رکھ کر زبان سے الفاظ کو نہ ادا کرتے ہوئے ''بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ،، کہہ کر ذبح کر دیں تب بھی کافی ہے۔

14۔ وہ احکام جو ساتویں دن سے متعلق ہیں، وہ چار ہیں: 1) عقیقہ کرنا۔ 2) بال اتارنا۔ 3) نام رکھنا۔ 4) ختنہ کرنا۔

ناموں کے متعلق اسلامی احکام

ساتویں دن بچے یا بچی کا نام رکھا جائے، ناموں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے اپنی امّت کو واضح احکامات دئے ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں: عن أبی الدرداء رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ " إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وبأسماء آبائكم فأحسنوا أسمائكم ،، (أبوداؤد بأسناد

حسن وضعّفه الألبانی ضعیف أبوداؤد رقم 1053، وضعیف الجامع : 2036) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' تم قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، اس لئے تم اپنے نام اچھے رکھو،،۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اپنے ناموں کے ساتھ ان کی ولدیت (یعنی باپ کے نام) سے پکارا جائے گا، بخاری ومسلم کی صحیح روایت ہے: عن إبن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: " إذا جمع الله الأوّلين والآخرين يوم القيامة ، يرفع بكل غادر لواء يوم القيامة ، فيقال : هذه غدرة فلان بن فلان ،، .(بخاری: كتاب الأدب ، باب: يدعىٰ الناس بآبائهم . مسلم: كتاب الجهاد باب : تحريم الغدر)

جب اللہ تعالی تمام اگلوں پچھلوں کو میدانِ محشر میں جمع کرے گا، پھر ہر غدّاری کرنے والے شخص کے لئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ فلاں کے بیٹے فلاں کی غدّاری ہے۔

عام طور پر لوگوں میں جو مشہور ہے کہ روزِ محشر ہر شخص کو اس کی ماں کے نام ساتھ پکارا جائے گا، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ: إن أحبّ أسمائكم إلى الله عزّ وجلّ عبد الله وعبد الرحمن ،، (مسلم : رقم 2132) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی کو تمہارے ناموں میں سے سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں،،۔

عن أبی وھب الجشمی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ:" تسمّوا بأسماء الأنبياء ، وأحبّ أسمائکم إلی الله عزّ وجلّ عبد الله وعبد الرحمن، وأصدقها حارث وھمام ، وأقبحها خرب ومرّة ،، (أبوداؤد (5/ 237. کتاب الأدب /باب تغییر الأسماء) والنسائی(6/218.الخیل/ ما یستحبّ من شية الخیل . والحدیث ضعیف . وھو صحیح بدون زیادة " تسمّوا بأسماء الأنبیاء ،، (صحیح الأدب المفرد للبخاری : رقم625) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" تم انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے نام رکھا کرو، اور اللہ کے پاس پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں ،سب سے سچے نام حارث اور ہمام ہیں ، اور بدترین نام خرب (اُجڑا ہوا) اور مُرّہ (کڑوا، کسیلا) ہیں ،،۔

عن أبی ھریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ أغیظ رجل علی الله یوم القیامة وأخبثه رجل تسمّی ملک الأملاک ، لا ملک إلاّ لله ،، (مسلم : رقم 2143) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" اللہ تعالی کے پاس روزِ محشر سب سے بُرا اور مبغوض آدمی وہ ہوگا جسے شہنشاہ کے نام سے پکارا جاتا ہے، جب کہ بادشاہت سوائے اللہ کے اور کسی کی نہیں ۔،،

بُرے ناموں کو بدل دینا چاہیئے

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنه أنه قال : " أن إبنة لعمر کان یقال لھا عاصیة ، فسمّاھا رسول الله ﷺ جمیلة ،،.(ترمذی ،إبن ماجة) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں : حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام عاصیہ (نافرمان) تھا، آپ ﷺ نے اس کا نام بدل کر

جمیلہ (خوب صورت) رکھ دیا۔

عن سعید بن المسیّب رحمه الله عن أبیه عن جدّه قال : " أتیت رسول الله ﷺ فقال ما إسمك ؟ قلت: حَزن ، فقال : أنت سھل ، قال : لا أغیّر إسمًا سمّانیه أبی ، قال إبن المسیّب : فما زالت تلك الحزونة فینا بعد ،، ۔ (بخاری) سیّد التابعین حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ اپنے باپ ، دادا سے روایت کرتے ہیں : کہ وہ (حضرت سعید کے دادا) کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ نے مجھ سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے ؟ میں نے کہا: میرا نام حَزن (سختی ، رنج اور غم) ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا: تم سھل (نرمی اور آسانی) ہو، میں نے کہا: میرے باپ نے میرا جو نام رکھا ہے میں اسے بدلنا نہیں چاہتا ۔سعیدؒ فرماتے ہیں : کہ (رسول اللہ ﷺ کی بات نہ ماننے، اور اس نام کی تاثیر سے) یہی سختی اور رنج ہماری زندگی میں ہمیشہ کے لئے آ گیا۔

عن یحیی بن سعید أن عمر بن الخطاب قال لرجل : ما إسمك ؟ قال: جمرة ، قال : إبن من ؟ قال : إبن شھاب ، قال ممّن ؟ قال من الحرقة ، قال : أین مسکنك ؟ قال بحرّة النّار ، قال بأیتھا ؟ قال بذات لظی ، قال عمر : أدرك أھلك فقد ھلکوا وأحترقوا ، فکان کما قال عمر رضی الله عنه ۔(مؤطا إمام مالك) ترجمہ: یحیی بن سعید کہتے ہیں : حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے ؟ اس نے کہا: جمرہ (چنگاری) پوچھا: تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: شھاب (شعلہ) ہے ،پوچھا: کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ کہا حرقہ (حرارت)

سے، پوچھا: کہاں کے باشندے ہو؟ کہا: حرّۃ النار (سیاہ کنکریلی جھلسی ہوئی زمین) کا، فرمایا: یہ کونسے علاقے میں ہے؟ کہنے لگا: ذات لظی (آگ کی لپیٹ) میں، آپ نے جب اس کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا: تم فورًا اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچو، اس لئے کہ وہ ہلاک ہوگئے اور جل گئے ہیں، وہ جب اپنے علاقے میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی حادثہ پیش آیا۔

☆ان احادیث اور واقعات سے معلوم ہوا کہ بُرے ناموں کی بُری تاثیر ہوا کرتی ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنی اولاد کا اچھا نام رکھے اس لئے کہ اچھے ناموں کی تاثیر بھی انشاء اللہ اچھی ہوگی۔

☆ ایسے نام بھی نہیں رکھنا چاہیئے جن کے معانی تو صحیح ہوں لیکن اگر ان کی غیر موجودگی میں یہ کہہ دیا جائے کہ ”وہ نہیں ہے،، آدمی کو بُرا لگے اور ایک طرح کی بد شگونی ہوجائے، جیسا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

وعن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ”لا تسمّینّ غلامك یسار ولا رباحا ولا نجاحا ولا أفلح فإنّك تقول: أثمّ هو؟ فلا یکون، فیقول: لا،،۔ (رواہ مسلم: رقم2137)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے بچے کا نام یسار (آسان) رباح (فائدہ) نجاح (کامران) اور اُفلح (کامیاب) نہ رکھا کرو، کیونکہ جب تم یہ کسی سے یہ پوچھو گے کہ: کیا وہ ہے؟ اگر وہ نہ موجود ہوتو وہ تمہیں جواب دے گا کہ ”نہیں ہے،،۔

☆ایسے ناموں سے بچنا چاہیئے جن میں شرک پایا جاتا ہے، مثلاً: عبد النبی، عبد

الرسول، عبد الکعبہ، عبد العزّی، عبدِ مناف وغیرہ۔

☆ فرشتوں کے نام نہ رکھے جائیں، جیسے: جبریل، میکائیل، اسرافیل وغیرہ۔

☆ شیطانی نام نہیں رکھنے چاہئیں، جیسے: خنزب، ولھان، اُعور، اُجدع وغیرہ۔

☆ قرآنی سورتوں کے نام نہ رکھنا چاہیئے، مثلاً: یٰس، طٰہٰ، حٰم وغیرہ، عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ یٰس اور طٰہٰ رسول اللہ ﷺ کے نام ہیں، اس تعلق سے نہ کوئی صحیح حدیث وارد ہے نہ حسن اور نہ ہی مرسل روایت اور نہ ہی کوئی اثر۔ بلکہ یہ بھی قرآن مجید کے دیگر حروف مقطّعات، جیسے: الٓم، حٰم، الٓر، کی طرح ہی ہیں۔

☆ایسے ناموں سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے جن میں بے جا تکلّف، تصنّع اور اشتیاق پایا جاتا ہے، جیسےلڑکیوں کے نام تمنّا، آرزو، ارمان، حور، وغیرہ رکھنا۔

☆ ایسے ناموں سے بھی باز رہیں جن عورتوں کے ناموں میں مردوں کے ناموں سے اور مردوں کے ناموں میں عورتوں کے ناموں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

☆اسی طرح ایسے نام جن میں غیر مسلموں کے ناموں کا شبہ ہوتا ہے نہ رکھے جائیں، لڑکوں کے ناموں میں مثلاً: سورج، کرن وغیرہ اور لڑکیوں کے ناموں میں: قسمت، ریکھا، نیہا، وغیرہ۔

کنیت والے نام

بچوں کے نام کنیت والے بھی رکھ سکتے ہیں، تاکہ ان میں بلند کرداری، اعلیٰ ظرفی اور علوہمتی کا احساس پیدا ہو، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: عن **أنس رضی اللہ عنه قال: کان رسول اللہ ﷺ أحسن النّاس خلقًا، وکان لی أخ یقال له أبو عمیر، و کان النبی ﷺ إذا جاءہ یقول له:**

یا أبا عمیر ما فعل النغیر ؟ قال الراوی : أظنّہ کان فطیما . (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خلیق تھے، میرے ایک بھائی کا نام ابوعمیر تھا، آپ ﷺ جب اس کے پاس آتے تو فرماتے : اے ابوعمیر تمہارے مومولے (ایک پرندہ جس سے وہ کھیلا کرتے تھے) کا کیا حال ہے؟ راوی کہتے ہیں : میرا گمان ہے کہ ابوعمیر دودھ پیتے بچے تھے

☆ کنیت کے لئے ضروری نہیں کہ آدمی بچے ہونے کا انتظار کرے، بچے نہ ہونے کے باوجود آدمی اپنی کنیت رکھ سکتا ہے، اس طرح کی بے شمار مثالیں حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملتی ہیں، مثلاً : حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی کنیت سے ہی معروف ہیں جب کہ بکر نام کی آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی ۔ حضرت ابوہریرہ کو بھی ''ہریرہ،، نامی کوئی لڑکا نہ تھا، نہ حضرت ابوذر غفاریؓ کا کوئی لختِ جگر'' ذر'' کے نام کا ہے حضرت انس بن مالک کو بچوں کی پیدائش سے قبل ہی ابوحمزہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی کنیت اُبوسلیمان ہے جب کہ آپ کی اولاد میں ''سلیمان'' نام کا کوئی بیٹا نہیں ۔

☆ اپنے قریبی رشتہ داروں کے بچوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے بھی کنیت رکھی جاسکتی ہے، جیسا کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُمّ عبداللہ تھی، آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی کہ انہیں اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت کرتے ہوئے اپنی کنیت اُمّ عبداللہ رکھنے کی اجازت دی جائے، آپ ﷺ نے انہیں اجازت عطا فرمائی، اسی وجہ سے آپ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو اپنے بچے کی طرح چاہتی تھیں ۔

ختنہ

ختنہ لغت میں اس زائد چمڑی کو کہتے ہیں جو مرد کے عضوِ تناسل کے سر پر رہتا ہے، اس زائد چمڑی کو کاٹ دینے سے نظافت اور پاکیزگی کا اہتمام ہوتا ہے، اس لئے کہ پیشاب، منی وغیرہ جب اس چمڑی میں رہ جائے تو گندگی اور بدبو پیدا کرتے ہیں، جس کے سبب انسان ذَکر کے کینسر کا شکار بھی ہوسکتا ہے۔ اسلام دین ودنیا کی پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے، اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں، یہ الگ بات ہے کہ اس کے احکام کی بہت سی مصلحتوں تک انسانی ذہن کی رسائی نہیں ہوسکی، ختنہ کرنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنّت ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے : **عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : ''إنّ إبراهيم عليه السلام إختتن وهو إبن ثمانين سنة ،،(متفق عليه)** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسّی سال کی عمر میں (بحکمِ الٰہی) اپنا ختنہ کروایا۔

چونکہ اللہ تعالی نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی ملّت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا ہے ﴿ ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ﴾ **(النحل : 123)** ہم نے آپکی جانب وحی کی کہ آپ یکسو ہوکر ملّتِ ابراہیمی کی پیروی کریں اسی لئے آپ ﷺ نے نہ صرف ختنہ کا حکم دیا بلکہ عملاً امّت کو اس کی تاکید فرمائی اور اسے انسانی فطرت میں سے ایک قرار دیا:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الفطرة خمس

، الختان ، الإستحداد ، وقصّ الشارب ، وتقليم الأظافر ، ونتف الإبط ،، (متفق عليه) پانچ باتیں انسانی فطرت میں سے ہیں: 1) ختنہ کرنا 2) زیر ناف کے بال مونڈنا 3) مونچھ کتروانا 4) ناخن تراشنا 5) اور بغل کے بال اکھاڑنا ۔ دوسری روایت میں ہے: عن عمّار بن یاسر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : من الفطرة ، المضمضة ، والإستنشاق، وقصّ الشارب ، والسواك ، وتقليم الأظافر، ونتف الإبط، والإستحداد ، والإختتان ،، (رواه أحمد) حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمام باتیں فطرت میں داخل ہیں: 1) کُلّی کرنا 2) ناک میں پانی چڑھانا 3) مونچھ کتروانا 4) مسواک کرنا 5) ناخن تراشنا 6) بغل کے بال اکھاڑنا 7) زیر ناف کے بال مونڈنا 8) ختنہ کرنا۔

ختنہ کس عمر میں کیا جائے اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے، صحیح بات یہی ہے کہ اگر لڑکا صحت مند اور تندرست ہو تو عقیقے کے دن ہی ختنہ کر دینا چاہیئے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسوں کا کیا:

عن جابر رضی الله عنه قال : عقّ رسول الله ﷺ عن الحسن والحسين، وختنهما لسبعة أيّام ،، .(صحيح .رواه أبوداؤد :كتاب الأضاحى ،باب فى العقيقة . والنسائى :كتاب العقيقة ، باب كم يعقّ من الجارية . والبيهقى :8 / 324) رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ اور ختنہ ساتویں دن کیا۔" وختنهما لسبعة أيّام " حدیث کے یہ الفاظ نہ أبوداؤد کے ہیں نہ نسائی کے، بلکہ طبرانی کے ہیں اور ان الفاظ کو سوائے

ولید بن مسلم کے اور کسی نے روایت نہیں کیا۔ (المعجم الصغیر للطبرانی : 2/122) اگر بچے کی صحت ٹھیک نہیں ہے اور وہ کمزور ہے تو اس کے صحت مند اور طاقتور ہو جانے کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے، علماء نے زیادہ سے زیادہ ختنہ کی عمر دس سال ذکر کی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ دس سال تک انتظار کیا جائے ، بلکہ ممکن حد تک اس معاملے میں جلدی کرنی چاہیئے اور بچے کو گندگی و بدبو سے نجات دلانی چاہیئے ۔ بہت سے لوگ بچّے کے ختنہ کے دن دعوتیں کرتے اور جشن مناتے اور فضول خرچی کرتے ہیں ،اس طرح کی دعوتوں کا کوئی ثبوت رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ وتابعین سے نہیں ملتا،اس لئے ان تمام خرافات سے دور رہنا چاہیئے ۔

لڑکیوں کا ختنہ

عرب میں لڑکیوں کے ختنہ کا بھی رواج تھا اور آج بھی کئی اسلامی ممالک بالخصوص افریقہ میں اس کا چلن ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے مردوں کے لئے لازم اور عورتوں کے لئے مستحب قرار دیا: عن شدّاد بن أوس رضی الله عنه عن النبی ﷺ أنه قال :" الختان سنّة للرجال مكرمة للنساء ،، (رواه أحمد . ضعيف .سلسلة الأحاديث الضعيفة : 4 ، 410.409) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ختنہ مردوں کے لئے سنّت ہے اور عورتوں کے لئے اچھا ہے۔

یہ حدیث اگر چہ کہ ضعیف ہے لیکن اس پر عمل صحابہ کرام اور تابعین اور ائمّہء دین سے ثابت ہے، اس لئے اگر کوئی اس پر عمل کرتے ہوئے اپنی بچی کا ختنہ کروائے تو جائز ہے ۔ علماء نے اس کی مصلحت یہ ذکر کی ہے کہ اس سے عورت کے جذبات میں اعتدال آ جاتا ہے ۔

اولاد کے متعلق باپ کی ذمّہ داریاں

اولاد کی تربیت میں باپ کی سب سے اہم ذمّہ داری ہے، اس لئے کہ باپ ہی سے فطرۃً اولاد ڈرتی اور لحاظ کرتی ہے، آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: " كلّكم راع وكلّكم مسئول عن رعيّته ، والأمير راع ، والرجل راع على أهل بيته ، والمرأة راعية على بيت زوجها وولده ، فكلّكم راع وكلّكم مسئول عن رعيّته ،،(متفق عليه /عن إبن عمر رضى الله عنهما) ترجمہ: تم میں سے ہر ایک ذمّہ دار ہے اور اپنی ذمّہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا، امیر اپنی رعیت کا، مرد اپنے اہل وعیال کا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی ذمّہ دار ہے، اس طرح تم میں سے ہر شخص ذمّہ دار ہے اور اپنی ذمّہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی دینی وایمانی تربیت باپ کی ذمّہ داری ہے اور اس تعلق سے وہ اللہ کے پاس جواب دہ ہے۔

عن أبى موسى الأشعرى رضى الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : ما نحل والد ولدا من نحلٍ أفضل من أدب حسن ،، (ترمذى) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے زیادہ کوئی بہترین عطیہ نہیں دیا،،۔

عن إبن عباس رضى الله عنهما عن رسول الله ﷺ أنه قال :"

أكرموا أولادكم وأحسنوا أدبهم ،، (إبن ماجة) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنی اولاد کی عزّت کرو اور انکی اچھی تربیت کرو،،۔

عن على رضى الله عنه أنه قال : " علّموا أولادكم وأهليكم الخير وأدّبوهم ،، (اخرجه عبد الرزاق فى مسنده) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اپنے اہل وعیال کو بھلائی کی تعلیم دو، اور انہیں ادب سکھلاؤ،،۔

عن إبن عباس رضى اللّٰه عنهما عن رسول اللّٰه ﷺ أنه قال:" من حق الولد على الوالد أن يحسن أدبه ويحسن إسمه ،، (أخرجه البيهقى) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیٹے کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اسے بہترین ادب سکھائے،،

عن أنس رضى اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه ﷺ أنه قال:" الغلام يعق عنه يوم السابع ، ويسمّى ، ويماط عنه الأذى ، فإذا بلغ ستّ سنين أدّب ، وإذا بلغ تسع سنين عزل عن الفراش ، فإذا بلغ ثلاث عشرة سنة ضرب على الصلاة والصوم ، فإذا بلغ ستة عشرة سنة زوّجه أبوه ، ثمّ أخذ بيده ، وقال قد أدّبتک وعلّمتک ، وأنكحتک ، وأعوذ باللّٰه من فتنتک فى الدنيا وعذابک فى الآخرة ،، (إبن حبّان) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بچے کا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے، اس کے بال مونڈ دئے جائیں، جب وہ چھ سال کا ہوجائے تو اسے ادب سکھایا جائے، جب نو سال کا ہوجائے تو

اس کا بستر الگ کردیا جائے ، جب تیرہ سال کا ہوجائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارا جائے ، جب وہ سولہ سال کا ہوجائے تو باپ اس کی شادی کردے ، پھراس کا ہاتھ پکڑ کر کہے :میں نے تیری تربیت کی اور تجھے تعلیم دی ، اور تیری شادی کردی ، اور اب میں تیری دنیوی آزمائش اوراخروی عذاب سے اللہ کی حفاظت طلب کرتا ہوں

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص اپنے بچے کی نافرمانی کی شکایت لے کر آیا ، آپ نے اس کے لڑکے کو بلایا اور اسے اپنے باپ کی نافرمانی اوراس کے حقوق سے لاپرواہی پر ڈانٹ پلائی ،لڑکے نے آپ سے پوچھا : اے امیر المؤمنین ! کیا بیٹے کا باپ پربھی کوئی حق ہے یانہیں ؟ آپ نے فرمایا : کیوں نہیں ؟ اس نے کہا : اگر ہےتو آپ بتائیں ؟ آپ نے فرمایا ''أن ینتقی أمّه ، ویحسن إسمه ، ویعلّمه القرآن ،، اس کے لئے ایک پاکیزہ ماں کا انتخاب کرے ، اس کا نام اچھا رکھے اور اسے قرآن مجید سکھائے ۔لڑکے نے کہا : امیر المؤمنین ! میرے باپ نے ان تینوں حقوق میں سے ایک بھی ادا نہیں کیا ، میری ماں ایک مجوسی کی سوڈانی لونڈی تھی ، اورانہوں نے میرا نام جُعل (گوبر میں رہنے والا کالا کیڑا) رکھا ، اور مجھے قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا ،، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر باپ کی طرف متوجہ ہوئے اورفرمایا :'' جئت إليّ تشکو عقوق إبنک ، وقد عققته قبل أن یعقّک ، وأسأت إلیه قبل أن یسيء إلیک ،، ترجمہ :تم اپنے لڑکے کی نافرمانی اوراس کے بُرے سلوک کی شکایت لے کر آئے ہو، جب کہ تم نے اس کے حقوق کے بارے میں (رب کی) نافرمانی کی اور اس سے پہلے کہ وہ تمہارے ساتھ برا معاملہ کرتا تم نے خوداس کے ساتھ برا سلوک

کیا۔(تربیة الأولاد فی الإسلام : 137)

اولاد کے لئے والدین کی دعائیں

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالی سے اپنی اولاد کے حق میں دل کی گہرائیوں سے دعائیں کرتے رہیں ، اس لئے کہ اولاد کے حق میں والدین کی دعا ردنہیں کی جاتی بالخصوص جب کہ وہ اپنی فرمانبردار اولاد سے خوش ہوں، اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ اپنے اہل عیال کے لئے ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہتے ہیں ۔ ذیل میں چندقرآنی دعائیں ذکر کے جارہی ہیں جنہیں وقتاً فوقتاً انبیائے کرام اور صالحین نے اپنی اولاد کے لئے مانگی تھیں ،ہمیں بھی چاہئے کہ اپنی ان کی بھلائی کے لئے ان دعاؤں کا اہتمام کریں

1-ابو الأنبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے رب العالمین سے گڑگڑا کر نیک اولاد کے لئے یہ دعا مانگی :

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ☆ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ ﴾ (الصافّات : 100-101) ترجمہ : دعا کیا ، اے میرے رب ! مجھے نیک اولاد عطا کر، ہم نے انہیں نہایت صبر والے لڑکے کی خوشخبری دی ۔

2- حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالی سے اس وقت یہ دعا مانگی جب کہ ان پر اولاد سےکُلّی مایوسی چھا چکی تھی ، ایسے عالم میں فرماتے ہیں :

﴿ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِن لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴾ (آل عمران :38) میرے پروردگار ! مجھے اپنی جانب سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے

شک تو دعائیں سننے والا ہے۔

3- اللہ تعالی کے نیک بندوں کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کا ارشاد ہے :﴿ وَا لَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴾(الفرقان : 74)ترجمہ: اور وہ لوگ جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ : اے ہمارے رب ! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنادے۔

4-ابو الأنبیاء، خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بناء کعبہ کے مقدس ومبارک موقعہ پر جہاں اپنے لئے اللہ تعالی سے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں ساتھ ہی اپنی اولاد کے حق میں بھی کئی دعائیں کیں ،قرآن کہتا ہے :﴿وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ☆رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ص وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ج اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴾(بقرہ : 127-128) ترجمہ : (اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر (خانہ کعبہ) کی دیواریں اُٹھا رہے تھے (اور دعائیں کرتے جارہے تھے کہ) اے ہمارے رب ! ہماری اس خدمت کو شرفِ قبولیت عطا فرما ، بے شک تو سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ۔ اے ہمارے پروردگار ! ہم دونوں کو تیرا فرماں بردار بنا اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم کو اٹھا جو تیری فرمانبردار ہو، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا ، اور ہمیں معاف فرما ، بے شک تو درگذر کرنے والا اور رحم

کرنے والا ہے۔

اور اپنی دعا کے آخر میں رب العالمین سے بالخصوص باشندگانِ شہر مکّہ کی اصلاح وتربیت کے لئے امام کائنات شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مانگا ،حقیقت بھی یہی ہے کہ اس دعا کے بعد کسی اور دعا کی حاجت بھی نہیں رہتی ۔ بقولِ شاعر :

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

فرماتے ہیں : ﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴾ (بقرہ :129) پروردگارا ! ان لوگوں میں خود انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرما ، جو انہیں تیری آیات سنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں (گناہوں سے) پاک کرے تو بڑا مقتدر اور حکمت والا ہے ۔اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی پیغمبر بشمول ہمارے رسول جناب محمد ﷺ بھیجے وہ تمام کے تمام آپ کی ہی اولاد میں سے تھے۔

5- امام الحنفاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی بت پرستی سے حفاظت کے لئے اللہ تعالی سے خصوصی دعا فرمائی :

﴿وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ☆رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾(ابراہیم : 34) (اے اللہ!) مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا 'میرے پروردگار ! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے۔

شیخ ابراہیم تیمیؒ نے کیا خوب بات کہی ہے: ''**من يأمن البلاء بعد الخليل عليه السّلام حين يقول** : ﴿وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾ **كما عبدها أبي وقومي**.،، حضرت خلیل علیہ السلام کے بعد کون مبتلائے فتنہ ہونے کے ڈر سے آزاد رہ سکتا ہے؟ انہوں نے اللہ تعالی سے التجا کی کہ : مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچائے رکھنا کہ ہم اس طرح بتوں کی پوجا کریں جس طرح کہ میرے باپ اور میری قوم نے کی ۔(تفسیر قرطبی ۹/۳۶۸ - بحوالہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد: ڈاکٹر فضل الہی)

6-عام طور پر لوگ اپنی اولاد کو وہاں بساتے ہیں جہاں دنیوی وسائل واسباب کی کثرت ہو، پانی کی فراوانی ہو، اناج ، سبزیاں اور پھل وافر مقدار میں ہوں ،لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معیارِ انتخاب یہ نہ تھا، انہوں نے اپنی اولاد کو وہاں آباد کیا جہاں پانی تھا نہ کھیتی ، نہ دنیوی وسائل تھے نہ ہی سامانِ تعیّش تھا لیکن وہ مقام حرمت والے گھر کی جگہ تھی اور وہاں اولاد کے بسانے میں ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ اللہ کے مقدس گھر میں نماز قائم کریں ۔ دعا فرماتے ہیں :

﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾(إبراهيم :40) ترجمہ: اے ہمارے رب ! میں نے اپنی بعض اولاد کو تیرے باعزّت گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں بسایا ہے جہاں کھیتی نہیں ہوتی ، اے ہمارے پروردگار ! غرض صرف یہی ہے کہ وہ نماز قائم کریں ، اس لئے تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دے اور انہیں (انواع

واقسام کے) پھلوں سے روزی عطا کر، تاکہ وہ ہمیشہ تیرے شکر گذار رہیں ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اس فیصلے میں ان باپوں سے یکسر مختلف تھے جو اپنی اولاد کے لئے صرف دنیوی مفادات کو پیشِ نظر رکھتے ہیں اور اس بات کو بلکل نظر انداز کردیتے ہیں کہ ان کے فیصلے سے ان کی اولاد کے دین ، اخلاق اور آخرت کے بنانے اور بگاڑنے پر کیا اثرات مرتب ہونگے ۔

ہمارے نبی کریم ﷺ نے اسی بارے میں پہلے ہی خبر دے رکھی ہے، آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''**من كانت الدنيا همّه جعل الله الفقر بين عينيه ، وفرّق عليه شمله ، ولم يأته منها إلاّ ما قدّر له** ،، جس کا مقصود صرف دنیا ہو اللہ تعالی اس کی پیشانی پر فقر مسلّط کردیتے ہیں، اس کے معاملے کو بگاڑ دیتے ہیں اور دنیا اس کو اتنی ہی میسّر آتی ہے جو اس کے مقدر میں کی جاچکی ہے ۔(ترمذی : أبواب صفة القيامة ۔ رقم الحدیث 2583۔ اس حدیث کو علاّمہ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: صحیح سنن ترمذی : 2/ 300 بحوالہ : حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد: از ڈاکٹر فضل الہی)

7-نیز دعا فرمایا:﴿ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ﴾(إبراهيم :41) اے میرے رب ! مجھے اور میری اولاد کو نماز کا قائم کرنے والا بنادے' پروردگار ! میری دعا قبول فرما۔

8- نیک بندے اپنی دعاؤں میں اپنے والدین کے ساتھ اپنی اولاد کو بھی نہیں بھولتے :﴿ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ

اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ﴾(الأحقاف :15) میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہیں' اور ایسے نیک کام کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میری اولاد کو نیک بنادے، میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور بے شک میں تیرے فرمان برداروں میں سے ہوں۔

9-والدین صبح وشام ایک مرتبہ یہ دعا ضرور پڑھیں تاکہ انہیں اپنے اہل وعیال کے متعلق عافیت ملے، کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مندرجہ بالا دعا ہمیشہ صبح وشام پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے۔: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ الۡعَافِیَةَ فِیۡ الدُّنۡیَا وَالۡآخِرَةِ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِیَةَ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَدُنۡیَایَ وَأَھۡلِیۡ وَمَالِیۡ ، اَللّٰھُمَّ اسۡتُرۡ عَوۡرَاتِیۡ وَآمِنۡ رَوۡعَاتِیۡ ، اَللّٰھُمَّ احۡفَظۡنِیۡ مِنۡ بَیۡنِ یَدَیَّ وَمِنۡ خَلۡفِیۡ وَعَنۡ یَمِیۡنِیۡ وَعَنۡ شِمَالِیۡ، وَمِنۡ فَوۡقِیۡ ، وَأَعُوۡذُ بِعَظَمَتِکَ أَنۡ أُغۡتَالَ مِنۡ تَحۡتِیۡ" (الأدب المفرد، ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد، ابن حبان. الحاکم وصححہ الذہبی).

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے دنیا وآخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین، اپنی دنیا، اپنے اہل وعیال اور مال ودولت میں معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میرے عیبوں پر پردہ ڈال دے، اور مجھے ڈر اور خوف میں امن عطا کر، اے اللہ! تو میری حفاظت فرما میرے سامنے سے، میرے پیچھے سے، میری دائیں طرف سے، میری بائیں طرف سے، اور میرے اوپر سے، اور میں تیری عظمت کی پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ اچانک اپنے

نیچے سے ہلاک کیا جاؤں".

بچوں کے درمیان انصاف

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچوں کے درمیان محبت میں انصاف اور مساوات سے کام لیں، کسی بچے میں عقل مندی د1 یکھی تو اسے تمام بچوں پر ترجیح دی، کوئی زیادہ خوب صورت ہے تو اس سے بے حد پیار کیا، کسی کو اس لئے دھتکارا کہ وہ لڑکی ہے، یا چالاک و ہوشیار نہیں ہے، یہ اولاد کے ساتھ ظلم ہے، اس سے اولاد کے درمیان آپس میں بغض اور عناد پیدا ہوجاتا ہے، یہ جذبہ انہی کبھی کبھی ایک دوسرے کا دشمن بنادیتا ہے، وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے بلکہ قتل کردینے تک کی سوچنے لگتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر ان کے بھائیوں کا حسد بھی اسی قبیل سے تھا، جب انہوں نے محسوس کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام، ہمارے مقابلے میں حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ پیار کرتے ہیں، تب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو راہ سے ہٹانے سازش کی۔ قرآن کے بیان کے مطابق: ﴿لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ یُوۡسُفَ وَاِخۡوَتِهٖۤ آیَاتٌ لِّلسَّآئِلِیۡنَ ☆ اِذۡ قَالُوۡا لَیُوۡسُفُ وَاَخُوۡهُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیۡنَا مِنَّا وَنَحۡنُ عُصۡبَةٌ ط اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ☆ اقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ اَوِ اطۡرَحُوۡهُ اَرۡضًا یَّخۡلُ لَکُمۡ وَجۡهُ اَبِیۡکُمۡ وَتَکُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ قَوۡمًا صَالِحِیۡنَ ☆ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ وَاَلۡقُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ یَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّیَّارَةِ اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ ☆ قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا مَالَکَ لَا تَاۡمَنَّا عَلٰی یُوۡسُفَ وَاِنَّا لَهٗ

لَنَاصِحُوْنَ ☆ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ☆
قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ
غٰفِلُوْنَ ☆ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ☆
فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ
لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ☆ وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً
يَّبْكُوْنَ ☆ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا
فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ج وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ☆ وَجَآءُوْ
عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ط قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ط فَصَبْرٌ
جَمِيْلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴾ (یوسف: 7 تا 18)

ترجمہ: یقیناً یوسف اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں، جب کہ انہوں نے کہا: یوسف اور اس کا بھائی (بنیامین) بہ نسبت ہمارے، ہمارے باپ کو زیادہ پیارے ہیں، حالانکہ ہم (طاقتور) جماعت ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ابّا صریح غلطی میں ہیں۔ یوسف کو یا تو مار ہی ڈالو، یا کسی (نا معلوم) جگہ پھینک دو کہ تمہارے والد کی توجّہ صرف تمہاری ہی طرف ہوجائے، اس کے بعد تم نیک بن جانا۔ ان میں سے ایک نے کہا: یوسف کو قتل تو نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھے کنویں (کی تہہ) میں ڈال آؤ کہ اسے کوئی (آتا جاتا) قافلہ اٹھالے جائے، اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوں کرو۔ انہوں نے کہا: ابّا جان! آپ یوسف کے معاملے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟ ہم تو اس کے خیرخواہ

ہیں، کل آپ ضرور اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب کھائے پئے اور کھیلے، اس کی حفاظت کے ہم ذمّہ دار ہیں۔ (یعقوب علیہ السلام نے) کہا: اسے تمہارا لے جانا مجھے سخت صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ تمہاری غفلت کی وجہ سے اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ انہوں نے جواب دیا: اگر ہم جیسی (زورآور) جماعت کی موجودگی میں اسے بھیڑیا کھا جائے تو ہم بالکل نکمّے ہی ہوئے۔ پھر جب وہ اسے لے چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنویں کی تہہ میں پھینک دیں، ہم نے اس (یوسف) کی طرف وحی کی کہ یقیناً (وہ وقت آئے گا کہ) تو انہیں اس ماجرے کی خبر اس حال میں دے گا کہ وہ جانتے بھی نہ ہوں گے۔ اور عشاء کے وقت وہ سب اپنے باپ کے پاس روتے دھوتے پہنچے اور کہنے لگے: ابّا جان! ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑا، پھر اسے بھیڑیا کھا گیا، آپ تو ہماری بات پر ہرگز یقین نہیں کریں گے اگرچہ کہ ہم بالکل سچے ہیں۔ اور وہ یوسف کے کُرتے کو جھوٹے خون سے آلودہ بھی کرلائے تھے، باپ نے کہا: یوں نہیں، بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے، بس صبر ہی بہتر ہے اور میں نے تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد طلب کی ہے۔

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے معاملے میں اللہ تعالی سے ڈریں اور ان کے ساتھ انصاف کریں، اس سلسلے میں امّت کو رسول اللہ ﷺ کی ہدایات حسبِ ذیل ہیں۔

عن النعمان بن بشير رضى الله عنهما أن أباه أتى به رسول الله

ﷺفقال :"إنى نحلت إبنى هذا غلاما كان لى،، فقال رسول الله ﷺ : "أكلّ ولدک نحلته مثل هذا ؟ فقال :لا ، فقال رسول الله ﷺ : " إرجعه ،، (متفق عليه)

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے والد ان کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:'' میں نے اپنے اس لڑکے کو میرا ایک غلام عطا کیا ہے،، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' کیا تم نے اپنے سارے لڑکوں کو اسی طرح دیا ہے؟،، انہوں نے کہا: نہیں، پھر آپ نے فرمایا:'' تم اپنا عطیہ لوٹا لو،،۔

وفى رواية : فقال رسول الله ﷺ : "أفعلت هذا بولدک کلّهم ؟ قال : لا ، قال : " إتّقوا الله وأعدلوا فى أولادكم ،، فرجع أبى فردّ تلك الصدقة .(مسلم 1623) دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' کیا تم نے اپنے تمام لڑکوں کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے؟،، انہوں نے کہا: نہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:''(اولاد کے معاملے میں) اللہ تعالی سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو،، میرے باپ نے وہ عطیہ لوٹا لیا۔

وفى رواية : فقال رسول الله ﷺ :" يا بشير ألک ولد سوى هذا ؟ ،، قال نعم ، قال : " أكلّهم وهبت له مثل هذا ؟،، قال : لا، قال : " فلا تشهدنى إذًا ، فإنّى لا أشهد على جور ،،(متفق عليه) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' اے بشیر! کیا اس لڑکے کے علاوہ بھی تمہیں بچے ہیں؟ ،، انہوں نے کہا: ہاں ہیں، فرمایا:'' کیا تم نے تمام کو ایسے ہی دیا ہے؟ ،، کہا: نہیں دیا، فرمایا:'' جب تو تم مجھے اس معاملے میں گواہ نہ بناؤ، کیونکہ میں

ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا،، وفى رواية : فقال رسول الله ﷺ :"أشهد على هذا غيرى ،، ثمّ قال : أيسرّک أن يكونوا إليک فى البرّ سواء ؟ ،،قال : بلى ، قال : فلا إذًا ،، .(رواه البخارى ومسلم والترمذى وأبوداؤد والنسائى ومالک فى المؤطّا) اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' اس پر میرے علاوہ اور کسی کو گواہ بناؤ،، پھر آپ ﷺ نے فرمایا :'' کیا تمہیں یہ اچھا نہیں لگتا کہ وہ تمام تمہارے ساتھ بھلائی کرنے میں برابر ہوں؟ کہا: ہاں اچھا لگتا ہے، فرمایا:'' جب تو نہیں،،۔

عن أنس رضى الله عنه قال: " كان رجل جالسا مع النبى ﷺ فجاء ه إبن له ، فأخذه فقبّله ثمّ أجلسه فى حجره ، وجاء ت إبنة له فأخذها إلى جانبه ، فقال رسول الله ﷺ: " ألا عدلت بينهما ،، يعنى إبنه وإبنته فى تقبيلهما .(رواه البزار والبيهقى) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں اس کا لڑکا آیا، اس نے اسے پیار کیا اور پھر اپنے گود میں بٹھالیا، تھوڑی دیر بعد اس کی لڑکی آئی تو اس نے اسے اپنے پہلو میں بٹھالیا، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' تم نے ان دونوں کے درمیان انصاف تو نہیں کیا،، یعنی بیٹے کو پیار کر کے اور بیٹی کو پیار نہ کر کے۔

بچوں سے محبت

بچوں سے محبت وشفقت فطری چیز ہے، ماں کی اپنی اولاد سے محبت فطری اور مثالی ہے، مختلف موقعوں پر رسولِ اکرم ﷺ نے اس کی مثال دی ہے، ایک غزوہ کا واقعہ ہے: عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال : قدم رسول الله ﷺ

بسبی ، فإذا إمرأة من السبی تسعی ، إذ وجدت صبیًا فی السبی أخذته ، فألزقته ببطنها فأرضعته ، فقال رسول اللہ ﷺ : " أترون هذه المرأة طارحة ولدها فی النار ؟ قلنا : لا واللہ . فقال : لله أرحم بعباده من هذه بولدها ،، (متفق علیہ) ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : رسول اللہ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے جن میں ایک عورت بھی تھی (جس کا دودھ پیتا بچہ جنگ میں اس سے بچھڑ گیا تھا) قیدیوں میں وہ جب بھی کسی بچے کو پاتی اسے لے لیتی اور اپنے سینے سے چمٹا کر دودھ پلاتی، آپ ﷺ نے (اس عورت کی یہ کیفیت دیکھی تو صحابہ سے) فرمایا: کیا یہ عورت اپنے حقیقی بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: اللہ کی قسم ! ہرگز نہیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اپنے بچے پر جتنی مہربان ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر مہربان ہے،،۔

لیکن کچھ باپوں کا اپنی اولاد سے رویّہ انتہائی خشک اور محبت وشفقت سے خالی رہتا ہے، وہ اپنے باپ ہونے کا صرف یہی ایک سب سے بڑا حق سمجھتے ہیں کہ بچوں کے ساتھ سختی سے نپٹا جائے اوران کے ساتھ تلخ رویّہ اپنایا جائے ، بسا اوقات والد کے اس معاندانہ رویّہ سے عاجز آکر بچے پہلے تو احتجاج کرتے ہیں، جب احتجاج سے مطلب براری نہیں ہوتی تو پھر'' تنگ آمد بجنگ آمد،، کا مظاہرہ کرتے ہوئے بغاوت پر مائل ہوجاتے ہیں۔ بعد کے حالات تو اس قدر بدتر ہوجاتے ہیں وہ باپ کے مقابلے میں ڈٹ کر کھڑے ہوجاتے ہیں بلکہ مار پیٹ سے بھی دریغ نہیں کرتے ، اس طرح کے بچے جو اس قدر کشیدگی کے ماحول میں پرورش پاتے ہیں آگے چل کر معاشرہ کے لئے ایک مصیبت بن جاتے ہیں ، رحم کرم کے جذبات

سے تو وہ عاری ہی رہتے ہیں ساتھ ہی ساتھ بُری صحبت اور بازاری میل جول انہیں مجرم بنا دیتا ہے، وہ اپنی زندگی کی ابتداء چھوٹے موٹے جھگڑوں اور چوریوں سے کرتے ہیں پھر رفتہ رفتہ اپنے علاقے کے غنڈے اور بد معاش بن کر سارے معاشرے کے لئے دردِ سر بن جاتے ہیں۔زمانہء جاہلیت میں لوگ بچوں سے محبت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور چاہتے کہ بچوں سے جس قدر سختی کا برتاؤ کیا جاسکتا ہے کیا جائے ،تاکہ بچہ آگے چل کر شقی القلب اور ظالم واقع ہو اور میدانِ جنگ میں اپنے دشمنوں کے ساتھ وہ قساوتِ قلبی کا مظاہرہ کرے کہ دیکھنے والوں کے رونگھٹے کھڑے ہوں، بدنصیبی سے اس پر فخر بھی کیا جاتا ، رسول اللہ ﷺ کی پاک مجلس میں اس طرح کے لوگ مسلمان بننے کے لئے آتے اور آپ ﷺ کو بچوں کے ساتھ بے انتہا محبت وشفقت سے پیش آنے پر تعجب کرتے ۔اسی طرح کا ایک واقعہ ہے:

عن أبی هريرة رضی الله عنه ، أنه قال : قبّل رسول الله ﷺ الحسن بن علی ، وعنده الأقرع بن حابس التيمی جالس ، فقال الأقرع : إن لی عشرة من الولد ما قبّلت منهم أحد ، فنظر رسول الله ﷺ إليه ثم قال : من لا يرحم لايرحم . (بخاری) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ایک مرتبہ رسول اللہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو پیار کیا، آپ کی مجلس میں حضرت اقرع بن حابس التیمی رضی اللہ عنہ موجود تھے، انہوں نے کہا: میرے دس لڑکے ہیں لیکن میں نے آج تک کسی کو پیار نہیں کیا۔آپ ﷺ نے ان پر (افسوس کی) نظر ڈالتے ہوئے فرمایا:'' جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا،،۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت : جاء أعرابى إلى رسول الله ﷺ فقال : أتقبّلون صبيانكم ، فما نقبّلهم ؟ فقال النبى ﷺ :" أو أملك لک أن نزع الله من قلبک الرحمة ؟،، (الأدب المفرد للبخارى)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک بدو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر(تعجب سے) کہنے لگا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہیں جب کہ ہم ایسا نہیں کرتے ؟ آپ ﷺ نے تعجب سے اسے دیکھتے ہوئے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے محبت کو نکال لے تو میں کیا کرسکتا ہوں؟ آپ ﷺ کا بچوں سے محبت کا عالم یہ تھا کہ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اوراپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے گود میں لیتے ، سینے سے چمٹا لیتے اورفرماتے" اللّٰھم إنی أحبھما فأحبّھما ،، یا اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔(بخاری: باب : مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنھما)

عن أبى هريرة رضى الله عنه قال : خرج رسول الله ﷺ فى طائفة النهار ، لا يكلمنى ولا أكلمه ، حتّى أتى سوق بنى قينقاع ، فجلس بفناء بيت فاطمة رضى الله عنها فقال : " أثمَّ لُكَعُ ؟ أثمَّ لُكَعُ ؟ ،، فحبسته شيئا ، فظننت أنّها تلبسه سِخابا أو تغسّله ، فجاء يشتدّ حتّى عانقه وقبّله ، وقال : " أللّٰهم أحْبِبْه وأحبَّ من يُحِبُّه ،، (متفق عليه . أخرجه البخارى فى كتاب البيوع ، باب : ما ذكر فى الأسواق) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ دن کے ایک حصّہ میں باہر

تشریف لائے ، میں آپ کے ساتھ تھا ، ہم دونوں بالکل خاموش تھے ، نہ آپ ﷺ نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں کچھ بولنے کی جراءت کرسکا ، یہاں تک کہ آپ بنی قینقاع کے بازار تک آئے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صحن میں آکر بیٹھ گئے اور فرمایا: " چھوٹا کہاں ہے؟ چھوٹا کہاں ہے؟ لیکن انہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کچھ دیر روک لیا، تو میں سمجھ گیا کہ حضرت فاطمہ انہیں خوشبو کا ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا دھلا رہی ہیں ، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ تیزی سے دوڑتے ہوئے آئے اور آتے ہی نبی کریم ﷺ کے سینے سے لپٹ گئے ، آپ ﷺ نے انہیں پیار کیا اور فرمایا: اے اللہ ! تو اسے لوگوں کا محبوب بنا اور جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت کر۔

عن بريدة رضى اللّٰه عنه قال رأيت النبى ﷺ يخطب ، فجاء الحسن والحسين ، وعليهما قميصان أحمران ، يمشيان ويعثران ، فنزل النبى ﷺ ، فحملهما ، ووضعهما بين يديه ثم قال ﴿ إنّما أموالكم وأولادكم فتنة ﴾ نظرت إلى هذين الصّبيّين يمشيان ويعثران ، فلم أصبر حتى قطعت حديثى ، ورفعتهما . (رواہ الترمذی) ترجمہ: حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے ، اتنے میں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آئے ، دونوں سرخ قمیص زیبِ تن کئے ہوئے تھے ، (قمیص کی لمبائی کی وجہ سے) چلتے ہوئے لڑکھڑا کر گر رہے تھے، آپ ﷺ سے رہا نہیں گیا ، آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور انہیں اٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمایا" بے شک تمہارے مال اور اولاد آزمائش ہیں،، میں نے ان

دونوں بچوں کو دیکھا کہ وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا کر گر رہے تھے تو مجھ سے صبر نہیں ہوسکا یہاں تک کہ مجھے اپنی بات کو روک کر انہیں اٹھانا پڑا۔

آپ علیہ السلام بچوں کو اپنی مجلس میں شامل رکھتے بلکہ بچوں کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے، بسا اوقات اپنے ساتھ منبر پر بٹھاتے، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو منبر پر بٹھایا اور کبھی انہیں اور کبھی لوگوں کو دیکھتے ہوئے فرمایا: ''إبني هذا سيّد ، ولعلّ الله أن يصلح به بين فئتين من المسلمين ،، (حوالہء سابق) یہ میرا بیٹا سردار ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے۔ اور یہ پیشین گوئی ۴۱ھ میں پوری ہوئی جب کہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو ایک اور عظیم کشت وخون اور باہمی افتراق وانتشار سے نجات دلایا۔

حتّٰی کہ آپ ﷺ نے اپنی نواسی حضرت امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہما کو حالت نماز میں بھی اٹھائے رہتے، عالم یہ ہوتا کہ حالت قیام میں کندھے پر سوار کر لیتے، جب حالتِ رکوع یا سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے۔ (متفق علیہ عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ) حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اپنی پیٹھ پر سوار فرما لیتے اور اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے فرماتے: '' نعم الجمل جملكما ، ونعم العدلان أنتما ،، تمہاری سواری کیا ہی بہترین ہے اور تم کتنے بہترین شہسوار ہو۔ (الإصابۃ فی تمیز الصحابۃ)

بچوں پر سے گذرتے تو انہیں سلام کیا کرتے، چھوٹے بچوں کو کھلاتے، حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی زیر کفالت تھیں آپ علیہ السلام ان

کے ساتھ کھیلا کرتے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس سال آپ کی خدمت کی لیکن کبھی یہ نہیں کہا کہ: ''یہ کام تم نے کیوں کیا؟ اور یہ کام کیوں نہیں کیا؟ کسی ناپسندیدہ کام پر بجائے ڈانٹنے کے محبت وشفقت سے سمجھاتے اور جس کام کا حکم دیتے اس کی حکمت ومصلحت بھی سمجھا دیتے، جس کی وجہ سے بچے آپ ﷺ سے بڑے مانوس ہوتے۔

انصاری بچیاں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں آتیں اور خوشیوں کے موقع پر دف بجا بجا کر آپ ﷺ کی تعریف میں اشعار پڑھتیں، جب کبھی آپ تعریف میں غلو محسوس فرماتے تو بڑے پیار سے منع فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک بچی نے یہ مصرعہ پڑھا: ''وفينا رسول يعلم ما في غد ،، (ہم میں ایسے رسول ہیں جو کل پیش آنے والے حالات کو جانتے ہیں) آپ نے سنا تو فرمایا: دعي هذا وقولي ما أنت تقولين ،، یہ نہ کہو بلکہ وہ کہو جو تم پہلے کہا کرتی تھی۔

محبت وشفقت کا یہی برتاؤ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا، وہ بھی ہر معاملے میں رسولِ اکرم ﷺ کا پرتو تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ: عن عقبة بن الحارث رضى الله عنه قال : رأيت أبا بكر رضى الله عنه وحمل الحسن وهو يقول : بأبي شبيه بالنبي ، ليس شبيه بعلي ، وعلي يضحک ،، . (بخاری کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ باب : مناقب الحسن والحسين رضى الله عنهما) ترجمہ: حضرت عقبہ بن حارث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر سوار کرالیا، اور فرمانے لگے: ''یہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہ

ہیں نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے، حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنسنے لگے،،۔

باپ اپنے بچوں کو کن الفاظ سے مخاطب ہو؟

قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو اس کی بھی تعلیم دی ہے کہ باپ اپنے بچوں کو کن الفاظ سے مخاطب ہو اور اولاد کن الفاظ سے اپنے باپ کو خطاب کریں، قرآن مجید میں اس طرح کے کئی واقعات مذکور ہیں جن میں اللہ کے نیک بندوں نے اپنی اولاد کو خطاب کیا اور انتہائی محبت وشفقت کے ان الفاظ میں کیا جن سے زیادہ محبت کے الفاظ کہیں نہیں مل سکتے ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کنعان کو طوفان میں آواز دیتے ہوئے کہا :﴿ وَنَادٰی نُوحُ ۨ ابۡنَهٗ وَكَانَ فِیۡ مَعۡزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارۡكَبۡ مَّعَنَا وَلَا تَكُنۡ مَّعَ الۡكٰفِرِیۡنَ ﴾ (ہود:42) نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ دور فاصلے پر تھا، بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا کافروں کے ساتھ نہ رہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا : ﴿ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ﴾ (صافّات :102) میرے بچّے ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، ذرا بتلا تیرا کیا ارادہ ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :﴿ یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاكَ عَلٰۤی اِخۡوَتِكَ فَیَكِیۡدُوۡا لَكَ كَیۡدًا ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ﴾ (یوسف :5) بیٹا! تم اپنا خواب اپنے (سوتیلے) بھائیوں کو نہ بیان کرنا وہ تمہارے لئے ضرور کوئی سازش کریں گے

، بلا شبہ شیطان انسان کا کُھلا دشمن ہے۔

حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ نے اپنے لڑکے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا : ﴿ وَاِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ ﴾ (لقمان :13) (اس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا : بیٹے ! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، کیونکہ بلا شبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے ۔ ﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاۡمُرۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَانۡهَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴾ (لقمان: 17) بیٹا! نماز قائم کرنا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا اور جو بھی مصیبت تجھ پر آن پڑے صبر کرنا، کیونکہ یہ بڑے حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔

بچوں کی بیماری کا شرعی علاج

اگر کوئی بچہ بیمار ہو' یا نظر بد کا شکار ہو' یا جن وشیاطین کی جانب سے تکلیف میں مبتلا ہو' یا کسی عام جسمانی بیماری میں مبتلا ہو تو والدین کو چاہیئے کہ وہ جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل سورتوں اور دعاؤں کو خود پڑھ کر بچے یا بچی کے جسم پر دم کریں، یا کسی کے ذریعے دم کروائیں' اللہ تعالی چاہے تو ضرور شفا حاصل ہوگی ۔

1۔سورۃ الفاتحۃ پڑھیں ۔ (بخاری ومسلم)

2۔سورۃ الإخلاص' سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھیں ۔(بخاری ومسلم)

3۔ مریض کے جسم پر دائیں ہاتھ سے مسح کرتے ہوئے یہ دعا پڑھیں :اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا

يُغَادِرُ سَقَمًا ۔(بخاری ومسلم) ترجمہ: اے انسانوں کے رب! بیماری کو دور کردے 'شفا عطا فرما کیونکہ تو ہی شفا دینے والا ہے' تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں ہے' ایسی شفا دے کہ کوئی بیماری باقی نہ چھوڑے۔

نظرِ بد کا علاج

نظرِ بد کی تاثیر برحق ہے جیسا کہ بخاری ومسلم کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" **العین حق**"۔عربی میں محاورہ ہے:" **العین یجعل الرجل فی القبر والإبل فی القِدر**"،یعنی نظرِ بد ایک باصحت شخص کو قبر میں اور تنومند اونٹی کو ہانڈی میں رکھ دیتی ہے۔اس لئے کسی خوب صورت چیز یا خوب صورت بچے کو دیکھیں تو "**ما شاء اللہ**"، یا "**مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ**"، کہیں۔اگر بدنصیبی سے کوئی بچہ نظرِ بد کا شکار ہوگیا والدین تو مندرجہ ذیل دونوں دعاؤں کو تین مرتبہ پڑھ کر مریض پر دم کریں، اللہ چاہے تو ضرور شفا حاصل ہوگی. جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللّٰللہ عنہ کے لئے کیا تھا۔(بخاری ومسلم)

4۔اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔(بخاری ومسلم) ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات کے ذریعے حفاظت حاصل کرتا ہوں ہر شیطان اور ایذا دینے والے جانور اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے

5۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُمَّ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ ۔(مسلم) ترجمہ: میں اللہ کا نام لیکر تم پر دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو تمہیں تکلیف دے اور ہر شریر نفس کی شرارت سے' یا نظرِ بد

کے حسد سے' اللہ تمہیں شفا دے' میں اللہ کے نام سے تم پر دم کرتا ہوں.

عام جسمانی تکلیف کا علاج

اگر عام جسمانی تکلیف ہو تو درج ذیل دعائیں پڑھ کر تکلیف کے مقام پر دم کریں

6۔اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا تَجِدُهُ وَتُحَاذِرُهُ ۔(مسلم۔ترمذی) ترجمہ: میں اللہ کی عزت وقدرت کی پناہ طلب کرتا ہوں اس تکلیف سے جو تم محسوس کر رہے ہو اور جس کا تمہیں اندیشہ ہے۔

7۔اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (مسلم) میں اللہ تعالی کے کلمات کاملہ کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں ہر اس برائی سے جو اس نے پیدا کی ہے۔

8۔ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ (ترمذی وصححہ الألبانی) میں اللہ عظیم سے دعا کرتا ہوں جو عرش عظیم کا مالک ہے کہ وہ تمہیں شفا دے۔

نیند میں ڈر جائیں تو یہ دعا پڑھیں

بچے اگر حالت نیند میں ڈر جائیں تو درج ذیل دعائیں پڑھ کر انکے جسم پر دم کریں

9۔اَعُوْذُبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَحْضُرُوْنِ (ترمذی وحسنہ الألبانی) میں اللہ کے کلمات کاملہ کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں اسکے غضب' عقاب اور اسکے بندوں کے شر اور شیاطین کے وسوسوں اور انکے میرے پاس حاضر ہونے کے شر سے۔

10۔اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَافَاجِرٌ وَّ مِن شَرِّمَا خَلَقَ وَ بَرَءَ وَذَرَءَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ

مَا ذَرَءَ فِي الْأَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمَانُ ۔(احمد وصححہ الألبانی) ترجمہ: میں اللہ کے تمام کلمات کی پناہ میں آتا ہوں جن سے کوئی نیک اور بد تجاوز نہیں کرسکتا ،تمام مخلوقات کے شر سے اور ہر اس چیز کے شر سے جو آسمان سے اترتی اور آسمان پر چڑھتی ہے اور جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور زمین سے نکلتی ہے اور شب وروز کے تمام فتنوں سے اور رات کو آنے والے کے شر سے سوائے اس کے جو بھلائی کے ساتھ آئے ۔اے نہایت رحم کرنے والے!

اولاد کی وفات پر

اولاد والدین کے دل کا پھل ہوتی ہے اور انسان کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ مرحلہ اولاد کی موت کا ہوتا ہے، بسا اوقات صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے ، ایک عورت کو رسولِ کریم ﷺ نے اپنے بچے کی قبر پر آہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ’’ إتّق الله واصبری،، اللہ سے ڈرو اور صبر کرو ۔ اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہ تھا ، کہنے لگی: ’’ إليك عنّى ، فإنّك لم تصب بمصيبتى، ولم تعرفه،، آپ مجھ سے ہٹ جائیں ، کیونکہ آپ کو مجھ جیسی مصیبت کا پالا نہیں پڑا ، پھر آپ کو پتہ چلتا ،، آپ ﷺ وہاں سے چل دئے ، بعد میں کسی نے اس عورت کو خبر دیا کہ تو نے جس کے ساتھ گستاخی سے بات کی ہے وہ اللہ کے رسول تھے ۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: اب میں صبر کرتی ہوں ۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ’’ الصبر عند الصدمة الأولى،، پہلے ہی صدمہ پر صبر کرنے کا نام صبر ہے ۔(بخاری)

آپ ﷺ کی آنکھیں بچوں کی وفات پر اشکبار ہوجاتیں ، آپ ﷺ اپنے چھوٹے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت موجود تھے ، بچہ موت کی تکلیف سے دوچار تھا ، اس کی نبضیں ڈوب رہی تھیں ، آپ ﷺ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ، بچے کو گود میں لئے ہوئے فرمارہے تھے: ’’ إنّ العين تدمع ، والقلب يحزن ، ولا نقول إلاّ ما يرضى ربّنا ، وإنّا بفراقك يا إبراهيم لمحزونون ،، آنکھیں اشکبار ہیں ، دل غمگین ہے ، لیکن زبان سے وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو خوش کرنے والی ہو ، اے ابراہیم ! ہم آپ کی جدائی پر نہایت رنجیدہ ہیں ۔(بخاری)

عن أسامة بن زيد رضى الله عنهما قال : أرسلت (زينب) بنت النبى ﷺ إلى أبيها أن إبنى قد أحتضر فاشهدنا ، فأرسل عليه الصلاة والسلام يقرىء السلام ، ويقول : إن لله ما أعطى وله ما أخذ ، وكل شيء عنده بأجل مسمى فلتصبر ولتحتسب ،، فأرسلت إليه تقسم عليه ليأتينها ، فقام ومعه سعد بن عبادة ، ومعاذ بن جبل ، وأبى بن كعب ، وزيد بن ثابت ، ورجال رضى الله عنهم ، فرفع إلى رسول الله الصبى ، فأقعده فى حجره ، ونفسه تقعقع ، ففاضت عيناه ، فقال سعد : يارسول الله ما هذا ؟ فقال : ’’ هذه رحمة جعلها فى قلوب عباده ،، وفى رواية : وإنما يرحم الله من عباده الرحماء ،،(متفق عليه) ترجمہ :حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پاس خبر بھیجی کہ ان کے صاحبزادے کی وفات کا وقت قریب آچکا

ہے اس لئے آپ حاضر ہوں۔آپ ﷺ نے انہیں سلام کہتے ہوئے یہ پیغام بھیجا کہ:''جو دیا ہے وہ اللہ کا ہے اور جو لیا ہے وہ بھی اللہ ہی کا ہے، اور ہر چیز کے لئے اس کے پاس ایک وقت مقرر ہے، اس لئے آپ صبر کریں اور اس صبر پر اللہ تعالی سے اجر کی امید رکھیں،،۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ کو قسم دیتے ہوئے ضرور آنے کے لئے کہلا بھیجا۔آپ ﷺ کھڑے ہوئے، آپ کے ساتھ حضرات سعد بن عبادۃ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت، اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی چل پڑے، (جب آپ ﷺ پہنچے تو) بچے کو آپ کی جانب بڑھایا گیا، آپ نے بچے کو اپنی گود میں بٹھایا، بچے کا عالم یہ تھا کہ اس کی سانسیں ٹوٹ رہی تھیں، یہ منظر دیکھ کر آپ علیہ السلام کی آنکھیں بہہ پڑیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''یہ رحمت ہے، جسے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے،، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''اور اللہ تعالی اپنے انہیں بندوں پر رحم کرتے ہیں جو دوسروں پر مہربانی کرتے ہیں،،۔اسی لئے علامہ حالی رحمہ اللہ نے فرمایا:

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر　　　خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

نیز آپ ﷺ نے ان والدین کو جنت کی خوشخبری عطا فرمائی جو اس کربناک موقعہ پر صبر کرتے ہوئے اللہ تعالی کی مشیّت پر راضی برضا رہتے ہیں: **عن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ " ما من مسلم يموت له ثلاثة لم يبلغوا الحنث إلاّ أدخله الجنّة بفضل رحمته إيّاهم ،، . (بخاری :3/ 96-95)**

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالی اپنی اس رحمت کے صدقے جوان بچوں کے لئے ہے، اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا.

عن أبی سعيد الخدری رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: " ما منكنّ من إمرأة تقدّم ثلاثة من الولد إلاّ كانوا لها حجابا من النار ،، فقالت إمرأة: وإثنين؟ فقال رسول الله ﷺ "وإثنين،،. (متفق عليه)
ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (عورتوں سے) ارشاد فرمایا: تم میں سے جس عورت کے تین بچے وفات پا جاتے ہیں وہ اس کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائیں گے،، ایک عورت نے کہا: اگر دو وفات پا جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''ہاں دو بھی،،۔

عن أبی موسی الأشعری رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: إذا مات ولد العبد قال الله لملآئكته: "قبضتم ولد عبدی ،،؟ فيقولون: "نعم ،، فيقول: " قبضتم ثمرة فؤاده ،،؟ فيقولون: "نعم ،، فيقول:" ماذا قال عبدی؟ فيقولون: " حمدك واسترجع ،، فيقول الله: " ابنوا لعبدی بيتا فی الجنّة وسمّوه بيت الحمد ،،. (أخرجه الترمذی: رقم الحديث: 1021) ترجمہ: حضرت ابی موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''جب کسی بندے کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی فرشتوں سے کہتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی جان لے لی؟ وہ کہیں گے''ہاں،، پھر فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل توڑ لیا؟ وہ کہیں گے: ''ہاں،، پھر فرمائے گا: میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہیں گے:''اس نے تیری

تعریف کی اور " إنّا لله وإنّا إليه راجعون "، پڑھا ،، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے : میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو،،۔

اولاد پر والدین کی نیکیوں کے اثرات

اولاد پر والدین کے نیکیوں اور ان کی دعاؤں کے بڑے ہی خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں ، اگر اولاد بھی والدین کے نقشِ قدم پر چلتی ہوئی نمازوں کی پابند اور دینی شعائر کی علمبردار بنتی ہے تو اللہ تعالی دنیا میں اولاد کو آباد وخوشحال رکھتے ہیں۔جیسا کہ حضرت موسیٰ اورخضر علیہما السلام کے واقعہ میں ارشادِ ربّانی ہے :﴿ وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلاَمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ﴾(کہف :82) اور دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دو یتیم بچوں کی ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان بچوں کیلئے ایک خزانہ مدفون ہے، اوران کا باپ نیک آدمی تھا، اس لئے تمہارے رب نے چاہا کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکال لیں ، یہ تمہارے رب کی رحمت کی وجہ سے (کیا گیا) ہے، میں نے اپنے اختیار سے کچھ نہیں کیا، یہ ان باتوں کی حقیقت ہے جن پر تم صبر نہیں کرسکے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اثر انگیز خطاب فرمایا، جس سے لوگوں کی آنکھیں بہہ پڑیں ،قوم میں سے کسی شخص نے

آپ سے سوال کیا :" اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے ؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سوچتے ہوئے کہ وقت کا پیغمبر سب سے بڑا عالم ہوتا ہے ،فرمایا :"اس وقت دورِ حاضر کا سب سے بڑا عالم میں ہوں ،،۔اللہ تعالی کو یہ بات ناگوار گذری کہ آپ نے ایسا کیوں کہا ؟ "اللہ أعلم ،، کیوں نہیں کہا ؟ پھر حکم دیا کہ جہاں دوسمندر ملتے ہیں وہاں میرا ایک بندہ رہتا ہے جو آپ سے علم (کے چند گوشوں) کو زیادہ جاننے والا ہے، آپ ان سے علم سیکھیں ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ایک شاگرد حضرت یوشع بن نون کے ساتھ اس مقررہ مقام پر پہنچے جہاں حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی ۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو اس شرط پر اپنے ساتھ رکھنا منظور فرمایا کہ آپ انہیں کسی بات پر سوال نہیں کریں گے جب تک کہ وہ خود اس کی حقیقت نہ بیان کریں ۔ جوابًا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:﴿قَالَ سَتَجِدُنِىْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِىْ لَكَ اَمْرًا ﴾ اگر اللہ تعالی چاہے تو آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کی حکم عدولی نہیں کروں گا۔

دونوں ایک کشتی پر سوار ہوئے اور کشتی والوں نے انہیں بغیر کرایہ کے ہی سوار کرالیا، بیچ سمندر میں پہنچ کر حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کردیا ، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نکیر کی اور فرمایا :"کیا آپ نے اس میں اس لئے شگاف ڈال دیا ہے کہ اس میں سوارلوگوں کو ڈبودیں؟ اس پر حضرت خضر علیہ السلام فرمایا : میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکتے ۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت پیش کی ، پھر دونوں چل پڑے یہاں تک کہ

دونوں کی ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا ، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا : ’’آپ نے ایک بے گناہ کو بلاقصور ناحق قتل کر دیا؟ آپ نے نہایت ناپسندیدہ حرکت کی،، ۔ اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے اپنی پرانی بات دُہرائی ،جس پر آپ نے اس شرط پر معذرت پیش کی کہ اگر میں نے آئندہ اس طرح کا کوئی سوال آپ سے کیا تو آپ مجھے اپنی رفاقت سے الگ کر دیں ۔ پھر ایک بستی میں آئے اور وہاں کے باشندوں سے کھانا مانگا ، لیکن قریہ کے باسیوں نے میزبانی سے انکار کر دیا ، پھر ان دونوں کو بستی میں ایک دیوار ملی جو گرنا ہی چاہتی تھی ، حضرت خضر علیہ السلام نے اسے سیدھا کر دیا ۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈرتے ڈرتے کہا : اگر آپ چاہتے تو اس کام پر مزدوری لے لیتے (تاکہ کھانا خرید کر کھایا جا سکے) حضرت خضر نے فرمایا : اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا یہی وقت ہے ۔ پھر آپ نے ان واقعات کی تاویل بیان فرمائی جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر نہیں کر سکے ۔

1) کشتی کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ کچھ غریب لوگوں کی تھی جو سمندر میں محنت مزدوری کرتے اور ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک لوگوں کو پہنچایا کرتے تھے ، میں نے اس میں اس لئے سوراخ کر دیا کہ اس علاقے کا بادشاہ ایک ظالم آدمی تھا جو ہر عمدہ اور صحیح سالم کشتی کو ظلمًا ہتھیا لیا کرتا تھا ، اس لئے میں نے اسے عیب دار بنایا تاکہ وہ اسے نہ لے ، اس طرح میں نے ان پر احسان کیا ہے ظلم نہیں ۔

2) جہاں تک لڑکے کے قتل کا تعلق ہے وہ یہ کہ وہ لڑکا پیدائشی کافر تھا اور اس کے والدین صاحب ایمان تھے ، مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ اپنے والدین کو بھی کفر و سرکشی کی

راہ پر نہ ڈال دے ۔ اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو اس کے عوض میں ایک ایسا لڑکا عطا فرمائے گا جو صلاح و نیکی اور گناہوں سے پاکی میں اس سے کہیں بہتر اور والدین کا مطیع و فرمانبردار ہوگا ۔

3) اور وہ دیوار جسے میں نے سیدھی کر دی تھی شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا ، اس لئے آپ کے رب نے ان پر فضل و کرم کرتے ہوئے چاہا کہ دیوار کھڑی رہے تاکہ دونوں بڑے ہو کر اسے نکالیں اور مستفید ہوں ۔ یہ کچھ میں نے کیا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے اس میں میری اپنی رائے اور مرضی کا کوئی دخل نہیں ۔ یہ ان باتوں کی تاویل ہے جن باتوں کو آپ برداشت نہیں کر سکے ۔

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ہوئے عالم اسلام کے مشہور عالمِ دین ڈاکٹر لقمان صاحب سلفی حفظہ اللہ فرماتے ہیں :

1- اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ باپ کی نیکی اولاد کی جانی و مالی حفاظت کا سبب بنتی ہے ، بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں یتیموں کے باپ نے ہی وہ مال دفن کیا تھا ۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ ان کے ساتویں یا دسویں پردادا نے مال دفن کیا تھا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اپنے نیک بندوں کی اولاد کی کئی پشتوں تک حفاظت فرماتا ہے ترمذی اور ابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ’’اللہ تعالیٰ صالح آدمی کی اولاد ، اس کی اولاد کی اولاد ، اس کے خاندان والوں اور اس کے اردگرد کے خاندانوں کی حفاظت فرماتا ہے ، وہ ان کے درمیان جب تک ہوتا ہے سبھی اس کی وجہ سے اللہ کے حفظ و امان میں ہوتے ہیں ،، ۔

قرطبیؒ نے سورۃ الأعراف کی آیت (96) ﴿إِنَّ وَلِيِّ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّ الصَّالِحِيْنَ﴾ سے اس معنی پر استدلال کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”بے شک میرا حامی وناصر وہ اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے، وہ نیک لوگوں کی مدد کرتا ہے،،۔(تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن ۔ص 758-757)

2۔ آخرت میں نیک اعمال کی کمی بیشی کے باوجود اللہ تعالی اولاد کو والدین کے ساتھ نہ صرف جنّت میں داخلہ عطا فرماتے ہیں بلکہ انہیں ان کے والدین کے ساتھ جنت میں اکٹھا کردیتے ہیں تاکہ اس سے ان کے والدین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِیءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴾ (طور: 21) ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے معاملے میں ان کے نقشِ قدم کی اتباع کی، ان کی اس اولاد کو بھی (جنت میں) ہم ان کے ساتھ ملادیں گے اور ان کے اعمال (کے ثواب) میں ہم کچھ بھی کمی نہیں کریں گے ۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہوگا۔

4- باب چہارم: روحانی تربیت

ماں کا کردار

جسمانی تربیت کے ساتھ ضروری ہے کہ بچوں کی دینی، اسلامی اور اخلاقی تربیت کی

جائے، اس سلسلے میں ماں کا کردار باپ سے زیادہ اہم ہے کیونکہ بچے کی سب سے پہلی تربیت گاہ ماں کی آغوش ہے، بچہ، ماں کے ایک ایک قطرہء شیر کے ساتھ اس کے اخلاق وعادات کو بھی اپنے دل ودماغ میں اتارتا جاتا ہے . ماں اگر مؤمنہ اور مسلمہ اور پابندِ شریعت ہے تو بچے سے بھی یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ آئندہ چل کر صاحبِ ایمان اور پابندِ شرع ہوگا، اگر بدقسمتی سے ماں دین وایمان سے خالی اور آزاد خیال اور فیشن کی دلدادہ ہے تو اس سے پیدا ہونے والی نسل بھی فیشن پرست دین بیزار اور اسلامی تربیت سے عاری ہوگی .

صحابیات رضی اللہ عنہن اور اللہ تعالی کی دیگر نیک بندیوں کے بے شمار واقعات ہیں کہ ان کی حُسنِ تربیت کی وجہ سے ان کی گودوں سے ایک ایسی نسل پیدا ہوئی جنھوں نے آدھی سے زیادہ دنیا کو علم وعرفان، حق وصداقت، عدالت وشجاعت اور اخلاص وللّٰہیت سے بھر دیا. دنیا ان مبارک ومقدس ہستیوں کو، جگر گوشہء رسول ﷺ حسن وحسین بن علی، اور عبد اللّٰہ بن عمر، عبد اللّٰہ بن عباس، اور عبد اللّٰہ بن زبیر، امامِ مالک بن أنس، طارق بن زیاد، أحمد بن حنبل، محمد بن اسماعیل البخاری، شیخ عبد القادر جیلانی اور سلطان صلاح الدین أیوبی وغیرہم، رضوان اللّٰہ ورحمتہ علیہم أجمعین کے ناموں سے جانتی ہے. صحابیات رضی اللّٰہ عنہن چھوٹے چھوٹے بچوں کو تک روزہ رکھواتیں اگر وہ بھوک سے رونے لگتے تو کھلونوں سے ان کے دل بہلاتیں (بخاری) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک ایسا شخص لایا جس نے ماہ رمضان المبارک میں شراب نوشی کی تھی، آپ نے اس پر حد جاری کی اور فرمایا: ”تجھ پر افسوس! تو نے اس مقدس ومبارک مہینے کے دن میں شراب پی رکھی

ہے جب کہ میرے گھر کا ایک ایک بچہ روزہ رکھے ہوئے ہے۔

ماں کے لئے ضروری ہے کہ بچے جس وقت بولنا سیکھیں سب سے پہلے انہیں اپنے خالق ومالک ''اللہ،، کا مبارک ومقدس نام سکھائیں، پھر انہیں کلمہء توحید ''لا إله إلاّ اللّٰه ،، سکھائیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إفتحوا على صبيانكم أول كلمة بلا إله إلاّ اللّٰه ،، (رواہ الحاکم) تم اپنے بچوں کی زبان سب سے پہلے لا إله إلاّ اللّٰه سے کھلواؤ۔

۲۔ بچہ جب تھوڑا سا سمجھنے لگے تو اس کی سمجھ کے مطابق اسے حلال اور حرام کی تعلیم دیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

" إعملوا بطاعة اللّٰه واتّقوا معاصی اللّٰه ، ومروا أولادكم بإمتثال الأوامر ، وإجتناب النواهي ، فذلک وقاية لهم ولكم من النار " (إبن جرير وإبن منذر) اللہ کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے باز رہو، اپنی اولاد کو احکاماتِ الٰہیہ کو بجالانے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے دور رہنے کی تلقین کرو، اسی میں ان کے لئے اور تمہارے لئے بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ ہے۔

توحید کی تعلیم

والدین کے لئے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو سب سے پہلے توحید کی تعلیم دیں، بچوں کی شروع سے ہی ایسی اسلامی تربیت کریں کہ زندگی کی آخری سانس تک مؤحد رہیں، ان کا عقیدہء توحید زندگی کے کسی بھی موڑ پر نہ لڑکھڑائے۔ بچوں کے ذہن پر ایامِ طفولیت سے ہی یہ نقش کر دیں کہ جس ذاتِ والا صفات کی ہم عبادت اور بندگی کرتے ہیں اس کا نام نامی اسمِ گرامی ''اللہ،، ذوالجلال ہے، وہ اپنی ذات وصفات

میں یکتا ہے، اس جیسی کوئی چیز نہیں، اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں، ساری کائنات کا نفع اور نقصان، موت وحیات، بیماری اور شفا اس کے دستِ قدرت میں ہے، وہی ہے جو رزق دیتا ہے، اولاد دیتا ہے، زندگی اور موت کا مالک ہے، سب اس کے محتاج ہیں، وہ غنی ہے اور سب اس کے فقیر ہیں، کچھ ملتا ہے اسی کے در سے ملتا ہے، وہی سب کا داتا ہے، وہ جسے دے اسے کوئی روک نہیں سکتا، جسے نہ دے اسے کوئی نہیں دے سکتا، غیب وحاضر کا جاننے والا، آسمانوں زمینوں کا خالق، مشکل کُشا اور دلوں کا پھیرنے والا وہی ہے۔ ہر قسم کی عبادت اسی کے لئے لائق وزیبا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے: ﴿ اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ ﴾ (هود: 50) ترجمہ: ''ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی اِلٰہ نہیں ہے''۔ لہذا جو شخص اللہ کی الوہیت کا اقرار بھی کرے اور ساتھ ساتھ اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق کو رزق دینے والا' اولاد دینے والا' نفع ونقصان کا مالک' حاجت روا' مشکل کُشا' الغرض اللہ تعالی کی خصوصیات میں اللہ کی مخلوق کو شریک بھی کرے تو ایسا شخص مؤحد نہیں کہلا سکتا' کیونکہ الوہیت وہ جامع وصف ہے جو تمام صفاتِ کمال کو شامل ہے' لہذا توحید کی جامع تعریف یوں ہے: '' جو اوصاف اور اختیارات اللہ کے لئے خاص ہیں' ان میں اللہ کو تنہا اور یکتا ماننا''۔

توحید کی اقسام = توحید کی تین قسمیں ہیں: 1۔ توحیدِ رُبوبیت (کائنات کے تمام اختیارات صرف اللہ تعالی کے لئے ماننا) 2۔ توحیدِ اُلوہیت (عبادت کی تمام قسموں کو صرف اسی کے لئے مخصوص کرنا) 3۔ توحیدِ اسماء وصفات (اللہ تعالی کے نام اور صفات کی خصوصیات کو اس کی شان کے مطابق اسی کے لئے خاص تسلیم کرنا)

توحیدِ ربوبیت : اللہ تعالیٰ کوتخلیقِ کائنات، حاکمیت اعلیٰ اور تدبیرِ کائنات میں یکتا اور تنہا تسلیم کیا جائے، دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ اپنی پوری کائنات کا خالق ومالک، رزّاق اور اکیلا ہی پوری کائنات کا نظام چلانے والا ہے، وہی حاکمِ مطلق ہے، کوئی اس کا وزیر، مُشیر اور شریکِ کار نہیں، وہی موت وحیات کا مالک اور وہی مختارِ کُل اور قادرِ مطلق ہے، جو چاہے، جب چاہے اور جیسے چاہے کرنے پر قادر ہے، اسے کوئی مجبور نہیں کرسکتا، وہ غنی ہے اور پوری کائنات اس کی محتاج ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: ﴿ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ (فاطر:3) ترجمہ:''کیا اللہ کے سوا بھی کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اس کے علاوہ کوئی دوسرا حقیقی معبود نہیں''۔اور معبودانِ باطلہ کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (الملک:1) ''بڑی بابرکت ذات ہے وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔اور پوری کائنات کا نظام چلانے والا، مختارِ کُل، حاجت روا اور مشکل کشا بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہے، کس قدر جامع ارشاد ہے: ﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ ''سن لو! ساری مخلوق اللہ کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے، بہت ہی بابرکت ہے اللہ رب العزت جو سارے جہانوں کا رب ہے''۔(الأعراف:54)

توحیدِ اُلوہیت = توحید الوہیت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کسی قسم کی عبادت اور یا عبادت کا کوئی حصّہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے مخصوص نہ کرے، خواہ

وہ کوئی مقرب فرشتہ ہو یا نبی ہو یا کوئی اور نیک انسان یا کوئی بھی دوسری مخلوق ہو، اس لئے کہ عبادت خالق کا حق ہے اور تمام مخلوق اس کی عبادت گزار ہے۔ ارشادِ باری ہے:

1)﴿ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ﴾ (ھود: 2) ترجمہ: ''کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں''۔

2)﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (یوسف: 40) ترجمہ: ہر قسم کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو، یہی مضبوط دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے''۔

3) ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ (الإسراء: 23) ترجمہ: ''آپ کے رب کا حکم ہے کہ آپ صرف اسی کی عبادت کریں اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں''۔مذکورہ آیاتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ ہر قسم کی عبادت اللہ ہی کے لئے خاص ہے اور کسی قسم کی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام یا فرشتوں یا نیک لوگوں کو شامل کرنا جائز نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے جو کہ اللہ کے حق الوہیت اور ربوبیت میں غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں، فرمایا ہے: ﴿ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾(التوبة: 31) ترجمہ:''انہوں نے اپنے

علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا''۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر خود رحمت عالم ﷺ نے میرے سامنے بیان فرمائی، کہ جب وہ اسلام لانے کی غرض سے نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے یہی آیت تلاوت فرمائی، حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''إنّھم لم یعبدوھم'' کہ وہ ان کی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! جب ان کے علماء و بزرگان ان کے لئے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیتے تو وہ ان کی پیروی کیا کرتے تھے، یہی تو ان کی عبادت تھی''۔

گویا کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے خلاف کسی کی بات پر عمل پیرا ہونے کو اس کی عبادت قرار دیا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ ''أی الذنب أعظم عند اللہ ؟ قال : أن تجعل للہ ندّا وھو خلقک'' (بخاری ومسلم) ترجمہ: اللہ کے ہاں کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: کہ تو اللہ کا کسی کو شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ (یہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ ہے)

توحیدِ اسماء وصفات = یعنی وہ اسماء حسنی جو اللہ تعالی نے اپنے لئے منتخب فرمائے ہیں اور جن جن صفاتِ کمال کے ساتھ اپنی ذاتِ بابرکات کو یا رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالی کو موصوف کیا ہے، ان کے بارے میں عقیدہ رکھا جائے کہ وہ تمام نام اچھے اور تمام صفاتِ بلند ہیں اور اللہ تعالی کو ان میں یکتا وتنہا تسلیم کیا جائے اور جس

طرح اللہ تعالی کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ باکمال کتاب اللہ اور حدیثِ پاک میں مذکورہ ہیں ان کی حقیقت کو اسی طرح تسلیم کیا جائے اور ہر قسم کی تأویل، تحریف، تعطیل، تمثیل اور تشبیہ سے گریز کیا جائے۔ ارشادِ باری ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (شوری:11) ترجمہ: اس کی مثل (اللہ تعالی کی) کوئی چیز نہیں، وہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے۔ نیز فرمایا: ﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النمل:74) ترجمہ: ''پس اللہ تعالی کے لئے مثالیں مت بناؤ، اللہ تعالی خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اولاد کو یہ ذہن نشین کرانا چاہیئے کہ اللہ تعالی کو اس کی مخلوق پر اور اسکی صفاتِ باکمال کو مخلوق کی صفات پر قیاس کرنا جائز نہیں، تاکہ آگے چل کر وہ راسخ العقیدہ اور مؤحد مسلمان بن کر اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو شرک سے بچا سکیں۔

بچوں کے لئے چند ضروری آداب

اسلام میں دعا اور ذکر واذکار کی خاص اہمیت ہے ، بندہ مومن کی زبان ہر وقت اللہ اللہ کی یاد سے تر رہتی ہے ، اسی لئے کائنات کے آقا ﷺ نے اپنی امّت کو ہر موقعے کی مناسبت سے متفرق اذکار اور دعائیں بتائی ہیں تا کہ اس سے اللہ تعالی کی یاد بھی باقی رہے اورانسان ہر قسم کے شر وفساد سے محفوظ رہے ۔ ذیل میں چند دعائیں نقل کی جارہی ہیں جن کا یاد ہونا چھوٹے بچوں کے لئے نہایت ہی ضروری ہے ، والدین سے گذارش ہے کہ وہ اپنی اولاد کو یہ دعائیں سکھائیں اور عملی طور پر انہیں اس کا پابند بنائیں ، نیز تیسویں پارے کی آخری چھوٹی چھوٹی سورتیں اور آیۃ الکرسی اور دعائے قنوت وغیرہ حفظ کروائیں تا کہ بچپن ہی سے بچوں کے دلوں میں ایمان راسخ ہوجائے ۔

کھانے پینے کے آداب

1- کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئیں. 2- پھر جب کھانا شروع کریں، تو یہ دُعا پڑھیں :"بِسۡمِ اللّٰہِ "...... "شروع اللہ کے نام سے"(صحیح بخاری)3- اگر کھانے کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰہِ بھول جائیں اور کھانے کے دوران میں یاد آجائے تو اس طرح پڑھ لیں: "بِسۡمِ اللّٰہِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ" "اللہ کے نام سے اس کے اول اوراس کے آخر میں" (ترمذی)4- کھانے میں عیب نہ نکالیں ، اچھا لگے تو کھائیں ورنہ چھوڑ دیں اور یہی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے (متفق علیہ)5- ٹیک لگا کر نہ کھائیں .6- کسی کے گھر میں میں کھانا کھائیں تو میزبان کو ان الفاظ میں دعا دیں

:" اَللّٰهُمَّ اَطۡعِمۡ مَنۡ اَطۡعَمَنِیۡ وَاسۡقِ مَنۡ سَقَانِیۡ اَللّٰهُمَّ بَارِكۡ لَهُمۡ فِیۡمَا رَزَقۡتَهُمۡ وَاغۡفِرۡ لَهُمۡ وَارۡحَمۡهُمۡ .(مسلم) اے اللہ ! جس نے مجھے کھلایا تو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اسے پلا .اے اللہ ! تو نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں برکت عطا کر اور انہیں بخش دے اور ان پر رحم فرما ۔

7- معدہ بھر کر نہ کھائیں بلکہ ایک حصّہ کھانے کے لئے اور ایک پانی کے لئے اور ایک حصّہ خالی رکھیں (احمد)8- سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھائیں . 9- اللہ کی نعمت کی قدر کرتے ہوئے اگر کھانے کا کوئی لقمہ نیچے گر جائے تو اس سے مٹی وغیرہ صاف کر کے کھالیں . 10- کھانے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھیں :

کھانے کے بعد کی دُعا

"اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ" (حصن حصین)

"سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو کھلایا ، اور پلایا اور مسلمان بنایا ۔"

11- پانی دائیں ہاتھ سے پئیں . 12- ایک ہی سانس میں اونٹ کی طرح نہ پئیں . 13- بلکہ تین گھونٹ کر کے تین سانسوں میں پئیں .14- پینے سے پہلے "بِسۡمِ اللّٰہِ " اور پینے کے بعد "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ" کہیں.15- پانی میں پھونک نہ ماریں . 16- پانی بیٹھ کر پئیں .

دودھ پینے کی دُعا

دودھ خدا کی بڑی عجیب نعمت ہے۔ اسے پی کر یہ دُعا پڑھنی چاہئے :"اَللّٰهُمَّ بَارِكۡ لَنَا فِیۡهِ وَزِدۡنَا مِنۡهُ" (صحیح سنن ترمذی)"اے اللہ ! تو ہمیں اس میں برکت دے اوراس سے زیادہ عطا فرما"

سونے کے آداب

جب رات کوسونے کے وقت بستر پر آئیں تو ان آداب کوملحوظ رکھیں:

1- وضو کرنا .2- بستر پر لیٹنے سے پہلے بستر کو جھاڑنا .3- سورۃ الاِخلاص ،سورۃ الفلق اورسورۃ الناس کو ایک ایک بار پڑھ کر جہاں تک ممکن ہوسکے جسم پر ہاتھ پھیرنا اور ایسا تین بار کرنا .4- آیۃ الکرسی پڑھنا .(سوتے وقت پڑھنے سے جان ومال کی حفاظت ہوتی ہے).5-33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا (اس سے دن بھر کی تھکان دور ہوتی ہے) .6- جب سونے لگیں تو دائیں کروٹ لیٹ کر دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر یہ دُعا پڑھیں:

سوتے وقت کی دُعا

"اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا" (بخاری مع الفتح 11/98) ''اے اللہ! میں تیرے نام سے سورہا ہوں اور تیرے ہی نام سے اٹھوں گا۔''

سوکر جاگنے کے وقت کی دُعا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ" ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو زندگی بخشی ہمیں مردہ کردینے کے بعد۔اور اسی کی طرف جی اٹھنا ہے۔''

قضائے حاجت کے آداب

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اور داخل ہونے کے بعد ان آداب کوملحوظ رکھیں:

1- یہ دُعا پڑھیں: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء

میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے ،تو فرماتے:

بیت الخلاء میں جاتے وقت کی دعا

"اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" (بخاری،مسلم)

''اے اللہ! تحقیق میں تیری پناہ چاہتا ہوں، ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے''

ابوداود میں زید بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پاخانے جنوں اور شیطانوں کے حاضر ہونے کی جگہ ہیں۔ اس لئے جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں جائے تو کہے: ''میں خبیث جنوں اور جنیوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' (ابوداود) 2- بایاں پاؤں پہلے داخل کریں ۔ 3- زمین سے قریب ہوکر کپڑا اٹھائیں (ترمذی) 4- پیشاب کے چھینٹوں سے بچیں ، اس لئے کہ قبر میں زیادہ عذاب پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے (دارقطنی) 5- کسی سے اس دوران ہرگز بات چیت نہ کریں ، 6- اس لئے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے ۔ 7- بیت الخلاء میں داخل ہوجانے کے بعد اللہ کا نام لینا ، یا رسول اللہ ﷺ کا نام لینا ، یا کوئی ذکر واذکار یا دعا وغیرہ پڑھنا ناجائز ہے ۔ 8- اپنی شرمگاہ کو داہنا ہاتھ ہرگز نہ لگائیں ۔ 9- بائیں ہاتھ سے گندگی صاف کریں ۔ 10- پھر ہاتھ کو صابن وغیرہ سے اچھی طرح صاف کریں 11- پھر مندرجہ ذیل دعاؤں میں سے کوئی ایک دعا پڑھیں ۔

بیت الخلاء سے نکلتے وقت کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے ۔ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے نکلتے تو یہ فرماتے : ''غُفْرَانَكَ ''،(ترمذی) پروردگار! تیری بخشش چاہتا

ہوں۔

دعائے ذیل کا پڑھنا بھی حدیث شریف میں حضورﷺ سے ثابت ہے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ" (ابن ماجہ)"سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ سے گندگی کو دور کیا اور مجھے عافیت بخشی"

چھینک اور جمائی لینے کے آداب

1-چھینک لینے کے وقت "اَلْحَمْدُ لِلّٰه"، (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) کہیں۔ 2-چھینک سننے والا "یَرْحَمُكَ اللّٰه"، (اللہ تم پر رحم کرے) کہے۔3- چھینکنے والا جواب میں کہے: "یَهْدِیْكَ اللّٰهُ وَ یُصْلِحَ بَالُكَ"،(اللہ تمہیں ہدایت پہ رکھے اور تمہاری حالت درست کرے)۔(بخاری)4-چھینک لینے کے وقت منہ کو رومال یا کسی اور چیز سے ڈھانک لیں، تاکہ تھوک کے ذرّات پھیلنے سے کسی کو اذیّت نہ ہو۔5- تین مرتبہ چھینکنے کے بعد چھینک آئے تو پھر "اَلْحَمْدُ لِلّٰه"، کہنا اور اس کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔(مسلم، ابوداؤد)6- اگر کسی نے چھینک لینے کے وقت نہیں کہا تو اس کا جواب نہیں دینا چاہئے (مسلم)7-غیر مسلم چھیکنے تو "یَهْدِیْكَ اللّٰهُ وَ یُصْلِحَ بَالُكَ"، کہنا چاہئے۔(ترمذی۔ابوداؤد)8-جمائی آنے لگے تو حتی الإمکان اسے روکنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔(بخاری)9-جب جمائی آئے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ دیں، اس لئے کہ منہ کو کُھلا چھوڑ دینے سے اس میں شیطان داخل ہوتا ہے۔(مسلم)10-جمائی آئے تو منہ کُھلا رکھ کر ہاہا کی آواز نہ نکالیں، اس سے شیطان ہنستا ہے۔(احمد، ترمذی)

سلام کے آداب

سلام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے اس میں دوسرے مسلمان بھائی کے لئے سلامتی، رحمت اور برکت کی دعا ہے، رسول اللہﷺ نے اس کی بے حد تاکید فرمائی ہے۔ارشاد نبوی ہے:

"لا تدخلوا الجنّة حتّى تؤمنوا . ولا تؤمنوا حتّى تحابّوا . أولا أدلّكم على شيء إن فعلتم تحاببتم ؟ أفشوا السلام بينكم "(مسلم) تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ۔اور اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں اگر تم نے اسے کیا تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور رواج دو۔

مکمل سلام: "اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ" کرنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں، اور "اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَةُ الله" کہنے پر بیس نیکیاں اور "اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ" کہنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔(ابوداؤد۔ترمذی)

والدین سے التماس ہے کہ وہ اپنے بچوں کو سلام اور دیگر اسلامی آداب واطوار سکھائیں، اس کے لئے پہلے خود انہیں سلام کریں اور اس طرح بچوں کو اس کی عادت ڈالیں۔دور حاضر میں انگریزی عادات واطوار کا عام رواج ہوگیا ہے، اور یہ وبا مسلم خاندانوں میں بھی در آئی ہے، بے شمار والدین اپنے بچوں کے منہ سے "Good Morning" "Good Evening" کے الفاظ سن کر لٹو ہوجاتے ہیں، سلام کرنے کو وہ ایک دقیانوسی عمل سمجھتے ہیں۔ایسے والدین اچھی طرح جان لیں کہ جو قوم اپنی تہذیب وثقافت اور دین وایمان کی حفاظت نہیں کرتی، وہ پستی

کے انتہائی عمیق غاروں میں گرجاتی ہے، ایسے لوگ پھر دین وایمان سے بھی آزاد ہوکر اپنی روشنیٔ طبع کی بلا کا خود شکار ہوجاتے ہیں. ذیل میں سلام کے آداب درج کئے جارہے ہیں، والدین سے عرض ہے کہ اپنے نونہالوں کو اس کی پابندی کرائیں.

1- سلام بلند آواز سے کیا جائے تا کہ سنا جا سکے. 2- یہودیوں کی طرح انگلیوں سے یا عیسائیوں کی طرح ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے اشارے نہ کئے جائیں (ترمذی) 3- سوار پیدل کو. 4- چلنے والا بیٹھے ہوئے کو. 5- چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو (متفق علیہ).6- اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے (بخاری) 7- غیر مسلم سلام کرے تو جواب میں "وَ عَلَيْكُمْ" کہیں .8- گھر میں داخل ہوں تو سلام کریں (نور :27)9- سلام کرنے والوں میں وہ شخص زیادہ بہتر ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے.

گفتگو کے آداب

زبان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس سے انسان اپنے مافی الضمیر کو ادا کرسکتا ہے، انسان کی گفتگو اس کی شخصیت کا پتہ دیتی ہے، اگر وہ شائستہ گفتگو کرتا ہے تو اس سے اس کی تہذیب کا پتہ چلتا ہے، زبان سے نکلنے والے اگر غلط یا تہذیب سے گرے ہوئے ہوں تو اس سے محبت کے بجائے نفرت، دشمنی پھیلتی ہے اور عموما لڑائی اور جھگڑے زبان کے آزادانہ استعمال کی وجہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے ایک طویل حدیث میں کئی اعمال کو ذکر کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو زبان سنبھال کر رکھنے کی تاکید فرمائی:

" قال : ألا أخبرك بملاك ذلك كله ؟ قلت : بلى يا رسول الله ! فأخذ بلسانه فقال : كف عليك هذا . قلت : يا رسول الله ! وإنا

لمؤاخذون بما نتكلم به ؟ فقال ثكلتك أمّك وهل يكُبّ الناس فى النار على وجوههم إلا حصائد ألسنتهم ؟ ،، (ترمذی) کیا میں تمہیں ان تمام اعمال کو کنٹرول کرنے والی چیز نہ بتلاؤں؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! ضرور بتلائیں۔ آپؐ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: اس کو سنبھالے رکھو۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنی گفتگو پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں تمہیں کھودے! لوگوں کو ان کے منہ کے بل جہنم میں گرانے والی ان کی زبان ہی تو ہے۔

مثال مشہور ہے: ''زبان شیریں ملک گیریں،، زبان کو میٹھی رکھو، ملک (عوام کا دل) جیت لو۔ ذیل میں گفتگو کے چند آداب ذکر کئے جارہے ہیں، والدین اپنے التماس ہے کہ اپنے بچوں کو بات چیت کے ان اسلامی آداب کی تلقین کریں:

1- دھیمے دھیمے گفتگو کریں، تیزی سے نہ کریں، آپ ﷺ اس طرح گفتگو فرماتے کہ کوئی اگر آپ کے الفاظ گننا بھی چاہے تو وہ گن سکتا (متفق علیہ) 2- گفتگو میں فصاحت وبلاغت دکھانے کے لئے پُر تکلّف الفاظ استعمال نہ کریں (ابوداؤد۔ ترمذی) اس سے لوگ گھن محسوس کرتے ہیں۔ 3- لوگوں کی سمجھ کے معیار پر گفتگو کریں، (بخاری عن علیؓ موقوفا) علمی طبقے میں علمی اور عوام کے درمیان عوامی سطح پر بات کریں۔4- گفتگو مناسب ہو نہ بلکل مختصر نہ اتنی طویل کہ لوگ بوریت کا شکار ہوں، آپ ﷺ کی نماز اور خطبہ درمیانہ ہوا کرتا تھا (مسلم) 5- جس سے گفتگو کریں اس کی جانب پوری توجہ مبذول کریں۔ 6- مجلس میں تمام کی جانب توجہ کریں۔ 7- کسی کی بات ختم ہونے تک دھیان سے سنیں اور درمیان میں نہ بولیں

۔8- مجلس میں جب کئی لوگ موجود ہوں تو کسی سے سرگوشی نہ کریں۔

بچوں کے لئے چند ضروری دعائیں

نیا کپڑا پہننے کی دُعا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ"

''سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو وہ چیز پہنچائی جس سے میں اپنے ستر کو ڈھانکتا ہوں۔ اور اپنی زندگی میں اسی سے زینت کرتا ہوں۔'' (ترمذی)

گھر سے نکلنے کی دُعا

"بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" (ابوداود)

''شروع اللہ کے نام سے۔ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ کوئی طاقت گناہ سے پھیرنے اور کوئی قوت نیکی کرنے کی، اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں ہے''

گھر میں داخل ہونے کی دعا

"اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا" (نسائی)

''یاالٰہی! میں تجھ سے گھر میں آنے کی بھلائی مانگتا ہوں۔ اور گھر سے نکلنے کی بھلائی بھی۔ ہم اللہ کے نام سے داخل ہوئے اور اللہ کا نام لے کر (باہر) نکلے۔ اور اپنے پروردگار اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا۔''

آئینہ دیکھنے کے وقت کی دُعا

جب آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھیں، تو یہ دعا پڑھیں:

"اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ" (ابن حبان)

''یاالٰہی! تو نے میری صورت اچھی بنائی، پس تو میری سیرت بھی اچھی بنا دے''

اول رات چاند دیکھنے کے وقت کی دُعا

جب پہلی رات کا چاند دیکھیں، پہلے اللہ اکبر کہیں، اور پھر یہ دعا پڑھیں:

"اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْإِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ"

''یاالٰہی! اس چاند کو ہم پر برکت اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ چڑھا اور ہم کو اس چیز کی توفیق دے جس سے تو راضی اور خوش ہوتا ہے، اے چاند! میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔ (ترمذی)

سجدۂ قرآن کی دُعا

"سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ" (ترمذی)

''میرے چہرے نے اس ذات کے لئے سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کو صورت بخشی اور اپنی قوت اور قدرت سے اس کے کان اور آنکھیں کھولیں۔''

روزہ افطار کرنے کی دُعا

روزہ افطار کرتے وقت یہ دعائیں پڑھیں:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ" (ابوداود)

''اے اللہ! تیری رضا کی خاطر میں نے روزہ رکھا اور تیرے دیئے ہوئے رزق پر

میں نے افطار کیا۔''

روزہ افطار کرنے کے بعد کی دُعا

"ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ" (ابوداود)

''پیاس جاتی رہی اور رگیں تر ہوگئیں اور ثواب ثابت ہوا۔اگر اللہ نے چاہا۔''

دعائے قنوت

حضرت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھ کلمات سکھائے کہ میں انہیں قنوت وتر میں کہا کروں (وہ کلمات یعنی دعاءقنوت یہ ہے جو وتر کی آخری رکعت میں قبل یا بعد رکوع پڑھتے ہیں:

"اللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا أَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ إِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ إِلَیْكَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ"

''یا الٰہی! مجھ کو ہدایت کر ان لوگوں کے زمرہ میں جنہیں تو نے ہدایت دی۔ اور مجھے عافیت میں رکھ ان لوگوں کی جماعت میں جنہیں تو نے عافیت دی اور میری کارسازی کر ان لوگوں میں جن کی تو نے کارسازی کی اور برکت دے میرے لئے اس چیز میں جو مجھے تو نے عطا کی اور مجھے اس چیز کی برائی سے بچا جو تو نے مقرر کی۔ کیونکہ تو جو چاہے حکم کرتا ہے اور تجھ پر کسی کا حکم نہیں چل سکتا۔ بیشک جسے تو دوست رکھے وہ ذلیل نہیں ہوسکتا۔ اور وہ عزت نہیں پاسکتا جسے تو دشمن رکھے۔ اے ہمارے رب! تو بابرکت ہے اور بلند ہے۔ ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری

طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نبی ﷺ پر رحمتیں نازل کرے۔''

آیۃ الکرسی

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ج وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۔(البقرۃ:255)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین آسمان کی تمام چیزیں ہیں، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کرسکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کُرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر رکھا ہے اور وہ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اُکتاتا ہے اور وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔

عبادات کا حکم

بچوں کو رب العالمین کی عبادت کا حکم دینا چاہیئے، ان کی عمر اور فہم کے مطابق انہیں نماز اور روزے کی تاکید کرتے رہنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا ﴾ (طٰہٰ:۱۳۲) اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دو

اور خود بھی اس کے پابند رہو۔ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی خصوصیت سے اللہ تعالی نے اس لئے تعریف فرمائی ہے کہ وہ اپنے بال بچوں کو نماز اور زکاۃ کی تاکید کرتے تھے۔ فرمانِ باری ہے: ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمٰعِيلَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ☆ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴾ (مریم:55-54)

اس کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو، وہ وعدے کے سچے اور رسول نبی تھے، وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے رب کے پسندیدہ بندے تھے۔

نیز فرمان ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ﴾ (تحریم:6)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ نے اپنے لڑکے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ (لقمان:13) (اس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، کیونکہ بلا شبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

﴿ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ☆ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾ (لقمان:18-17) بیٹا! نماز قائم کرنا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا اور جو بھی

مصیبت تجھ پر آن پڑے صبر کرنا، کیونکہ یہ بڑے حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔ اور لوگوں کے لئے اپنے گال کو نہ پُھلا (یعنی بطورِ تکبّر منہ نہ پھیر) اور زمین پر اِترا کر نہ چل، (اس لئے کہ) یقیناً اللہ تعالی تکبر کرنے والے اور شیخی بگھارنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد کو جمع کر کے انہیں یہ وصیّت فرمائی: ﴿ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ ۙ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي ۖ قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ إِلٰهًا وَاحِدًا ۚ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴾ (بقرہ:133) کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب دنیا سے رخت سفر باندھ رہا تھا؟ جب اس نے اپنے بچوں سے پوچھا، میرے بچو! میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تمام بچوں نے کہا: ہم اسی ایک معبودِ برحق کی عبادت کریں گے جس کی پرستش آپ اور آپ کے آباء واجداد حضرات ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کیا کرتے تھے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: **عن عبد الله بن عمرو بن العاص عن رسول الله ﷺ أنه قال " مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين و اضربوهم عليها وهم أبناء عشر، وفرّقوا في المضاجع .** (ابوداؤد. حاکم)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اپنے بچوں کو جب وہ دس سال کے ہوجائیں تو نماز کا حکم دو، دس سال عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر الگ کردو۔

وضو کا طریقہ

وضو کے لئے طریقہ صحیح احادیث کی روشنی میں پیشِ خدمت ہے ، والدین سے گذارش ہے کہ اپنی اولاد کو مندرجہ ذیل طریقہ پر وضو کی تعلیم دیں ۔

1۔مسواک کرنا: وضو سے پہلے مسواک کرنا مستحب ہے' یہ نبی اکرم ﷺ کی محبوب سنت ہے۔

1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں اپنی امت کے لئے مشکل نہ جانتا تو انہیں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دیتا''۔(بخاری)

2۔نیّت کرنا: وضو سے پہلے دل میں وضو کی نیت کرنی چاہیئے' کیونکہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے''۔ (بخاری ومسلم)

3۔تسمیہ: وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بسم اللہ نہیں پڑھتا اس کا وضو نہیں ہے'' (ترمذی' ابن ماجہ' ابوداوٗد' اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

نوٹ = اگر ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لینے سے وضو صحیح ہوگا' اگر وضو کی جگہ باتھ روم کے اندر ہو تو داخل ہونے سے پہلے وضو کی نیت سے بسم اللہ پڑھ لینا کافی ہوگا۔

4۔دونوں ہاتھ کلائی کے جوڑ تک تین مرتبہ دھوئیں ۔

5۔دائیں ہاتھ میں پانی لیکر تین مرتبہ کُلّی کریں اور تین مرتبہ ہی ناک میں اچھی

طرح پانی چڑھائیں اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کریں ۔

6۔تین مرتبہ چہرے کو پیشانی کے بالوں کی جڑوں سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک اور دائیں کان سے بائیں کان تک دھوئیں اور داڑھی کا خلال کریں ۔

7۔دایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھوئیں اور پھر بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھوئیں ۔

8۔پھر ہاتھوں کو پانی سے تر کر کے سر کا مسح کریں (دونوں ہاتھ سر کے اگلے حصہ سے شروع کر کے پیچھے گدّی تک لے جائیں اور پھر پیچھے سے آگے اسی جگہ لے آئیں جہاں سے مسح شروع کیا تھا)

9۔ پھر کانوں کا مسح اس طرح کریں کہ شہادت کی انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں داخل کریں اور ان سے کانوں کے اندر والے حصے کا مسح کریں اور انگوٹھوں کے ساتھ کانوں کی پشت (یعنی باہر والے حصہ) کا مسح کریں۔

نوٹ =1۔سر اور کانوں کا مسح ایک ہی بار کیا جائے گا ۔2۔کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا ضروری نہیں ہے کیونکہ کان سر ہی کا حصہ ہیں ۔3۔گردن کا مسح کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس بارے میں جو روایت مشہور ہے اس کے متعلق امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ بالاتفاق ضعیف ہے۔

10۔پھر دایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار اور پھر بایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھوئیں اور انگلیوں کا خلال کریں ۔(بخاری ومسلم)

وضو کے بعد کی دعائیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی اچھی طرح وضو کرے پھر یہ دعا پڑھے تو اس کے لئے

جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو جائے‘‘
اَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُوْلُهُ (مسلم) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (ترمذی) اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں میں کر۔

(اختصار از: مسائلِ طہارت: مرتب: شیخ عبدالخالق محمد صادق حفظہ اللہ)

نماز کا صحیح طریقہ

نماز دین کا ستون اور اسلام کا اہم رکن ہے‘ کلمہء شہادت کے اقرار کے بعد نماز قائم کرنے کی سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہے‘ ابتداء شعور سے ہی نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے‘ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ’’قیامت کے روز اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا‘‘۔ (ابوداؤد)

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز ادا کرنے کا طریقہ سکھایا اور انہیں حکم دیا: ’’صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ‘‘ (بخاری شریف) تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔

پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز کا طریقہ جو کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے پیشِ خدمت ہے‘ والدین سے گذارش ہے کہ اپنے نونہالوں کو اسی طریقے پر نماز ادا کرنے کی عادت ڈالیں تاکہ وہ اس اہم عبادت کو سنّت کے مطابق ادا کریں۔

(1) استقبالِ قبلہ = نمازی کے لئے ضروری ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو (بخاری ومسلم) دورانِ نماز آنکھیں کھلی اور نظر سجدہ کی جگہ پر ہونی چاہیئے۔ بیہقی حاکم.

(2) نیت کرنا = دل میں نیت کرے کہ وہ کونسی نماز اور کتنی رکعت پڑھنا چاہتا ہے‘ کیونکہ ’’اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے (بخاری ومسلم) نیز زبان سے نیت کرنا کہ ’’اتنی رکعت نمازِ فرض‘ اللہ تعالی کے لئے‘ فلان کے پیچھے‘ منہ طرف قبلہ کے‘‘ وغیرہ نبی ﷺ اور آپ کے کسی صحابی اور فقہائے کرام سے ثابت نہیں ہے بلکہ اسے محققین نے بدعت قرار دیا ہے‘ لہذا اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

(3) تکبیرِ تحریمہ = دل میں نماز کی نیت کر کے ’’اَللّٰهُ اَكْبَرُ‘‘ کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر یا کانوں کی لو کے برابر تک اس طرح اٹھائیں کہ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں اور ہتھیلیاں قبلہ رُخ ہوں۔

(4) سینہ پر ہاتھ باندھنا = نبی اکرم ﷺ تکبیرِ تحریمہ کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر اس طرح رکھتے کہ ایک ہاتھ کا جوڑ دوسرے کے جوڑ پر ہوتا اور انہیں سینہء مبارک پر رکھتے جیسا کہ صحیح ابنِ خزیمہ میں ہے: ’’كان يضعهما على الصدر‘‘ نبی پاک ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سینہء اطہر پر باندھتے تھے۔

(5) دعاء استفتاح = نمازی سینہ پر ہاتھ باندھ کر سب سے پہلے دعائے استفتاح یا ثناء پڑھے۔ نبی اکرم ﷺ مندرجہ ذیل دعا پڑھا کرتے تھے۔

(1) اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبْ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنْ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ۔(متفق عليه) اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری ڈال دے‘ جس طرح تو نے مشرق اور مغرب میں دوری ڈالی ہے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں سے ایسا صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا

میل سے صاف کیا جاتا ہے اے اللہ میرے گناہ پانی برف اور اولوں سے دھودے۔
یا یہ دُعا پڑھے = (2) سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآاِلٰهَ غَيْرُكَ۔(احمد ، ترمذی) اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ' تیرا نام بابرکت ہے' اور بلند ہے تیری شان اور تیرے سوا کوئی سچّا معبود نہیں ۔
تعوّذ = دعائے استفتاح کے بعد" اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ "پڑھے۔
تسمیہ = اس کے بعد "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "پڑھے ۔(بخاری ومسلم)
سورۃ فاتحہ = اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے کیونکہ یہ نماز کا رکن ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ' جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے "**لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** "(بخاری ومسلم)''جو نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی '' نیز سورۃ فاتحہ ایک ایک آیت کر کے پڑھنی چاہیئے ۔
آمین = سورۃ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہیں' اگر اکیلے ہوں یا سرّی نمازوں (جن میں قرأت آہستہ ہوتی ہے جیسے ظہر اور عصر میں، امام کے پیچھے ہوں تو آمین آہستہ کہیں' اگر نماز جہری ہو (جس میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے جیسا کہ فجر' مغرب اور عشاء وغیرہ) تو خواہ آپ امام ہوں یا مقتدی بلند آواز سے آمین کہیں ۔
حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے غیر المغضوب علیھم و لا الضآلین پڑھا اور پھر بلند آواز سے آمین کہی ۔(ترمذی' ابوداؤد)
حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دوسو صحابہ کرام کو دیکھا کہ بیت اللہ میں جب امام "و لا الضآلین "کہتا تو سب بلند آواز سے آمین کہتے ۔(بیہقی)
دوسری سورت ملانا = نمازی اگر اکیلا نماز ادا کر رہا ہو یا ظہر وعصر کی نمازوں میں

امام کے پیچھے ہو یا خود امام ہو تو اسے پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورت بھی پڑھنی چاہیئے ۔(بخاری ومسلم)(یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر کوئی بھی دوسری سورت پڑھے) اگر نماز جہری ہو تو اس میں مقتدی کو امام کے پیچھے صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور کوئی سورت نہیں پڑھنی چاہیئے (بخاری)
رکوع = قرأت سے فارغ ہو کر ''اَللّٰهُ اَكْبَرْ '' کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اور ہاتھوں کی انگلیاں کانوں کی لو کے برابر ہوں اور رکوع میں چلے جائیں ۔(بخاری ومسلم)
رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھیں جیسا کہ گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہو' اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے الگ رکھیں اور کمر کو اس طرح سیدھا رکھیں کہ اگر اس پر پانی بھی ڈالا جائے تو اس پر ٹھہر جائے اور سر کو کمر کے برابر رکھیں نہ بہت نیچے جھکائیں اور نہ اوپر اٹھائیں (بخاری مسلم)
رکوع کی تسبیحات = اطمینان کے ساتھ رکوع کریں اور کم از کم تین مرتبہ مندرجہ ذیل تسبیحات پڑھیں ۔
(1) سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ (**مسلم**) ترجمہ: پاک ہے میرا اعظمت والا رب ۔
(2) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ،، اے اللہ! تو پاک ہے ، یا رب اور ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں، اے اللہ مجھے بخش دے ۔(بخاری ومسلم)
رکوع سے اُٹھنا = رکوع سے اٹھتے وقت کہے : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهْ (بخاری ومسلم) ترجمہ: اللہ نے تعریف کرنے والے کی تعریف سن لی ۔
اور دونوں ہاتھ اسی طرح کندھوں کے برابر تک اُٹھائے جس طرح رکوع جاتے

وقت اُٹھائے تھے۔(بخاری ؤمسلم)

قومہ کی دعا= رکوع کے بعد بالکل سیدھے کھڑے ہوکر یہ دُعا پڑھنی چاہیئے : رَبَّنَاوَ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ (بخاری) ترجمہ: اے ہمارے رب تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں بہت زیادہ' پاکیزہ کلمات جن میں برکت دی گئی ہے۔

اگر مقتدی ہو یعنی امام کے پیچھے ہوتو اسے " سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه "کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ "رَبَّنَاوَ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ " ہی کہے گا' لیکن اگر اکیلا ہو یا امام ہو تو اس کیلئے "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه" کہنا ضروری ہے۔

سجدہ= قومہ کے بعد "اَللّٰهُ اَكْبَرْ" کہہ کر سجدہ کے لئے جھکیں اور زمین پر پہلے ہاتھ رکھیں اور بعد میں گھٹنے۔(ابن خزیمہ' دارقطنی)اور سات اعضاء پر سجدہ کریں یعنی ناک اور پیشانی' دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں زمین کو چھوئیں۔(بخاری ؤمسلم) ہاتھوں کی انگلیاں کھلی اور ساتھ ملی ہوئی ہوں' بازو پہلوؤں سے اور پیٹ رانوں سے الگ ہو' پاؤں کی ایڑیاں ملی ہوئی ہوں اور انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور نہایت اطمینان کے ساتھ سجدہ کیا جائے۔(بخاری ؤمسلم ۔ ابوداؤد)

سجدے کی دُعائیں = سجدے میں کم از کم تین مرتبہ یہ دعائیں پڑھیں۔(1) سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی ۔(احمد۔ ابوداؤد) ترجمہ: پاک ہے میرا رب بلندیوں والا (2) سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ (بخاری) ترجمہ: پاک ہے تو اے اللہ! اے ہمارے رب! اور اپنی تعریف کے ساتھ اے اللہ مجھے بخش دے۔

دوسجدوں کے درمیان = اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے اٹھیں اور اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر سیدھے بیٹھ جائیں اور دائیں پاؤں کو اسی طرح کھڑا رکھیں

جس طرح سجدے میں تھا اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھیں اور یہ دعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَارْفَعْنِيْ (ابوداؤد - ترمذی ،ابن ماجہ) ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور میرے نقصان پورے کردے اور مجھے عافیت بخش اور مجھے روزی عطا کر اور مجھے بلند کر۔

دوسرا سجدہ= اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر اسی طرح دوسرا سجدہ کریں جیسا پہلے کیا تھا.

جلسہء استراحت = دوسرے سجدے کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے سیدھا بیٹھ جانا چاہیئے اسے جلسہء استراحت کہتے ہیں' سیدھے بیٹھ کر ہاتھوں پر وزن دے کر اس طرح اٹھیں کہ پہلے گھٹنے زمین سے اوپر اٹھائیں اور بعد میں ہاتھ۔(بخاری-ابوداؤد)

دوسری رکعت= دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوکر سینے پر ہاتھ باندھ لیں اور سورۃ فاتحہ سے قرأت شروع کریں، باقی رکعت پہلی رکعت کی طرح مکمل کریں۔

درمیانی تشہد= دو رکعت سے زائد نماز میں دوسری رکعت کے بعد تشھد کرنا واجب ہے سوائے نمازِ وتر کے، کیونکہ تین رکعت وتروں میں دو رکعت کے بعد تشھد کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے اُٹھ کر دایاں پاؤں کھڑا رکھتے ہوئے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر سیدھے بیٹھ جائیں اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اس طرح رکھیں کہ شہادت کی انگلی اوپر اٹھی ہوئی ہو اور باقی انگلیاں بند ہوں اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھیں اور اسکی انگلیاں کُھلی اور قبلہ رُخ ہوں (بخاری ؤمسلم)اور اس

دوران "التحیّات" پڑھیں۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: میری تمام ترقولی' بدنی اور مالی عبادات صرف اللہ کے لئے ہیں اے نبی ﷺ آپ پر اللہ تعالی کی طرف سے سلامتی رحمتیں اور برکتیں ہوں' ہم پر بھی اور اللہ کے دوسرے نیک بندوں پر سلامتی ہو' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

نوٹ =(1) تشہد میں انگلی اٹھا کر رکھنا یا مسلسل حرکت دیتے رہنا دونوں طرح جائز ہے۔(2) درمیانی تشہد میں اگر کوئی درودِ پاک پڑھنا چاہے تو جائز ہے ایسا کرنے پر سجدہء سہو واجب نہیں ہوتا۔

تیسری رکعت = درمیانی تشہد سے اللہ اکبر کہتے ہوئے تیسری رکعت کے لئے اٹھیں اور رفع الیدین کریں یعنی دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اٹھائیں جیسا کہ ابتدائے نماز میں کیا تھا پھر سینہ پر ہاتھ باندھ کر سورۃ فاتحہ پڑھیں پھر رکوع کریں پھر سجدے اور اسی طرح چوتھی رکعت مکمل کریں۔

آخری تشہد = آخری رکعت مکمل کر کے اسی کیفیت میں بیٹھیں جس میں درمیانی تشہد کے وقت تھے،التحیات اور دوسرا کلمہ پڑھیں،اسکے بعد درودِ ابراہیمی پڑھیں.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْد ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍوَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا

بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْد ، (بخاری)

ترجمہ: اے اللہ! رحمت فرما حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر، جس طرح تو نے رحمت فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! تو برکت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر ،جیسا تو نے برکت فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکی آل پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔

پھر یہ دعائیں یا ان میں سے کوئی ایک دعا پڑھے۔

(1) اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبَرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ ۔ ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں عذابِ قبر سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں دجّال کے فتنہ سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں موت اور حیات کے فتنہ سے اور اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (بخاری ومسلم)

(2) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: اے اللہ! بے شک میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں' پس تو اپنی جناب سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

سلام = پہلے دائیں طرف چہرہ گھماتے ہوئے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه" کہیں اور پھر بائیں طرف چہرہ گھماتے ہوئے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه" کہیں

نماز سے فراغت کے بعد = (1) نماز سے فراغت کے بعد بلند آواز سے " اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہیں (بخاری ومسلم)

(2) پھر تین مرتبہ " اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ "'میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں،' کہنا چاہئے

(3) اور پھر " اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْكَ السَّلاَمُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالجَلاَلِ وَالْإِكْرَامْ " (بخاری ومسلم) ترجمہ: اے اللہ تو ''السّلام'' ہے تیری ہی طرف سے سلامتی ہے' اے ذوالجلال والاِکرام تو بڑا ہی برکت والا ہے۔

(4) اور پھر یہ دعا پڑھنی چاہیئے " رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَ شُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ " (ابوداؤد۔نسائی) ترجمہ: اے میرے پروردگار! اپنا ذکر کرنے اور شکر بجالانے اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔

(5) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَئْيٍ قَدِيْرٌ ۔ اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِىَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں' وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفات اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی دولت مند کو اسکی دولت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

(6) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَئْيٍ قَدِيْرٌ ' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ' لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ ' لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ 'لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ

الْكَافِرُوْنَ ۔ (مسلم) ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں' وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں' اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ہی تمام تعریفیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے' گناہوں سے رُکنا اور عبادت کی توفیق ملنا اللہ کی طرف سے ہے' اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں' ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں' ہر قسم کی فضل ونعمت کا وہی مالک اور ہر اچّھی تعریف اسی کے لئے ہے' اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں' ہم صرف اسی کا دین اپناتے ہیں اگرچہ کافر بُرا ہی کیوں نہ منائیں۔

اس کے بعد (33) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ (33) مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (34) مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرْ اور آية الكُرسى پڑھیں' اس کے بعد قرآنِ مجید کی آخری تین سورتیں 'سورۃ الاِخلاص' الفلق اور النّاس پڑھیں' بالخصوص فجر اور مغرب کی نماز کے بعد۔

(پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز: مرتّب: شیخ عبدالخالق محمد صادق)

اللہ کی مراقبت کا احساس

تربیتِ اولاد میں ضروری ہے کہ بچوں کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ وہ جس معبودِ حقیقی کی عبادت کرتے ہیں، وہ ہمیشہ ان کے ساتھ ہے، ان کی ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے اور اس کو قیامت کے دن کے لئے محفوظ کررہا ہے، کوئی نیکی اس سے مخفی نہیں اور نہ ہی کوئی بُرائی، چاہے وہ کتنے ہی پردوں کے اندر چھپ کر کی جائے، اسلئے تم ہمیشہ اسی سے ڈرو اور اسی سے امید رکھو، جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگو، اسکے علاوہ اور کوئی داتا نہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: **عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما قال:" كنت خلف النبي ﷺ يوما، فقال : يا غلام ! إنّي أعلّمك**

کلمات :" إحفظ اللّٰہ یحفظک ، إحفظ اللّٰہ تجدہ تجاھک ، وإذا سألت فاسئل اللّٰہ ، وإذا إستعنت فاستعن باللّٰہ ، واعلم لو أنّ الأمّة إجتمعت علیٰ أن ینفعوک بشیء لم ینفعوک بشیء قد کتبہ اللّٰہ لک ، وإن إجتمعوا علی أن یضرّوک بشیء لم یضرّوک إلاّ بشیء قد کتبہ اللّٰہ علیک ، رفعت الأقلام وجفّت الصحف. (ترمذی) وفی روایة :" إحفظ اللّٰہ تجدہ تجاھک، تعرّف إلی اللّٰہ فی الرخاء یعرفک فی الشدّة،واعلم أنّ ما أصابک لم یکن لیخطئک ، وما أخطأک لم یکن لیصیبک ، أعلم أنّ النصر مع الصبر ، وأنّ الفرج مع الکرب ، وأنّ مع العسر یسر ،،(مسند عبد بن حمید)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں :" میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا ، آپ ﷺ نے فرمایا :اے لڑکے ! میں تمہیں کچھ باتیں سکھاتا ہوں :تم اللہ تعالی کو یاد رکھو(اس کے حقوق اور احکامات پر عمل کر کے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچ کر) تو وہ تمہیں یاد رکھے گا ،تم اللہ کو یاد رکھو تو اسے اپنے سامنے پاؤ گے ۔ جب تم کچھ مانگو تو اللہ تعالی سے ہی مانگو، جب مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو ۔ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ اگر ساری قوم مل کر بھی تمہیں کسی چیز کا فائدہ کرنا چاہے تو تمہارا اتنا ہی فائدہ کر سکتی ہے جتنا کہ اللہ نے تمہارے لئے مقرّر کر رکھا ہے۔ اگر ساری قوم مل کر بھی تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو اتنا ہی پہنچا سکتی ہے جتنا کہ اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھ رکھا ہے ، تقدیر لکھنے والے قلم اٹھالے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے ۔(جو ہونا تھا وہ لکھ دیا گیا اب اس میں ادل بدل نہیں ہوسکتا) دوسری روایت میں یوں ہے :تم اللہ کو یاد رکھو تو اسے اپنے سامنے پاؤ گے ۔آرام اور راحت کے زمانے میں اللہ سے جان پہچان رکھو تو تمہیں مصیبت

کے زمانے میں پہچانے گا ۔ یاد رکھو! تم سے جو چُوک گیا وہ کبھی تمہیں ملنے والا نہ تھا ، جو تمہیں ملا ہے وہ کبھی چوکنے والا نہ تھا ۔ یاد رکھو! اللہ کی مدد صبر کے ساتھ ہے ، اور کشادگی مصیبت کے ساتھ ہے اور یہ بھی یقین جانو کہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے ۔

اگر بچوں میں والدین اللہ تعالی کے مراقبے کا احساس پیدا کریں تو بچے نہ صرف آئندہ زندگی میں برے کاموں سے دور رہیں گے بلکہ دوسروں کو بھی روکنے والے بن جائیں گے ، جیسا کہ گذشتہ اوراق میں گذر چکا ہے کہ ایک ماں نے جب اپنی بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کے لئے کہا تو اس نے یہ کرارا جواب دیتے ہوئے اس کام کو کرنے سے انکار کردیا کہ :" اگر چہ عمر بن خطاب نہیں دیکھ رہا ہے لیکن عمر کا رب تو ضرور دیکھ رہا ہے ، اس لئے میں یہ کام نہیں کرسکتی ،،۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے ۔حضرت عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں :" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ کے لئے روانہ ہوا ، راستے میں ایک چرواہا ایک پہاڑی کی ڈھلوان سے اترتا ہوا نظر آیا ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے آزمانے کے لئے کہا :"**یا راعی ! بعنی شاة من ھذہ الغنم ،،** اے چرواہے ! ان بکریوں میں سے ایک مجھے فروخت کردے ،، اس نے کہا :" میں مالک نہیں غلام ہوں ،، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :" کوئی بات نہیں ، مجھے فروخت کر کے اپنے مالک سے کہہ دے کہ اس بکری کو بھیڑئے نے کھالیا ،، اس پر چرواہے نے کہا :" فأین اللّٰہ ،، حضرت ! تو پھر اللہ کہاں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے ، اور اس کے ساتھ چل کر اس کے مالک سے بات کی اور اسے خرید کر آزاد کردیا اور فرمایا :"**أعتقتک فی الدنیا ھذہ الکلمة ، وأرجو أن تعتقک**

فی الآخرۃ ،، تیرے ایک لفظ نے تجھے دنیا میں غلامی سے نجات دلایا ہے اور مجھے امید ہے کہ یہی لفظ آخرت میں بھی تجھے دوزخ کے عذاب سے نجات دلائے گا ،،.

امام غزالی رحمہ اللہ ''إحیاء العلوم ،، میں لکھتے ہیں :'' إمام یونس بن عبید رحمہ اللہ کپڑوں کا کاروبار کرتے تھے، آپ کی دوکان میں مختلف قسم کے لباس ، چادریں اور جوڑے تھے، ان میں سے کچھ کی قیمت چار سو درہم اور کچھ کی دوسو درہم تھی ، آپ نماز پڑھنے کے لئے مسجد جاتے ہوئے دوکان میں اپنے بھتیجے کو چھوڑا اور اسے تمام کی قیمتیں بھی سمجھا دیں ، اس دوران ایک بدو شخص آیا ، اس نے چار سو درہم کا ایک جوڑا مانگا ، لڑکا چالاک تھا اس نے اسے دوسو درہم والا جوڑا دکھایا ، اس نے اسے پسند کرلیا اور خوشی خوشی چار سو درہم ادا کرکے چلا گیا ، راستے میں اسے یونس بن عبیدؒ مل گئے ، انہوں نے اس کپڑے کو پہچان لیا جو ان کی دوکان سے خریدا گیا تھا ، آپ نے اس بدو سے پوچھا :'' تم نے اسے کتنے میں خریدا ،، کہا :'' چار سو درہم میں ،، آپ نے فرمایا :'' یہ دوسو درہم سے زیادہ کا نہیں ہے ، اس لئے تم اسے واپس کرآؤ ،، اس نے کہا :'' حضرت ! یہ ہمارے ہاں پانچ سو درہم کا ملتا ہے اور میں نے اسے اپنی خوشی سے خریدا ہے ،، آپ نے فرمایا :'' میرے ساتھ واپس چلو ، اس لئے کہ خیر خواہی کا مقام دین میں دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے ،، پھر آپ اپنی دوکان پر آئے اور اسے دوسو درہم واپس کیا ، اپنے بھتیجے کو خوب ڈانٹا پھٹکارا ، اس سے جھگڑا کیا اور فرمایا :'' أما إستحییت ؟ أما إتّقیت اللہ ؟ تربح مثل الثمن وتترک النصح للمسلمین ،، کیا تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آئی ؟ کیا تم میں کچھ بھی اللہ کا خوف نہیں ؟ اصل قیمت کے برابر فائدہ کھاتے ہو اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی نہیں کرتے ؟

بُری حرکتوں سے باز رکھنا

تربیتِ اولاد میں ضروری ہے کہ بچوں سے محبت اور شفقت رکھتے ہوئے انہیں غلط کاموں اور حرکتوں اور باتوں سے روکیں ، اس لئے کہ بچوں کی بعض عادتیں اگر چہ کہ ان کے بچپن میں بری نہیں لگتیں ، بلکہ اس پر تو بعض ماں باپ عش عش کر اٹھتے ہیں ، اور انہیں اس بدتمیزی پر اپنے بے جا پیار سے نوازتے ہیں ، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ یہ واقعی کوئی اچھا کام ہے جس پر مجھے شاباشی مل رہی ہے ، آگے چل کر وہ لڑکا اسی بگاڑ کے راستے پر چل پڑتا ہے ، پھر اپنے ماں باپ اور معاشرے کے لئے ایک ناسور بن جاتا ہے ، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : " **ما من مولود الاّ یولد علی الفطرۃ فابواہ یھوّدانہ او ینصّرانہ أو یمجّسانہ کما تنتج البھیمۃ بھیمۃ جمعاء فھل تحسّون فیھا من جدعاء ؟'' ثم یقول ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فطرۃ اللہ اللتی فطر النّاس علیھا .... الآیۃ** . (بخاری: کتاب الجنائز حدیث نمبر 1385/1359-1358. کتاب التفسیر 4775. مسلم : کتاب القدر 22/23. أبوداؤد: کتاب السنّۃ 4714. مسند أحمد : ج2/315 -39- 275-233. مؤطا امام مالک: ج1/442) ترجمہ : ہر پیدا ہونے والا فطرت (فطرت سے مراد تمام سلف صالحین اور اہلِ علم کے نزدیک اسلام ہے) پر پیدا ہوتا ہے لیکن اسکے ماں باپ اُسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں' جیسے کہ جانور اپنی ماں کے پیٹ سے صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم اس میں کسی کو کان یا ناک کٹا پاتے ہو؟ پھر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ

عَلَيْهَا (یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا) تلاوت فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کو ان کی فطری سادگی سے ہٹانے میں والدین کا زبردست کردار رہتا ہے۔لیکن آپ ﷺ نے اپنے قول وعمل سے اہلِ دنیا کو بچوں کے تربیت کے اسلوب سکھادئے:

عن عمر بن أبي سلمة رضي الله عنهما قال : " كنت غلاما في حجر رسول الله ﷺ وكانت يدي تطيش في الصحفة ، فقال لي رسول الله ﷺ يا غلام ! سمّ الله ، وكل بيمينك وكل ممّا يليك ،، فمازالت تلك طعمتي بعد . (متفق علیہ) حضرت عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ عنہما (آپ امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ہیں، رسول اللہ ﷺ سے اپنی والدہ کے نکاح کے بعد آپ ﷺ کی ہی زیرِ نگرانی پرورش پائی) کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا، کھاتے ہوئے میرا ہاتھ سارے برتن میں گھومتا تھا، آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: ''اے لڑکے! اللہ کا نام لو (بسم اللہ کہو) اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے قریب سے کھاؤ،، اس کے بعد سے میرے کھانے کا وہی طریقہ ہوگیا۔(جو آپ ﷺ نے بتلایا)

عن أبي هريرة رضي الله عنه أنّه قال : أخذ الحسن بن علي رضي الله عنهما تمرة من تمر الصدقة ، فجعلها في فيه ، فقال رسول الله ﷺ " كخ ، كخ ، أما علمت إنّا لا نأكل الصدقة ،، (متفق عليه) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے زکاۃ کے کھجوروں میں سے ایک کھجور لی اور اپنے منہ میں ڈال لی، آپ ﷺ نے

انہیں (ڈانٹتے ہوئے) فرمایا: '' تھوک دو تھوک دو، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم زکاۃ کا مال نہیں کھاتے۔

جھوٹ سے نفرت دلانا

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو جھوٹ سے نفرت دلائیں اور انہیں یہ تعلیم دیں کہ جھوٹ ایک کبیرہ گناہ ہے، اور خود بھی بچوں سے جھوٹ نہ بولیں اور نہ ان سے جھوٹ کہلوائیں، کیونکہ اس کی برائی کے لئے یہی کافی ہے کہ اسلام نے اسے منافقین کی عادتوں میں سے ایک قرار دیا: **عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ :" أربع من كنّ فيه كان منافقا خالصا ، ومن كانت فيه خصلة منهن كان فيه خصلة من النفاق حتّى يدعها : إذا أؤتمن خان ، وإذا حدّث كذب ، وإذا عاهد غدر ، وإذا خاصم فجر ،، (متفق عليه)** حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' جس میں تین خصلتیں ہیں وہ پکّا منافق ہے، اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہے اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے جب تک کہ وہ اسے نہ چھوڑ دے، 1) جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، 2) بات کرے تو جھوٹ بولے، 3) جب عہد کرے تو بے وفائی کرے، 4) جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔،،

بچوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی جائے کہ جھوٹ بولنے سے آدمی اللہ تعالی کے پاس بھی جھوٹے لوگوں میں ہوجاتا ہے: **عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "إيّاكم والكذب ، فإنّ الكذب**

يهدى إلى الفجور ، وإنّ الفجور يهدى إلى النار ، ولا يزال الرجل يكذب ويتحرّى الكذب حتّى يكتب عنداللّٰه كذّابًا ،، (**رواه الشيخان**) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ برائیوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور برائیاں دوزخ کی راہ دکھلاتی ہیں، آدمی ہمیشہ جھوٹ کہتا اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہوا اللہ تعالی کے پاس کذّاب (بہت بڑا جھوٹا) لکھا جاتا ہے۔

عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ باپ خود اپنے طرزِ عمل سے بچوں کو جھوٹ کی تعلیم دیتا ہے ،اگر کسی شخص سے اسے ملنا نہ ہو اور وہ گھر پر آجائے تو بچوں سے کہلواتا ہے کہ: ''ابّا جان گھر پر نہیں،، یہ معصوم سمجھتے ہیں کہ ایسا کہنا بھی کوئی اچھا فن ہے پھر وہ اسی فن کا مظاہرہ اپنے والدین اور دیگر لوگوں سے کرتے ہیں ۔ مائیں عموماً اپنے بچوں کو ترغیب دینے کے لئے کئی طرح سے جھوٹ بولتی ہیں ،لیکن قربان جایئے انسانیت کے مربیء اول اور مرشدِ کامل ﷺ کی ذاتِ گرامی پر کہ آپ نے بچوں سے ترغیبًا جھوٹ کہنے کو بھی اللہ تعالی کے پاس حقیقی جھوٹ کے برابر قرار دیا: **وعن عبد اللّٰه بن عامر رضى اللّٰه عنه قال : دعتنى أمّى يومًا ، ورسول اللّٰه ﷺ قاعد فى بيتنا ، فقالت : ها تعال أعطك ، فقال لها رسول اللّٰه ﷺ : ما أردت أن تعطيه ؟ قالت : أردت أن أعطيه تمرة ، فقال لها رسول اللّٰه ﷺ : أما إنّكِ لو لم تعطيه شيئا كتبت عليك كذبة ،، .** (**رواه أبوداؤد والبيهقى**) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:'' ایک دن میری ماں نے مجھے بلاتے ہوئے کہا: تم آؤ تو میں تمہیں ایک چیز دیتی

ہوں ،، اس وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف رکھتے تھے، آپ ﷺ نے میری ماں سے کہا: اگر وہ آجائے تو تم اسے کیا دینا چاہتی تھیں؟ انہوں نے کہا: ''میں اسے ایک کھجور دینا چاہتی تھی،، تب رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: اگر تم اسے بلاکر کچھ نہ دیتیں تو تمہارے نامہء اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اسلاف کی سچائی کے واقعات سناتے رہیں تاکہ ان میں بھی اس عادت کو اپنانے کا جذبہ پیدا ہوجائے۔

ایک سچے لڑکے کا واقعہ

مشہور عالمِ ربّانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنی زندگی کی شروعات ہی سچائی سے کی ، وہ اس طرح کہ میں حصولِ علم کی خاطر جیلان سے بغداد چل پڑا، میری والدہ نے مجھے اخراجات کے لئے چالیس دینار دئے اور مجھ سے ہر حال میں سچ بولنے کا وعدہ لیا، جب ہم ہمدان کی سرزمین میں پہنچے تو ڈاکوؤں کی ایک جماعت نے ہم پر حملہ کرکے سارے قافلے والوں کو لوٹ لیا ،ایک ڈاکو میرے پاس آیا اور پوچھا: ''تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا: ''میرے پاس چالیس دینار ہیں،، اس نے سمجھا میں اس کے ساتھ مذاق کررہا ہوں، وہ مجھے چھوڑ کر نکل گیا ، دوسرا آیا، اس نے بھی وہی سوال کیا، میں نے اسے بھی وہی جواب دیا، وہ مجھے لے کر اپنے سردار کے پاس آیا، اس نے مجھ سے پوچھا، تو میں نے وہی جواب دیا اور ساتھ ہی وہ جگہ بھی بتلادی جہاں یہ دینار سلے ہوئے تھے، ڈاکوؤں کے سردار نے مجھ سے پوچھا: ''تم نے سچ کیوں کہا؟ میں نے کہا: ''میری ماں نے چلتے وقت مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں ہرحال میں سچ کہوں، اگر میں جھوٹ

کہتا تو میری ماں کے ساتھ کیے ہوئے عہد کی خیانت ہوجاتی ،، میری بات سن کر سردار پر رقّت طاری ہوئی اور اس نے اپنا سر پیٹ لیا اور کپڑے پھاڑ لئے اور چیخ کر کہا: ''ایک تو ہے کہ اپنی ماں سے کیے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرتا ہے اور ایک میں ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں خیانت کرتے ہوئے نہیں ڈرتا؟ پھر اس نے لوٹی ہوئی چیزوں کو واپس کرنے کا حکم دیا اور کہا: ''میں آج سے اس پیشے سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں ،، یہ دیکھ کر اس کے ساتھیوں نے کہا: ''تو آج تک ڈاکے میں ہمارا سردار تھا اور آج توبہ میں بھی ہمارا سردار بن گیا ،، غرضیکہ تمام ڈاکو سچائی کی برکت سے نکوکار بن گئے ۔ (تربیۃ الأولاد فی الإسلام)

شہادتِ حق کا ایک نمونہ

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ،، میں لکھتے ہیں:

''انگریزی عملداری کی ابتدا کا واقعہ ہے کہ ضلع مظفّر نگر کے قصبہ کاندھلہ میں ایک جگہ پر ہندو اور مسلمانوں میں تنازعہ ہوا کہ یہ ہندوؤں کا معبد ہے یا مسلمانوں کی مسجد؟ انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مسلمانوں سے تخلیہ میں پوچھا کہ کیا ہندوؤں میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی صداقت پر آپ اعتماد کرسکتے ہیں اور جس کی شہادت پر فیصلہ کردیا جائے؟ انہوں نے کہا: ''ہمارے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ،، ہندوؤں سے پوچھا تو انہوں نے کہا: ''یہ بڑی آزمائش کا موقعہ ہے، معاملہ قومی ہے، لیکن پھر بھی ایک مسلمان بزرگ ہیں جو کبھی جھوٹ نہیں بولتے، شاید وہ اس موقعہ پر بھی سچّی ہی بات کہیں ،، یہ بزرگ مفتی الٰہی بخش صاحبؒ (

تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ خلیفہ حضرت سیّد احمد شہیدؒ) کے خاندان کے ایک بزرگ تھے، مجسٹریٹ نے ان کے پاس چپراسی بھیج کر عدالت میں طلب کیا، انہوں نے فرمایا کہ: ''میں نے قسم کھائی ہے کہ فرنگی کا منہ کبھی نہ دیکھوں گا ،، مجسٹریٹ نے کہا کہ: ''آپ میرا منہ نہ دیکھیں، لیکن تشریف لے آئیں، معاملہ اہم ہے، اور آپ کے یہاں تشریف لائے بغیر فیصلہ نہیں ہوسکتا ،، وہ بزرگ تشریف لائے اور پیٹھ پھیر کر کھڑے ہوگئے، معاملہ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا اور دریافت کیا گیا کہ آپ کا اس بارے میں کیا علم ہے؟،، ہندوؤں اور مسلمانوں کی نگاہیں ان کے چہرے پر ہیں اور کان ان کے جواب پر لگے ہوئے تھے، جس پر اس اہم معاملے کا فیصلہ ہونا ہے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ: ''صحیح بات تو یہ ہے کہ جگہ ہندوؤں کی ہے، مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ۔،، عدالت کا فیصلہ ہوگیا، جگہ ہندوؤں کو مل گئی، مسلمان مقدمہ ہار گئے، لیکن اسلام کی اخلاقی فتح ہوئی، صداقت اور اسلامی اخلاق کے ایک مظاہرے نے چند گز زمین کھوکر بہت سے غیر مسلم انسانوں کے ضمیر اور دل ودماغ جیت لئے، بہت سے ہندو اسی دن ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے ۔ (کتاب مذکور: صفحہ 360)

چوری اور دھوکہ دہی سے اجتناب

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو چوری، دھوکہ دہی اور اس طرح کی مذموم عادات سے دور رکھیں اور ان میں ہمیشہ یہ احساس پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے، یوں تو اس طرح کی رذیل برائیاں ایسے معاشرے میں پائی جاتی ہیں جو دینی اور معاشی طور پر پس ماندہ ہو، جہاں صرف شکم سیری مقصدِ

حیات بنا ہوا ہو، کیونکہ اس جیسی خبیث عادات کے لئے ایک مومن معاشرہ میں کوئی جگہ نہیں ۔ اللہ نہ کرے، اگر بچہ یا بچی سے چوری کا عمل سرزد ہوگیا، والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچے کو سمجھائیں، اور انہیں اس چیز کو جس سے چرایا ہے واپس کرادیں، اگر وہ اس سے باز نہ آئیں تو انہیں سزا دیں، تاکہ اس قبیح عمل پر بچوں کی کبھی کوئی حوصلہ افزائی نہ ہو ۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ ہمارے لئے بہترین اسوہ ونمونہ ہے، اس طرح کا ایک واقعہ آپ ﷺ کے زمانہء مبارکہ میں پیش آیا تھا کہ خاندانِ قریش کے ایک معزز خاندان قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے جس کا نام فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تھا چوری کی مرتکب ہوئیں، بنی مخزوم کے لوگ چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس سے اغماض کرجائیں، تاکہ اس عورت کا ہاتھ کاٹے جانے کی وجہ سے بنی مخزوم اور قبیلہ قریش کی جو بدنامی ہوگی اس سے وہ بچ جائیں، چونکہ آپ ﷺ کا تعلق بھی قبیلہ قریش سے ہی تھا اس لئے وہ چاہتے تھے کہ آپ علیہ السلام اپنے خاندان کے وقار کو مدنظر رکھتے ہوئے چشم پوشی سے کام لیں ۔ لیکن کسی میں یہ ہمت نہیں تھی کہ منہ اٹھائے رسول اکرم ﷺ سے اس طرح کی بات کریں، اس لئے انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سفارشی بنا کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ سے اس معاملے میں سفارش کی اور چشم پوشی کی درخواست کی، آپ ﷺ ان پر سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا: **أتشفعني بحدّ من حدود اللّٰہ ؟** کیا تم حدود اللہ میں مجھ سے سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "**یا أیها الناس**

! إنّما هلک الذین کانوا من قبلکم بهذا ، إذا سرق فیهم الوضیع أقاموا علیه الحدود وإذا کان غیر ذلک ترکوه ، وأیم اللّٰه لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدها ،، ثم أمر فقطعت یدها . (بخاری ۔ کتاب الحدود) ترجمہ: لوگو! تم سے اگلی امتیں اسی لئے برباد کردی گئیں کہ جب ان میں کوئی گرا پڑا شخص چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اور جب یہی کام کوئی باعزت شخص کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے ۔ اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کو کاٹ دیتا ۔ پھر آپ ﷺ نے اس عورت کو طلب کیا اور اس کا ایک ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ اس عورت کے خاندان والوں نے جن کے مال کو اس نے چرایا تھا انہیں راضی کرلیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ہم نے اسے معاف کردیا تو آپ بھی درگذر فرمادیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب اس کا وقت گذر گیا، یہ موقعہ، معاملہ میرے سامنے پیش ہونے سے پہلے تھا، اب جب کہ معاملہ میرے پاس آگیا ہے تو سوائے حد قائم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: پھر اس عورت نے اپنے اخلاق کو سنوارا اور نیک ہوگئی، وہ کبھی کبھی میرے گھر آتی اور ضرورت بیان کرتی تو میں اس کی ضرورت رسول اللہ ﷺ کہہ کر پوری کرادیتی تھی ۔ (بخاری)

اسلام نے معاشرہ سے اس عادت بد کو دور کرنے کے لئے سخت سزائیں مقرر کی ہیں، چور چاہے مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً ۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ

وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴾ (مائدہ :38) چور چاہے مرد ہو یا عورت ، ان کے ہاتھ کاٹ دو ، یہ ان کے کرتوت کا بدلہ ہے اور اللہ تعالی کی جانب سے عبرتناک سزا ۔ اور اللہ تمام پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے ۔

چور سے بڑی سزا ڈاکو کے لئے مقرر کی ، ڈاکہ کے ساتھ قتل بھی شامل ہوجائے تو قرآن نے اس کے لئے سخت ترین سزا کا اعلان فرمایا : ﴿ اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴾ (مائدہ : 33) ترجمہ : جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ، ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کئے جائیں ، یا سولی پر چڑھادئے جائیں ، یا ان کے ہاتھ پیر مخالف سمت سے کاٹ دئے جائیں ، یا وہ جلا وطن کردئے جائیں ' یہ ذلّت ورسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے اس سے بڑی سزا ہے ۔

عموما چوری کی دو وجوہات ہوتی ہیں :1۔غریبی اور مفلسی 2۔فضول خرچی ۔ان دونوں پر ہم نے اولاد میں انحراف کے اسباب اور علاج کے باب میں بحث کی ہے.

علمی مجالس میں حاضری

بچے فطرۃً شرمیلے ہوتے ہیں ، بچہ جب چار ماہ کا ہوتا ہے تو اسی وقت سے وہ لوگوں کو پہچاننا شروع کردیتا ہے اور اس میں شرم کا مادہ محسوس کیا جاسکتا ہے ، جب وہ

ایک سال کا ہوجاتا ہے تو اس کا شرمانا واضح ہوجاتا ہے ، مثلاً کسی سے شرماتا ہے تو اس سے منہ موڑ لیتا یا پیٹھ پھیر لیتا ہے ، یا آنکھیں بند کرکے شرم کا اظہار کرتا ہے . جب بچوں کو الگ تھلگ رکھا جائے اور انہیں دوسرے بچوں سے نہ ملنے دیا جائے ، یا رشتہ داروں کی مجالس میں نہ شریک کیا جائے تو ان میں شرم کا مادہ برقرار رہتا ہے جو آگے چل کر ان کی شخصیت کو نہ صرف بگاڑ سکتا ہے بلکہ ان میں احساسِ کمتری پیدا کرکے زندگی کے ہر میدان میں ناکام کرسکتا ہے ۔ اس لئے والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دوسروں سے ملنے جلنے اور ہنسنے بولنے اور تبادلہء خیالات کرنے کا موقع فراہم کریں .دوستوں کی مجلس ، رشتہ داروں کی محفل ، خوشی اورغمی کے تمام اجتماعات میں اپنے ساتھ بچوں کو بھی شریک کریں ، بالخصوص ایسی پُر وقار دینی مجلسوں ،علمائے کرام کی محفلوں اور دینی اجتماعات میں اپنے بچوں کو ساتھ رکھیں تاکہ ان میں بھی دین کا شعور جاگے، خود اعتمادی بڑھے اور ان میں ہر شخص کے سامنے حق بات کہنے کا جذبہ پیدا ہو اور ان پُر وقار مجلسوں کی بدولت بچوں میں بھی وقار اور تمکنت پیدا ہو .

رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے زیادہ اور کونسی مجلس مبارک ہوسکتی ہے ؟ لیکن آپ ﷺ کی مجلسوں میں نوخیز بچے بھی شریک ہوتے اور اپنے ظرف کے مطابق آپ ﷺ کے اقوال وافعال سے دین حاصل کرتے ، بلکہ دین کا ایک بڑا حصّہ حضرت انس بن مالک ،حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے نوخیز صحابہ کرام کے ذریعے امّت تک پہنچا ۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی مبارک مجلسوں کی چند جھلکیاں درج ذیل ہیں :

1۔آپ ﷺ نے اپنی ایک مبارک مجلس میں لوگوں سے ایک سوال کیا:''إنّ من الشجر شجرة لا يسقط ورقها ، وإنها مثل المسلم ، فحدّثوني ما هي ؟ ،، بتلاؤ کہ وہ کونسا درخت ہے جو سدا بہار ہے جس پر کبھی ''پت جھڑ،، نہیں آتی ؟، اور وہ (اپنی افادیت میں) مسلمان کی طرح ہے، لوگ جنگل کے درختوں کے متعلق غور کرنے لگے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو اس مجلس میں سب سے چھوٹے اور نابالغ تھے، فرماتے ہیں:''میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن جب میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسی شخصیتیں خاموش ہیں تو میں بھی شرما کر خاموش رہ گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:'' وہ کھجور کا درخت ہے۔،، پھر میں نے اپنے دل کی بات اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتلائی تو آپ نے فرمایا:'' لأن تكون قلتها أحبّ إليّ من أن يكون لي حُمُرُ النّعَم ،، جانِ پدر! اگر یہ بات بتانے والے تم ہوتے تو یہ (عزّت) میرے لئے کئی سُرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہوتی۔(بخاری: کتاب العلم)

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کا حوصلہ بڑھایا کہ اگر یہ بات اس مقدس مجلس میں تم بتلائے ہوتے یہ میرے لئے زبردست روحانی خوشی کا باعث ہوتی۔

2۔عن سهل بن سعد الساعدى رضى اللّٰه عنه أنّ رسول اللّٰه ﷺ أتى بشراب، فشرب منه ، وعن يمينه غلام وعن يساره أشياخ . فقال للغلام : " أتأذن لي أن أعطى لهؤلاء ؟ ،، فقال الغلام : " لا واللّٰه ، لا أوثر بنصيبي منك أحدا .،، (مسلم) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں

ایک (دودھ کا) پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اس سے تھوڑا پیا، آپ کے داہنی جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب عمر رسیدہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے. آپ ﷺ نے اس لڑکے سے فرمایا:''اگر تم اجازت دو تو میرا بچا ہوا دودھ ان لوگوں کو دوں؟،، لڑکے نے جواب دیا:''اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، آپ کے دستِ مبارک سے ملا ہوا حصّہ، کسی کو دینا مجھے ہرگز گوارہ نہیں۔،،

حق گوئی کا مظاہرہ کرنے والے یہ لڑکے، آپ ﷺ کے چچیرے بھائی، حبر الأمّت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے، جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی تھی:''**أللّٰهمّ فقهه في الدين وعلمه التأويل** ،، اے اللہ! تو اسے دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما۔

3۔ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گذر ایک ایسے راستے سے ہوا جہاں انصار ومہاجرین کے کچھ بچے کھیل رہے تھے، انہیں میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے. بچوں نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اسی جگہ ڈٹے رہے. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا:''دوسرے بچوں کے ساتھ تم کیوں نہیں بھاگے؟،، تو انہوں نے جواب دیا:''**لست جانيا فأفرّ منک ، وليس في الطريق ضيق** .،، میں مجرم نہیں ہوں کہ آپ کو دیکھ کر بھاگوں اور نہ ہی راستہ تنگ ہے کہ میں آپ کو راہ دوں۔(تربیۃ الأولاد في الإسلام: ص305)

جرأت وبے باکی کا یہ مظاہرہ کرنے والے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، حواری رسول حضرت زبیر بن عوام اور آپ ﷺ کی نسبتی بہن حضرت أسماء بنت أبی

بکر رضی اللہ عنہما کے لخت جگر اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مہاجرین کے ہاں پیدا ہونے والے پہلے بچے ہیں ۲ھ میں پیدا ہوئے ،عبادت ،فصاحت اور شجاعت میں ضرب المثل تھے ،آگے چل کر بلادِ اسلامیہ کے حکمران بنے اور ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف کی فوجوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں شہید ہوئے ۔ رضی اللہ عنہ۔

4۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو باوجود نوعمری کے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے شوریٰ کی مجلسوں میں بدری صحابہ کرام کے ساتھ بٹھاتے تھے ، ایک مرتبہ ایک صاحب نے اظہار خفگی کرتے ہوئے کہا کہ یہ لڑکا ہماری مجلسوں میں کیوں آتا ہے؟ جب کہ اس جیسے تو ہمارے بچے ہیں .حضرت عمر نے کہا :'' آپ جانتے ہیں کہ یہ لڑکا مخصوص مقام رکھتا ہے ،، ایک بار انھوں نے بدری صحابہ کے ساتھ مجھے بلایا ، میں سمجھ گیا کہ آپ نے ضرور کچھ دکھانے کے لئے ہی بتایا ہے .پھر انصار اور مہاجرین کے بدری شیوخ سے آپ نے پوچھا :﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ﴾ کے مفہوم کے متعلق آپ لوگوں کا کیا خیال ہے ؟ بعض لوگ خاموش رہے اور بعض نے کہا کہ اس میں فتح ونصرت ملنے کے بعد حمد واستغفار کا حکم ہے . پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا :'' اِبن عباس تمہارا کیا خیال ہے ؟،، آپ نے فرمایا :'' میرے خیال سے اس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی نشانی ہے ،اسی لئے اللہ تعالی نے حمد واستغفار کا حکم دیا ہے ،، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :'' ہاں یہی میرا بھی خیال ہے .،، (بخاری)

اس واقعے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک ذی علم مگر نوعمر لڑکے کی

تائید کی بلکہ اس کے علم وحکمت کی وجہ سے اپنی مجلس شوری کا ممبر بھی بنایا ۔اس لئے والدین کے لئے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو ان کی عقل وفہم کے مطابق اہمیت دیکر انہیں مشوروں میں شریک رکھیں ۔

گالی گلوچ

بچوں میں یہ بُرائی عام ہے ، بالخصوص ایسے معاشرے میں جو دین وتہذیب سے بچھڑا ہوا ہے اس برائی کو برائی بھی نہیں سمجھا جاتا ، بچوں میں یہ عادت دوطرح سے درآتی ہے :۱) والدین سے ۔ ۲) بُری صحبت کے ذریعے ۔

1) اگر والدین اپنی زبانوں پر قابو نہیں رکھتے اور وہ اپنی اولاد کے سامنے ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے اور فحش اور ننگی گالیوں کا تبادلہ کرتے ہیں تو پھر اولاد پر بھی اس کا اثر پڑنا شروع ہوجاتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ الفاظ جو ہمارے ماں باپ کی زبان سے ہمہ وقت نکلتے رہتے ہیں بُرے نہیں ہیں ، پھر وہ بھی بے جھجک انہیں گالیوں کی ریہرسل شروع کردیتے ہیں ،شروع شروع میں جب بچے چھوٹے رہتے ہیں ان کی معصوم زبان سے یہ گالیاں بعض والدین کو بڑی پیاری پیاری لگتی ہیں اور وہ انہیں سن سن کر بڑے خوش ہوتے ہیں ،لیکن یہی بچے جب بڑے ہوکر اپنے والدین کو گالی بکنا شروع کرتے ہیں ،تب والدین کو احساس ہوتا ہے کہ ان کی غلط تربیت نے اپنا رنگ دکھا دیا ہے ۔

2) بُری صحبت = بُرے لڑکے عموماً بازاروں ،کلبوں ،گلیوں ،نکڑوں اور شاہراہوں کی پیداوار ہوتے ہیں ، جب بچہ اپنا زیادہ وقت ان جگہوں پر صرف کرنے لگتا ہے تو پھر ان سے وہ ان گندی گالیوں اور فحش کلمات کو سیکھتا ہے اور وہ انہی کے نقشِ قدم

پر چلتے ہوئے بُرے اخلاق اور بُری تربیت پر پروان چڑھنے لگتا ہے، والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان مقامات سے حتی الإمکان بچانے کی کوشش کریں، اور بچوں کو بات کرنے کا طریقہ، ادب وتہذیب کا سلیقہ سکھائیں، اور انہیں بزرگوں، والدین اور اپنے سے چھوٹوں کو مخاطب کرنے کے الفاظ سکھائیں، کیونکہ بچوں کو علم وادب، حُسنِ کلام اور تہذیب وشائستگی سکھانے سے بعض اوقات بچے وہ کارنامے انجام دیتے ہیں جنہیں انجام دینے کی بڑوں میں ہمت نہیں ہوتی، تاریخ میں اس طرح کے کئی واقعات مذکور ہیں، جن میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے:

ہشام بن عبد الملک کے زمانے میں مختلف علاقوں میں سخت قحط پڑا، خلیفۂ وقت سے مدد مانگنے کے لئے ایک قبیلہ دار الخلافہ دمشق آیا، جب خلیفہ سے بات کرنے کا وقت آیا تو خلیفہ کے رعب داب اور جاہ وجلال کے آگے کسی میں بات کرنے کی تو کیا، اس کا سامنا کرنے کی بھی ہمّت نہیں ہوئی۔ انہوں نے ہشام کو دیکھتے ہی راہِ فرار اختیار کی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر ’’ درواس بن حبیب،، نامی ایک بچہ جس کی عمر چودہ سال کی تھی، آگے بڑھا اور خلیفہ سے بات کرنے کی جراءت کی۔ ہشام بن عبد الملک نے یہ دیکھ کر کہ ایک بچہ مجھ سے بات کرنے کی کوشش میں ہے تو اپنے دربان سے کہا: ’’ اب تو مجھ سے بات کرنے کے لئے بچے بھی آنے لگے،، یہ سن کر درواس نے کہا: ’’امیر المؤمنین! مجھ سے بات کرنے میں آپ کے لئے تو کوئی عار نہیں البتہ آپ سے گفتگو کرنے سے مجھے شرف حاصل ہوجائے گا،،۔ یہ سن کر ہشام نے کہا: کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس بچے نے کہا: ’’**یا أمیر المؤمنین! أصابتنا ثلاث سنین: فسنة أذابت الشحم وسنة أكلت اللحم، وسنة**

نقّت العظم، وفي أيديكم فضول أموال إن كانت لله ففرّقوها على عباد الله المستحقين لها، وإن كانت لعباد الله فعلام تحبسونها عنهم؟ وإن كانت لكم فتصدّقوا بها عليهم، فإنّ الله يجزي المتصدّقين، ولا يضيع أجر المحسنين،،۔(تربیۃ الأولاد فی الإسلام: 306)

امیر المؤمنین! ہم تین سال سے قحط سالی کے شکار ہیں۔ پہلے سال نے ہماری چربی پگھلادی، دوسرے سال نے ہمارا گوشت کھا لیا، اور تیسرے سال کے قحط نے ہماری ہڈیوں کے گودے کو بھی ختم کرڈالا۔ آپ کے پاس زائد مال پڑا ہوا ہے، اگر یہ اللہ تعالی کا ہے تو اسے اس کے مستحق بندوں پر نثار کردیں، اگر اس کے بندوں کا ہے تو پھر ان سے آپ نے کیوں روکے رکھا ہے؟ اگر آپ کا ہے تو اس سے ان ستم زدوں پر صدقہ کردیں، اس لئے کہ اللہ تعالی صدقہ کرنے والوں کو ثواب عطا فرماتا ہے اور وہ احسان کرنے والوں کی نیکیوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔

یہ سن کر ہشام بن عبد الملک زیرِ لب بڑبڑایا کہ اس لڑکے نے میرے لئے بچنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی، پھر خزانچی کو حکم دیا کہ ایک لاکھ درہم اس آفت زدہ قبیلے کو دئے جائیں اور ایک لاکھ درہم اکیلے درواس کو، درواس نے یہ سن کر کہا: ’’امیر المؤمنین! میرے اس انعام کو بھی میرے قبیلے کی رقم میں شامل کردیا جائے، اس لئے کہ مجھے خدشہ ہے کہ امیر المؤمنین کی دی ہوئی یہ رقم ان کو کافی نہیں ہوگی،، ہشام نے کہا: ’’اگر تمہاری اپنی کوئی ضرورت ہوتو بیان کرو،، درواس نے کہا: ’’میں اپنے ہی قبیلے کا ایک فرد ہوں، ان کی حاجت ہی میری بھی حاجت ہے، ان سے ہٹ کر میری اپنی کوئی ضرورت نہیں،،۔

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچپن سے ہی اپنی اولاد کے دلوں میں سبّ وشتم اور گالی گلوچ سے نفرت پیدا کریں اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے وہ فرمودات یاد کرائیں جو اس برائی کی مذمّت میں ہیں:

1...... ’’سباب المسلم فسوق وقتاله كفر (متفق عليه) ترجمہ: مسلمان کو گالی دینا بدعملی ہے اور اس سے لڑائی اور جنگ کرنا کُفر ہے۔

2......’’إنّ من أكبر الكبائر أن يلعن الرجل والديه ، قيل يا رسول الله ! كيف يلعن الرجل والديه ؟ قال : يسبّ الرجل أبا الرجل فيسبّ أباه ، ويسبّ أمّه فيسبّ أمّه ،، (رواه البخاري وأحمد) ترجمہ: بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کو بُرا بھلا کہے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کوئی اپنے باپ کو کیسے بُرا بھلا کہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’وہ دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو اس کے جواب میں دوسرا شخص بھی اس کے باپ کو گالی دے گا، وہ کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ بھی اس کی ماں کو گالی دے گا،،۔

3......’’إنّ العبد ليتكلّم بالكلمة من سخط الله لا يلقى لها بالا يهوى بها في جهنم ،،(البخاري) ترجمہ: کوئی بندہ اپنی زبان سے اللہ کو ناراض کرنے والا ایک لفظ ایسا کہہ دیتا ہے، جس کی اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی، لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گرادیا جاتا ہے۔

4......’’وهل يكبّ الناس في النار على وجوههم إلاّ حصائد ألسنتهم ،، (أبو داؤد ، ترمذی ، إبن ماجه ، نسائی ، أحمد) لوگ اوندھے منہ جہنم میں

اپنی زبانوں کی وجہ سے ہی گرائے جاتے ہیں۔

5......’’ليس المؤمن بالطعّان ولا اللعّان ولا الفاحش ولا البذی ،، (ترمذی) ترجمہ: مومن طعنے باز، لعنت بھیجنے والا، فحش گو اور بے ہودہ نہیں ہوتا۔

منشیات کا استعمال

والدین کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ صورت حال یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو منشیات کا عادی پائیں، آج منشیات کا استعمال روز مرہ کا معمول بن گیا ہے، تقریبا 80% مرد منشیات کا استعمال، حُقّہ، سُگار، بیڑی، سگریٹ، تمباکو، زردہ، نسوار، گل، شراب، ہیروئن، چرس، بھنگ اور افیون کی شکل میں کرتے ہیں، دور حاضر میں منشیات فروشی ایک نفع بخش تجارت کا روپ دھار چکی ہے، شراب، سگریٹ فروخت کرنے والی کمپنیاں اس طرح کے اشتہارات پیش کرتے ہیں کہ جنہیں دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مرد کی مردانگی کا راز انہی منشیات کے استعمال میں ہے، خیر سے حکومت بھی ٹیکس کے ذریعے اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے کمپنیوں کو کھلی چھوٹ دے دی ہے کہ وہ اپنی مرضی کے اشتہارات ریڈیو اور ٹی وی اور وال پوسٹرس (Wall Posters) پر پیش کریں، جب نوعمر لڑکے اس طرح کے اعلانات دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں اسے ایک دومرتبہ آزمانے کا شدید جذبہ پیدا ہوتا ہے، بالخصوص جب وہ اپنے والد، دادا، چچا، بڑے بھائی یا اور کسی سرپرست کو دیکھتے ہیں کہ وہ کش پر کش لگائے جارہے ہیں تو انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ شاید یہ کوئی اتنی قبیح چیز نہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے یہ بزرگ بڑے ہی اطمینان اور آزادی سے اس کا استعمال کررہے ہیں، بسا اوقات یہی شبہ انہیں منشیات کے

استعمال پر جری کرتی ہے، پھر غلط صحبت اس کے لئے دو آتشہ کا کام کرتی ہے، پھر اولاد منشیات کی عادی ہوجاتی ہے۔

سگریٹ نوشی

تمباکونوشی دینی اور دنیوی ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے، شریعت نے ہر اس چیز کو حرام قرار دیا جو انسان کے اخلاق کو بگاڑ دے اور عقل کو پراگندہ کردے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ''طیّبات،، یعنی پاکیزہ چیزیں حلال فرمائی ہیں اور'' خبائث،، بری اور گندی چیزیں حرام وناجائز قرار دی ہیں ﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ ﴾ (الأعراف: 157) آپ ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

تمباکونوشی کے نقصانات: تمباکونوشی سے افراد ومعاشرے کو بے شمار نقصانات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جس سے نہ صرف اسے استعمال کرنے والے دوچار ہیں بلکہ اس کا نقصان ان لوگوں کو بھی اپنی ہلاکت آفرینی میں شامل کرلیتا ہے جو سگریٹ کے دھواں سے آلودہ فضا میں سانس لیتے ہیں، بلکہ ان لوگوں کا شمار تمباکونوشی نہ کرتے ہوئے بھی تمباکو نوشوں میں ہی شمار ہوں گے ، اس کو اصطلاح میں (Passive Smoking) یعنی غیر ارادی سگریٹ نوشی کہا جاتا ہے۔

تمباکو کی تباہ کاری کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ تمباکو سے پیدا شدہ امراض کی وجہ سے ہر سال بیالیس لاکھ افراد موت کا شکار ہوجاتے ہیں ، جب کہ ناگاساکی اور ہیروشیما پر جو ایٹم بم گرائے گئے تھے اس سے ڈھائی لاکھ افراد لقمہء اجل بنے تھے ، یعنی تمباکو سے سالانہ ہلاک ہونے والوں کی نسبت ایٹم بم سے

مرنے والوں کی تعداد سولہویں حصّے سے بھی کم ہے ۔تماکو سے پھیپھڑے ، نرخرے ، منہ ، آنت ، مثانہ وغیرہ کینسیر کا شکار ہوجاتے ہیں ، سب سے زیادہ قلب کے امراض پیدا ہوتے ہیں ، تمباکو ذہن کو کمزور اور اعصاب میں کھنچاؤ ، نظر میں کمی اور قوت سماعت کی کمزوری پیدا کردیتا ہے، سر چکرانے لگتا ہے، قوت ہاضمہ خراب ، اور قوت مردانگی متاثر ہوجاتی ہے ۔صرف برصغیر میں صرف تمباکو کے مختلف طریقوں سے استعمال کرنے کی وجہ سے سالانہ دس لاکھ سے زیادہ افراد مختلف بیماریوں کا شکار ہوکر مرجاتے ہیں ۔

انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ کے مطابق پان مسالہ، گٹکا اور اس قسم کی وہ تمام اشیاء جو مارکیٹ میں فروخت ہوتی ہیں موت کے پھندے ہیں ، ٹاٹا انسٹیوٹ آف فنڈامنٹل ریسرچ نے ملکی سطح پر منہ اور حلق کے کینسر کے کئی لاکھ مریضوں کا جائزہ لینے کے بعد انکشاف کیا کہ یہ تمام کینسر پان مسالے اور گٹکے کے استعمال سے ہوتے ہیں ، مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو زیادہ ہی ان نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، تمباکونوشی سے عورتوں کی ماہواری گڑ بڑ ہوجاتی ہے اور ماں کی تمباکونوشی سے جنین کی حرکت قلب بالکل اسی طرح متاثر ہوتی ہے ایک بالغ دل کی حرکت غیر معمولی طور پر بڑھتی ہے ۔تمباکو نوش عورت کے بچے ذہنی طور پر معذور پیدا ہوتے ہیں اور تمباکو اسقاط حمل کا سبب بھی بنتا ہے ، امریکہ میں 1993 میں پچاس ہزار عورتوں کو تمباکونوشی کی وجہ سے اسقاط حمل ہوگیا تھا ۔(ماہنامہ البلاغ بمبئ ۔شمارہ اپریل 2003)

والدین اگر اس عادت قبیحہ سے اپنی اولاد کو بچانا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری

ہے کہ وہ خود اس برائی سے بچیں ، اور کسی بھی فرد کو چاہے وہ مہمان بھی کیوں نہ ہو اپنے گھر میں سگریٹ نوشی کی اجازت نہ دیں ، بچوں کو دوکان سے اسے خرید کر لانے کے لئے پیسے نہ دیں ،انہیں نماز ،مسواک اور تلاوت قرآن کا عادی بنائیں ۔

شراب خوری

شراب ایک نشہ آور چیز کا نام ہے ،عربی میں اس کو ’’خَمَرْ ،، کہتے ہیں ،یعنی جس کے استعمال سے عقل وہوش کام کرنا چھوڑ دیں ، اللہ نے اس کو ناپاکی اور گندگی قرار دیا ہے . اس کا پینا نہایت ہی بری عادت ہے ، اس سے بہت سی برائیاں پیدا ہوجاتی ہیں ، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اسے ’’ اُمّ الخبائث ،، (تمام برائیوں کی جڑ) کا نام دیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے :’’ **الخمر جماع الإثم ، والنساء حبال الشیطان ، وحبّ الدنیا رأس کلّ خطیئة** ،، (ترغیب وترہیب) شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے اورعورتیں شیطان کی رسّیاں ہیں اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے ۔

عموماً وہ بچے اس عادت بد کا شکار ہوتے ہیں جو سگریٹ نوش ہیں اور والدین کی نگرانی سے دور رہتے ہیں ، پھر اشرار اور فجّار لوگوں کی صحبت انہیں دھیرے دھیرے ہر فساد و برائی کی طرف لے چلتی ہے ، دو چار بار کے انکار کے بعد پھر وہ دوستوں کے اصرار پر دوچار گھونٹ پی ہی لیتے ہیں ، پھر رفتہ رفتہ اس کے عادی بن کر والدین کے لئے سوہان روح ہوجاتے ہیں ، والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچوں کے سامنے اس برائی کی مذمت میں وارد شدہ قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ سناتے رہیں ، تاکہ بچپن سے ہی ان کے دل میں اس برائی کے خلاف نفرت پیدا ہو

ذیل میں شراب کی مذمت میں واردشدہ چند آیات واحادیث درج کی جارہی ہیں :

1- ﴿ یآ اَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَاالْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ☆ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ ج فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ﴾ (مائدہ : 91-90) اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے چڑھاوے اور پانسے گندے شیطانی کام ہیں ، اس سے بچتے رہو ، تاکہ تم فلاح پاؤ ، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے آپس میں دشمنی ڈال دے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے ، پھر کیا ان چیزوں سے تم باز رہو گے ؟

2-**عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ** ﷺ : ’’**من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یجلس علی مائدة یدار علیھا الخمر** ،، (مسند احمد) جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو ہرگز اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس میں شراب کے دور چلائے جارہے ہوں ۔

3-**کلُّ مسکر خمر وکل خمر حرام** (مسلم) ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر طرح کی شراب حرام ہے ۔

4-**ما أسکر کثیرہ فقلیلہ حرام** (ترمذی) جس کے زیادہ پینے سے نشہ آئے اس کا تھوڑا پینا بھی حرام ہے ۔

5-**لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن ، ولا یشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن** (بخاری) کوئی زانی زنا کاری کے وقت مومن نہیں ہوتا ، اور

نہ ہی شراب پینے والا اسے پیتے وقت مومن ہوتا ہے ۔ (اس سے اس حالت میں ایمان نکال لیا جاتا ہے)

6-شراب کو دوائی کے طور پر بھی استعمال کرنے کو حرام قرار دیا گیا: ’’**إن الله لم يجعل شفاؤكم فيما حرم عليكم** ،، (بخاری عن ابن مسعود) اللہ تعالیٰ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھا ہے ۔

7- رسول اللہ ﷺ نے شراب کے متعلق دس لوگوں پر لعنت بھیجی : 1۔شراب کشید کرنے والے،2- کرانے والے،3-پینے والے،4- شراب اٹھانے والے،5- جس کے پاس شراب لے جائی جائے ،6- اس کو پلانے والے ،7- اس کو بیچنے والے ،8- اس کی قیمت کھانے والے ،9-اسے خریدنے والے،10- اورجس کے لئے خریدی گئی ہو۔(ترمذی ، ابن ماجہ :عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

8- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر رسول ﷺ سے لوگوں کے درمیان اعلان فرمایا کہ :’’ **الخمر ما خامر العقل** ،، (متفق علیہ) شراب وہ ہے جس سے عقل میں فتور آئے ۔

9-عن أمّ سلمة رضى الله عنها زوج النبى ﷺ أنها قالت : ’’ نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر ،، (احمد ۔ ابو داؤد) ام المؤمنین حضرت اُمّ سلمۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :’’ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ آور اور عقل میں فتور پید کرنے والی چیز سے روکا ہے ۔

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں کی رو سے ہر قسم کے مخدّرات ، شراب ہی کے زمرے میں آتے ہیں ، بلکہ شراب سے کہیں زیادہ ان کا نقصان مسلّم ہے ، اس لئے کہ یہ

انسانی عقل پر شراب سے کہیں زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں ، اسے استعمال کرنے کے بعد انسان دور کی چیز قریب اور قریب کی دور محسوس کرتا ہے ، اپنے اوہام وخیالات میں جن کا حقیقت سے دور دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا مست ومگن ہوتا ہے ، اور خیالات کی وادیوں میں اس طرح کھو جاتا ہے کہ اپنے آپ کو اور دین ودنیا تمام کو فراموش کردیتا ہے ، اسی لئے شیخ الإسلام امام ابن تیمیہ اورقرافی رحمہما اللہ نے حشیش وغیرہ کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور اس کے حلال سمجھنے والے کو کافر کہا ہے ۔آج ہر ملک کے نوجوانوں کے لئے ہیروئن اور افیون کا استعمال ایک مسئلہ بنا ہوا ہے ، نو خیز لڑکے اور لڑکیاں اس برائی میں زیادہ مبتلا ہورہی ہیں ، بلکہ کئی ایک ممالک میں طبعی موت مرنے والوں کے مقابلے میں ان کی تعداد زیادہ ہے جو حشیش ، چرس ، بھنگ ، اور افیون کی زائد خوراک لینے کی وجہ سے مر رہے ہیں ، کئی مسلمان ممالک میں یہ فتنہ بڑے شدّ ومدّ سے سر اٹھایا ہوا ہے ، چند ممالک نے اس مسئلہ پر خصوصی توجہ مبذول کی ہے اور اس کے لئے خصوصی وزارت قائم کی ہے اور ان منشیات کو رواج دینے والوں کے لئے سخت قوانین بنائے ہیں .سعودی عرب نے منشیات اسمگلروں کے لئے سزائے موت کا قانون بنایا ہے ، لیکن اس کے باوجود وہاں ہر ہفتہ ایسے لوگ پکڑے اور سر عام قتل کئے جارہے ہیں جو منشیات کو پھیلا رہے ہیں ، موت کا خوف بھی انہیں اس غلط دھندے سے باز آنے نہیں دیتا ۔

شرابی کے لئے اسلام نے سخت تعزیری سزائیں مقرر کی ہیں ، جو 40 تا 80 کوڑوں پر مشتمل ہیں ، اس کے علاوہ حکومت مناسب سمجھے تو منشیات کے استعمال کرنے اور انہیں رواج دینے والوں کے لئے جرمانہ ، قید وغیرہ کی سزائیں دے سکتی ہے ۔

والدین سے التماس ہے کہ اپنے بچوں پر نگرانی رکھیں ، ان کے گھر سے باہر سرگرمیوں ، ملنے جلنے والوں ،سکول وکالج کے یاروں دوستوں پرنظر رکھیں ،انہیں ہر ممکن طریقے سے شریر اور خبیث افراد کی صحبت سے بچائیں ،ان کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کریں ،مسجد کی عادت ڈالیں ، نماز اور تلاوت قرآن کی تلقین کرتے رہیں اور ساتھ ہی ان کی ہدایت کے لئے اللہ رب العالمین سے دعا کرتے رہیں ۔

یہود ونصاری اور کفّار کی مشابہت سے پرہیز

موجودہ دور میں ایک عام سی وبا جو چل پڑی ہے وہ یہ کہ بلاسوچے سمجھے ہرنئی چیز کی تقلید کی جائے اور ''کلّ جدید لذیذ ،، ''ہرنئی چیز لذیذ ہوتی ہے،، کے مقولے پر صدفی صد عمل آوری ہے، اس اکیسویں صدی میں ہر جوان اور بوڑھا ، بچی اور بچہ ، مرد وزن سب اسی کے شکار نظر آتے ہیں ، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دین اور ضمیر کو فراموش کردیا گیا ، اچھے اخلاق ،اوراسلامی روایات کو دقیانوسیت سمجھ کر پسِ پشت ڈال دیا گیا ، چندلمحات کی لذّت ، ذلیل کرنے والی شہوت ، اور حرام خواہشات پر ہماری نوجوان نسل سر کے بل دوڑ پڑی ، کتنے ایسے ہیں جو حیا باختہ رقص وسُرود کو ترقی کی علامت سمجھ رہے ہیں ، کتنے ایسے ہیں جو مرد وزن کے اختلاط کو دنیا کے ہر میدان میں آگے بڑھنے کا واحد ذریعہ قرار دے رہے ہیں ، اور کتنے بے چارے ایسے ہیں کہ اعلی کارکردگی ، بلند ہمّتی ، محنت وکاوش کے سارے میدانوں کو چھوڑ کر صرف مغربی تہذیب وتمدن کی اندھی تقلید کو ہی معراجِ کمال جان رہے ہیں ، اس طرح کے لوگوں سے ہم کہیں گے کہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی :

کر بلبل وطاؤس کی تقلید سے توبہ بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

اس گندی تہذیب کو جن نوجوان لڑکے اور لڑکیوں نے اپنایا ، انھوں نے اپنی مردانگی اور نسوانیت سے ہاتھ دھولیا ، لڑکوں نے اپنی چال میں لچک پیدا کی اور گفتار میں شیرینی ، لباس میں چھچھورے پن کو طاری کرلیا ، بال بڑھا لئے ، اورلڑکیوں کی طرح نازنخرے دکھانے میں ہی اپنا کمال جاننے لگے ، ادھر صنف نازک نے اپنی نزاکت چھوڑ دی اور وہ چست جاموں ، بے باک نگاہوں کے ساتھ مردوں کے کندھے سے کندھا ملاتے ہوئے ، زندگی کے ہر میدان میں رواں دواں ہوگئی ، حیا وشرم کو تج ڈالا ، اور عفّت وعصمت کی تار وپود بکھیر دئے ، اور اس بے حیائی اور آوارگی پر اتر آئی کہ مرد کو اس صنف سے ہی گھن آنے لگی ، یورپ اور امریکہ جہاں یہ وبا عام ہے مرد بجائے عورتوں کے مردوں ، یا صراحتاً زنخوں سے شادیاں کرنے لگے اور عورتیں عورتوں سے ، بعض امریکہ اور یورپ کے ممالک میں اس کے لئے خصوصی قانون بنائے گئے ، جہاں ان کو قانوناً میاں بیوی تسلیم کیا گیا ، اس ذلیل ترین قانون سے انسانیت کی ذلّت اور رسوائی میں اب کونسی کسر باقی رہ گئی ہے؟ عائلی نظام اس قدر درہم برہم ہوکر رہ گیا ہے کہ نہ باپ بیٹی کے رشتہ کا تقدس باقی رہ گیا ہے، نہ بہن بھائی کے محترم رشتے کا ، انسانیت کے حق میں اس سے بھی زیادہ شرمناک اور خبر کیا ہوسکتی ہے کہ امریکہ اور یورپ میں 70% سے زائد لڑکیاں خود اپنے ہی باپوں ، بھائیوں اور دیگر قریبی رشتہ داروں کی ہوس کا شکار ہوجاتی ہیں ، اور ہم ہیں کہ ان ممالک کے نقشِ قدم کی پیروی میں ہی دنیا کی ساری کامیابیاں تلاش کررہے ہیں ۔ جب کہ ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی امّت کو یہود ، نصاری ، مجوس اور کفّار کی مشابہت سے منع فرمایا ہے ، بلکہ مخالفت کا حکم دیا ہے ، آپ نے فرمایا :

1......''خالفوا المشركين ، حفّوا الشارب وأعفوا اللحى ،،(متفق علیہ) مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھ پست کرو اور داڑھی بڑھاؤ۔

2...... ''جزّوا الشارب وأرخوا اللحى ، وخالفوا المجوس ،،(رواہ مسلم) مونچھوں کو کاٹو، داڑھی لٹکاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔

3......'' ليس منا من تشبّه بغيرنا ، لا تشبّهوا باليهود ولا بالنصارى ،،(ترمذی) وہ شخص ہم مسلمانوں میں سے نہیں جو غیروں کی مشابہت اختیار کرتا ہے، تم یہود اور نصاری کی مشابہت سے بچو۔

4......'' من تشبّه بقوم فهو منهم ،،(أبو داؤد) جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں شمار ہوگا۔

بلکہ آپ ﷺ نے اسے قیامت کی ایک علامت قرار دیا کہ امتِ مسلمہ ان گمراہ یہود ونصاری کی تقلید کرے گی:

5 ......'' لتتّبعنّ سنن من كان قبلكم حذو النعل بالنعل وحذو القذّة بالقذّة ، قالوا اليهود والنصارى يا رسول الله ؟ قال : فمن ؟ ،،(بخاری و مسلم) ترجمہ: تم ضرور اپنے سے پہلی امتوں کے نقشِ قدم پر اس مشابہت سے چلو گے جس طرح کہ ایک جوتا دوسرے جُوتے اور ایک کان دوسرے کان کے مشابہ ہوتا ہے، صحابہ کرام نے کہا: کیا یہود ونصاری کے نقشِ قدم پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ نہیں تو پھر کون؟

اللہ تعالی نے امت اسلامیہ کو خیر امت قرار دیا، وہ ساری دنیا کے اقوام پر اپنا اثر ڈال سکتی ہے، لیکن اثر قبول نہیں کرسکتی، اور اسی کا اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ﴾ (آلِ عمران: 110) ترجمہ: تم بہترین امت ہو، تمہیں انسانوں کے لئے برپا کیا گیا ہے، تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگِ قادسیہ کے موقعہ پر ایرانی کمانڈر '' رستم ،، نے حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''ما جاء بكم ؟ ،، تمہیں کونسی چیز یہاں لے آئی ہے؟ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''الله إبتعثنا لنخرج العباد من عبادة العباد إلى عبادة الله ومن ضيق الدنيا إلى سعتها ومن جور الأديان إلى عدل الإسلام ،،(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج 3) ترجمہ: اللہ تعالی نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم اس کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے اللہ کی عبادت کی طرف لائیں، اور دنیا کی تنگی سے انہیں اس کی وسعت اور کشادگی عطا کریں اور ادیان کے ظلم وستم سے بچا کر انہیں اسلام کے انصاف کی طرف رہنمائی کریں۔

اللہ تعالی نے مسلمانوں کو کفّار ومشرکین کے مقابلے میں ہمیشہ حالتِ جنگ میں رہنے کا حکم دیا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمْ ج اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ﴾ (الأنفال: 60) ترجمہ: تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لئے مہیّا رکھو، تا کہ اس کے ذریعے تم اللہ اور اپنے دشمنوں کو، اور ان

دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے بلکہ اللہ جانتا ہے خوف زدہ کرو۔

یہ صرف قوت و دفاع کے مقابلے کی ہی بات نہیں بلکہ امتِ اسلامیہ پر ضروری ہے کہ وہ ہر محاذ پر چاہے وہ معاشی ہو یا اقتصادی، ثقافتی اور تہذیبی، دینی ہو یا دنیوی، باطل اقوام سے مقابلہ کرے اور اس چومکھی جنگ میں انہیں ہر محاذ پر پسپا کرنے کی کوشش کرے۔

البتہ وہ علوم جن سے سائنس، ٹکنالوجی، ڈاکٹری، علوم وفنونِ حرب اور اس کے وسائل غیر مسلم اقوام سے سیکھے جاسکتے ہیں، کیونکہ یہ بھی اللہ تعالی کے اس فرمان: ﴿وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّة﴾ میں داخل ہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا حکم دیا ہے: ''**الحكمة ضالّة المؤمن فإذا وجدها فهو أحقّ بها**،، (ترمذی) ترجمہ: حکمت کی بات مومن کا گم شدہ خزانہ ہے، جہاں بھی اسے پائے گا وہ اس کا زیادہ حق دار ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ''**خذ ما صفا ودع ما كدر**،، کے اصول کے تحت ہر اچھی چیز سے فائدہ اٹھایا جائے اور ہر بری چیز سے دامن بچایا جائے۔

شجاعت اور بہادری

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو باہمت، جفاکش، شجاع اور بہادر بنائیں، اس مقصد کے حصول کے لئے انہیں ان تمام جائز کھیلوں کی اجازت دیں، اسلام ان تمام کھیلوں کی اجازت دیتا ہے جس سے جسم کو صحت حاصل ہوتی ہو اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری ہوتی ہو، جیسے: گھوڑا سواری، نیزہ بازی، تیراندازی، کُشتی اور تیراکی وغیرہ، رسول اللہ ﷺ نے ان کی خود ترغیب دی ہے: **عن أبي**

هريرة رضى الله عنه قال خرج النبى ﷺ وقوم من أسلم يرمون، فقال: ''إرموا بنى إسماعيل! فإنّ أباكم كان راميا. إرموا وأنا مع مع بن الأدرع، فأمسک القوم قسيّهم فقالوا يا رسول الله! من كنت معه غلب، فقال: إرموا وأنا معكم كلّكم. (صحیح ابن حبان: 1/548)

ترجمہ: آپ ﷺ کا گذر قبیلہء بنو اُسلم پر سے ہوا جو تیراندازی میں مصروف تھے، آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ''اے اولادِ اسماعیل! تم تیراندازی کرو، اس لئے کہ تمہارے باپ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) بہترین تیرانداز تھے، تم تیر پھینکو، میں ابن الأدرع کے ساتھ ہوں۔،، لوگوں نے اپنی کمانیں جھکالیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ جس کے ساتھ ہونگے وہی جیتے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم تیراندازی کرو میں تم تمام کے ساتھ ہوں۔

ان تمام کھیلوں پر بچوں کی ہمّت افزائی کرنی چاہیئے، ان کی نشو نما رسول اللہ ﷺ، آپ کے اہلِ بیت اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی محبّت پر کرنی چاہیئے، نیز انہیں صحابہ کرام کی شجاعت وبہادری، تابعین عظام کی جان نثاری اور دیگر اسلامی فاتحین کی ہمت وجوانمردی کے واقعات سنائے جائیں تاکہ آئندہ چل کر ان کے دلوں میں اسلامی غیرت، جہاد اور اس کے وسائل کے حصول کی تڑپ اور کلمہء حق کو بلند کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ حضرت سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''**کنّا نعلّم أولادنا مغازى رسول الله ﷺ كما نعلّمهم السورة من القرآن**،، ہم اپنے بچوں کو رسولِ اکرم ﷺ کے جہادی واقعات ایسے سکھاتے تھے جیسے کہ انہیں قرآن سکھاتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آباء کو تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”**علّموا أولادکم الرمایة والسّباحة ، ومروھم فلیثبوا علی الخیل وثبا**“۔تم اپنے بچوں کو تیر اندازی اور تیرا کی سکھاؤ اور انہیں گھوڑے کی پیٹھ پر چھلانگ لگا کر بیٹھنا سکھاؤ۔

رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں بچوں کے بہادری اور شوقِ شہادت کے واقعات اولاد کو ازبر کرائے جائیں، جن میں سے چند یہ ہیں۔

1- حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میدانِ بدر میں، میں نے میرے دائیں بائیں جانب کا جائزہ لیا تو میں نے اپنے جانب دو نوعمر انصاری بچوں کو پایا، ابھی میں کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک نے مجھے اشارہ کیا اور کہنے لگا: ”چچا جان ! آپ ابوجہل کو جانتے ہیں ؟“، میں نے کہا: ”ہاں ! جانتا تو ہوں لیکن تمہیں اس سے کیا غرض ہے؟ کہنے لگا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں بکتا ہے، اس ذات کی قسم !جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو ہرگز نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک ختم ہوجائے“، یہی بات دوسرے لڑکے نے بھی کہی۔اتنے میں مجھے ابوجہل لوگوں کے درمیان ٹہلتا ہوا نظر آیا، میں نے ان دونوں سے کہا:”یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق تم پوچھ رہے تھے۔“، یہ سنتے ہی وہ دونوں اس پر اپنی تلواروں سے پل پڑے اور اسے قتل کردیا۔پھر آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس کے قتل کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے ان بچوں سے پوچھا: ”**أیّکما قتله ؟**“،تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ؟ دونوں نے کہا ”**أنا قتلته**“، میں نے اسے قتل کیا۔رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی تلواروں کو دیکھ کر فرمایا: ”**کلاکما قتله**“،تم دونوں نے اسے قتل کیا

۔ یہ دونوں بچّے حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما تھے ۔ابوجہل مرتے ہوئے بھی یہ افسوس کرتا ہوا مرا: ”**فلو غیر إبنا أکّار قتلنی**“، کاش مجھے کاشت کاروں کے دو کم عمر بچے نہ قتل کئے ہوتے ۔(بخاری ۔کتاب المغازی، باب: قتل أبوجہل)

2-جنگِ اُحد کے موقعہ پر جس وقت آپ ﷺ مسلمانوں کا لشکر لے کر نکل پڑے تو لشکر کے ساتھ دو بچے بھی اس امید پر چل پڑے کہ شاید ہمیں بھی جہاد میں شرکت کا موقعہ مل جائے ۔جس وقت صف بندی کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں بچوں، حضرت سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما کو ان کی صغرسنّی کی وجہ سے واپس کردیا، جب آپ ﷺ سے یہ کہا گیا رافع بن خدیج بہت اچھے تیرانداز ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی، جب سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو روتے ہوئے کہنے لگے: ”میں تو کُشتی میں رافع کو پچھاڑ دیتا ہوں ، جب انہیں اجازت ملی تو مجھے بھی واپسی کی اجازت ملنی چاہیئے“، آخر کار دونوں کی کُشتی کرائی گئی اور واقعی حضرت سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا تو انہیں بھی آپ علیہ السلام نے اجازت مرحمت فرمادی۔ (الرحیق المختوم)

3- مائیں بھی اپنے بچوں کو اپنے ساتھ میدانِ جہاد میں لاتیں اور انہیں اسلام کی عظمت پر قربان ہوجانے کی تلقین کرتیں۔جنگِ قادسیہ کے موقعہ پر عرب کی مشہور شاعرہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا اپنے پانچ بیٹوں کے ساتھ میدانِ جہاد میں اس حال میں تشریف لاتی ہیں کہ عمر اسّی سال کو تجاوز کرچکی ہے، چل نہیں سکتیں، بیٹوں کے کندھوں پر سوار ہوکر آتی ہیں اور انہیں خطاب کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

''میرے بچّو! جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو اسی طرح ایک باپ کی اولاد بھی ہو، میں نے تمہارے باپ سے کوئی خیانت نہیں کی اور نہ تمہارے ماموؤں کو رُسوا کیا۔ میرے بچو! آج اسلام اور کفر کی جنگ ہے، دیکھنا! پیٹھ نہ پھیرنا، اسلام کی عظمت پر قربان ہو جانا۔ دیکھنا! تم میں سے کوئی واپس پلٹ کر نہ آئے، میرے لئے یہ عزّت افزائی کا یہ موقعہ فراہم کرنا کہ مجھے قیامت کے دن پانچ شہیدوں کی ماں کی حیثیت سے رب العالمین کے دربار میں بلایا جائے۔ جب بچّے جانے لگے تو اللہ تعالی سے دعا کرتے ہوئے کہا: ''**أللّٰھمّ أرزقھم شھادة فی سبیلک**،، یا اللہ! تو انہیں اپنی راہ میں شہادت عطا فرما۔ جب انہوں نے اپنے پانچوں بچوں کی شہادت کی خبر سنی تو اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: ''**ألحمد للہ الذی شرّفنی بقتلھم، وأرجو من اللہ أن یجمعنی وأیّاھم فی مقرّ رحمته**،، اس اللہ تعالی کا شکر ہے جس نے انہیں شہادت عطا کر کے مجھے شرف بخشا ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی مجھے ان کے ساتھ اپنی رحمت کے ٹھکانے (جنّت) میں اکھٹّا فرمائے گا۔ (اسلامی تعلیم: از مولانا عبدالسلام صاحب بستوی رحمہ اللہ)

یہ تربیت کے وہ زرّین اصول ہیں جن پر ہمارے اسلاف نے اپنے نونہالوں کی تربیت کی جس کا نتیجہ دنیا کی نظروں میں کبھی حضرت عمر بن خطاب، کبھی خالد بن ولید، سعد بن أبی وقاص، طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، مہلب بن أبی صفرہ، صلاح الدین أیوبی، سلطان محمد فاتح رضی اللہ عنہم ورحمہم کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سچ ہے:

سبق پھر پڑھ اطاعت کا شجاعت کا صداقت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

افسوس اب وہ سانچے ٹوٹ گئے جن میں زندگی کے یہ حقیقی ہیرو ڈھلا کرتے تھے، نہ اب امّت کے محیط میں وہ گوہرِ گراں مایہ ہیں، ہماری غلط تربیت نے فلمی پردوں کے تو کئی ہیرو پیدا کردئے لیکن زمانہ کے طویل انتظار کے باوجود زندگی کے حقیقی میدان کا کوئی ہیرو پیدا نہ ہو سکا، بیت المقدس آگے بڑھ بڑھ کر امّت کو صدائیں دے رہا ہے لیکن امت اپنی کثرتِ تعداد، سامانِ حرب وضرب کی کثرت اور بے پناہ مادّی وسائل کے باوجود جس طرح مٹھی بھر یہود کے پنجہء استبداد میں جکڑے ہوئے ہیں یہ امت کے لئے تاریخ کا سب سے بڑا سانحہ ہے۔ جو قوم ساری اقوام عالم کی رہنمائی کرتی تھی آج وہ خود کسی سالار کارواں کو ترس رہی ہے۔ سچ ہے:

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لئے

غرض مذکورہ کھیلوں کے ساتھ موجودہ دور کے کھیلوں میں، شوٹنگ، وہیٹ لفٹنگ، فٹبال، والی بال، بیٹ مینٹن، ہاکی اور کرکٹ وغیرہ بھی کھیلے جاسکتے ہیں بشرطیکہ نمازوں کی پابندی ہو اور دیگر دینی ودنیوی سرگرمیاں متأثر نہ ہوں۔ اسلام ان تمام کھیلوں کو ناجائز قرار دیتا ہے جس سے نہ صحت حاصل ہوتی ہو اور نہ جہاد کی تیاری ہوتی ہو بلکہ وقت کا ضیاع اور فرائض دینی سے کوتاہی ہوتی ہو جیسے: شطرنج، اسکوائش وغیرہ۔

عیش کوشی

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو عیش کوشی سے محفوظ رکھیں' اس لئے کہ جب اولاد کو عیش وعشرت کی عادت پڑ جاتی ہے تو وہ زندگی کے مصائب' شدائد کا جفاکشی سے مقابلہ نہیں کرسکتے' وہ جلد ہی نروس ہو کر یاس وحرمان کا شکار ہو جاتے

ہیں، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے امّت کو حکم دیا کہ: **وعن معاذ بن جبل رضی اللّه عنه قال قال رسول اللّه** ﷺ : " **إياكم والتنعّم، فإنّ عباد اللّه ليسوا بالمتنعّمين** ،، (**رواه أحمد وأبو نعيم**) ترجمہ: تم عیش کوشی سے بچو، اس لئے کہ اللہ کے نیک بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ اسی مرض میں مبتلا ہوکر سلاطین نے اپنی سلطنتیں گنوائیں اور اپنے ساتھ امّت کو بھی زوال وذلّت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈبودیا، مسلمانوں نے اسپین پر تقریبًا آٹھ سو سال تک حکومت کی، لیکن جب وہ زنا وغناء اور رقص وسرود، عیش ومستی میں گرفتار ہوئے تو اس طرح وہاں سے مٹا دئے گئے کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا، شیخ عبدالرحمٰن الجبرتی نے غرناطہ کے احوال میں لکھا ہے کہ: "ایک مراکشی سیّاح کا گذر غرناطہ کی جامع مسجد پر سے ہوا، اس نے وہاں سے اذان کی آواز سنی، مؤذن نے " **أشهد أن لا إله إلاّ اللّه** ،، کے بعد " **حيّ على الصّلوة** ،، کہا، اذان کے اختتام پر سیّاح نے مؤذن کو یاد دلایا کہ وہ " **أشهد أنّ محمد رسول الله** ،، کہنا بھول گیا تھا، مؤذن نے کہا: "میں بھولا نہیں ہوں بلکہ جان بوجھ کر میں نے یہ الفاظ چھوڑے ہیں، اس لئے کہ میں یہودی ہوں، اور یہاں کے مسلمانوں کو اپنی عیّاشیوں سے اتنی فرصت نہیں کہ وہ مسجد میں آکر اذان کی آواز بلند کریں، انہوں نے کسی مسلمان مؤذن کو تلاش کیا، لیکن انہیں کوئی نہ مل سکا، بالآخر انہوں نے میری خدمات حاصل کیں، میں نے انہیں بتلایا کہ میں یہودی ہوں، " **أشهد أن لا إله إلاّ اللّه** ،، کا اقرار تو کرتا ہوں لیکن " **أشهد أنّ محمد رسول الله** ،، کو نہیں مانتا، تو مسلمانوں نے کہا کوئی بات نہیں، تو " **أشهد أنّ محمد رسول الله** ،، کو چھوڑ دو

، ہم ماہانہ تمہیں اتنی تنخواہ دیں گے،،۔ (العبر والتاریخ: 722)

ہندوستان میں جنگِ اودھ کے موقعہ پر جب انگریز فوج اودھ کے قلعہ میں گھس گئی تو اودھ کے حکمران، نواب واجد علی شاہ نے کنیزوں کو حکم دیا کہ کوئی آکر مجھے جُوتا تو پہنائے، کنیزیں ابھی جُوتے ہی تلاش کررہی تھیں کہ ادھر انگریزی فوج نے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور نواب صاحب کو کنیزوں کی ایک فوج کے ساتھ گھسیٹے ہوئے باہر لے آئے۔ ڈاکٹر اقبال کا فرمان سچ ہے:

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ امم کیا ہے؟   شمشیر وسنان اوّل، طاؤس ورُباب آخر

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملوں پر یہ پابندی لگادی تھی کہ وہ چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھائیں، حریر وریشم کا لباس نہ پہنیں، عمدہ گھوڑے استعمال نہ کریں، نہ اپنے گھر پر دربان مقرر کریں اور نہ گھوڑے پر نرم نمدہ ڈال کر سواری کریں، اس سے مقصود مسلمانوں کو عیش وعشرت میں پڑنے اور اہلِ روم وفارس کی شان وشوکت کی تقلید سے روکنا تھا، آپ نے ایران میں مقیم مسلمانوں کو یہ فرمان جاری کیا: " **إياكم والتنعّم وزيّ أهل الشرك** ،، (متفق علیہ) ترجمہ: تم عیش کوشی اور مشرکین کے عادات واطوار سے بچو۔ اس لئے کہ لذّتوں، نعمتوں اور ہمیشہ کی خوشحالی کا انجام، جدّ وجہد اور حرکت وعمل سے تغافل اور جہاد فی سبیل اللہ سے پہلو تہی اور کئی روحانی وجسمانی بیماریوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

آلاتِ موسیقی کا استعمال

آج ساری دنیا میں موسیقی اور میوزک کی دھوم ہے، ہر بچہ، بوڑھا، جوان، ادھیڑ اور ہر عمر کی عورتیں اس کی دلدادہ ہیں، ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ وہ تیز دھنوں میں

طرح طرح کی موسیقی اور گانے سنے ،فحش گانوں کی اس قدر بھر مار ہوگئی ہے کہ ہر لڑکا اور لڑکی عشقیہ گانے گانا اپنا پیدائشی حق سمجھ رہے ہیں، ٹی وی اور ڈش کی بدولت ساری دنیا کی فحاشی سمٹ کر گھر کے آنگن میں چلی آئی ہے، باقی رہی سہی کسر انٹر نیٹ نے پوری کردی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹی وی اور کیمرے کا استعمال کئی طرح کی انسانی ضروریات کے لئے جائز ہے بلکہ ضروری ہے، لیکن محدود فوائد کی طلب نے لا محدود برائیوں کو جنم دیا ہے ، ہمارے ممالک میں لگے ہوئے چینلوں سے فحاشت اور عریانیت چھن چھن کر برس رہی ہے، بے پردگی اور عریانیت بلکہ بدکاری اور فحاشت کی گویا تعلیم دی جارہی ہے، جو مسلم نوجوانوں اور بچوں کے لئے زہر ہلاہل ہے .اس لئے کہ اسلامی شریعت کے پانچ مقاصد ہیں :

1) دین کی حفاظت ۔2) عقل کی حفاظت ۔ 3) نسب کی حفاظت ۔ 4) جان کی حفاظت ۔ 5) مال کی حفاظت ۔

نوخیز نسل میں بڑھتی ہوئی بے حیائی اور فحاشی سے نسب کی حفاظت کا مقصد مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے، اسی نسب کی حفاظت کے لئے اسلام نے زنا کاری کی، سنگساری جیسی سخت ترین سزا مقرر کی ہے، اور ہر اس ذریعے کا سدّ باب کردیا جو زنا کاری تک پہنچاتا ہے، جب کہ اکثر ٹی وی پروگرام فحش، جذبات بھڑکانے والے' بے حیائی اور زنا کاری کی ترغیب دینے والے ہوتے ہیں، اور ان وسائل کا ناجائز استعمال اس حد تک ہورہا ہے کہ چینلوں کی دنیا میں بیٹھ کر کوئی شخص شرم حیا اور عفّت وعصمت کی بات کرتا ہو تو دنیا اسے ایک دیوانے کی بڑ سمجھے گی ، اس لئے والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھروں سے ٹی وی ، ڈش ، انٹرنیٹ کی لعنت کو دور

کریں تاکہ ان کے ذریعے اپنی اولاد کو بگاڑ سے محفوظ رکھ سکیں ۔اور والدین اپنے بچوں کے دل ودماغ میں رسول اللہ ﷺ کے یہ فرامین نقش کرادیں جو آپ ﷺ نے موسیقی ، اور آلاتِ طرب وغناء کی برائی میں بیان فرمایا ہے :

1-وعن حارث بن أبی أسامة رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ :" إنّ اللّٰہ بعثنی رحمة وهدی للعالمین ، وأمرنی أن أمحق المزامیر ، والمعازف ، والخمور ، والأوثان التی تعبد فی الجاهلیة ،،.(رواه أحمد) ترجمہ: حضرت حارث بن ابی اسامۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اللہ تعالی نے مجھے سارے جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے، اور مجھے گانے بجانے کے آلات ،موسیقی کا سامان، شراب اوران بتوں کو جوزمانہء جاہلیت میں پوجے جاتے تھے،ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔

2-أن النبی ﷺ أنه قال :" لیکوننّ فی أمّتی أقوام یستحلّون الحِرَ ، والحریر ، والخمر ، والمعازف ،، ۔(رواہ البخاری ، احمد ، و ابن ماجۃ) ترجمہ: میری امت میں کچھ قومیں ایسی ہونگی جو زنا ، ریشم ،شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال کرلیں گی ۔

3-عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ قال :" من قعد إلی قینة یستمع منها صبّ اللّٰہ فی أذنیه الآنک یوم القیامة ،، . (روی إبن عسکر فی تاریخه وإبن صصری فی أمالیه) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کسی گانے والی کے پاس بیٹھ کر گانا سنتا ہے تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالے گا۔

4-عن أبی موسی الأشعری رضی اللّٰہ عنہ أنّ النبی ﷺ قال :" من إستمع إلی صوت غناء ، لم یوذن لہ أن یستمع إلی صوت الروحانیین فی الجنّۃ ،، (رواہ الترمذی) ترجمہ: جوشخص گانے کی آواز کوشوق سے سنتا ہے، اسے جنّت میں روحانیوں (حوریں جو خوش الحانی سے گائیں گی) کا گانا سننے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

ٹی وی کی تباہ کاریاں

سائنس اورٹکنالوجی نے دور حاضر میں اپنی ترقی کی انتہا کو چھولیا ہے، اس ترقی سے جہاں انسانوں کے لئے لاکھوں سہولتیں پیدا ہوئی ہیں وہیں کروڑوں کی تعداد میں اس کے نقصانات اور مضرت رساں پہلو سامنے آرہے ہیں، انہی میں سے ایک ٹی وی اور انٹرنیٹ کی وبا ہے جس نے ساری دنیا کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے' دنیا میں شاید چند ہی ایسے گھر ہوں گے جو ٹیلی ویژن کی وبا سے محفوظ ہوں، حتّٰی کہ دیندار حضرات نے بھی اس کے سامنے یہ کہتے ہوئے سپر ڈال دی ہے کہ T.V کی وبا سے بچنا اب ناممکن ہوگیا ہے، اگر ہم نے T.V نہیں رکھی تو بچے قابو میں نہیں رہیں گے، جن کے گھروں میں ہے ان کے گھروں میں جانا شروع کردیں گے اور لڑکیوں کے دوسروں کے گھروں میں جانے آنے کے جو بھیانک نتائج ہیں اس سے کون بے خبر ہے؟ ان کی بات ایک حد تک درست بھی ہے، لیکن اس شیطانی آلہ کو گھر میں رکھنے کے جو نقصانات ہیں اور اس سے شرم وحیا، عزّت وغیرت کا جو جنازہ نکلتا ہے افسوس کہ بہتوں کو اس کا نہایت ہی کم احساس ہے۔سینکڑوں

چیانلوں نے اب ہر گھر کوسنیما گھر بنا دیا ہے، کئی لوگوں کا عالم یہ ہے کہ کھانے کے بغیر تو چند دن گذارہ کرلیں گے لیکن T.V کے بغیر نہیں، ان چیانلوں کی مدد سے دنیا کے ہر ملک کی بے حیائی کو اپنے گھر میں بیٹھ کر صرف بٹن دبانے کی ایک ہلکی سی زحمت سے دیکھا جاسکتا ہے، ان چینلوں میں کچھ ایسے ہیں جو رات دن ننگی فلمیں دکھاتے ہیں، مسلم ممالک کے نوجوانوں کو گمراہ کرنے اور انہیں فحاشی اور بدکاری میں مبتلا کرنے کے لئے یہود ونصاری نے ایسے چیانل کھول رکھے ہیں جو چوبیس گھنٹے فحش فلمیں پیش کرتے ہیں، عرب ممالک کے بگڑے ہوئے نوجوانوں میں اسرائیلی چیانل بڑا مقبول ہے، نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنے اپنے کمروں میں مقفل ہوکر بڑی بے باکی سے اس کا نظارہ کرتے ہیں، اس کے اثر سے مسلم معاشرے میں جو بے حیائی کا طوفان آرہا ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ ہماری نوجوان نسلوں کو بہالے جائے گا، اخبارات میں جنسی جرائم کی جو خبریں آرہی ہیں وہ آنے والے طوفان کی خبر دے رہی ہیں کہ جس طرح یورپ اور امریکہ میں بہن اور بھائی، باپ اور بیٹی کے رشتوں کا کوئی تقدس باقی نہیں بالکل مسلم معاشرہ بھی اسی بے حیائی کی طرف نہایت تیزی سے رواں دواں ہے۔ کویت میں ابھی چند ماہ پہلے ہونے والے واقعات، جن میں پانچ اور آٹھ سالہ بچیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے بعد بے دردی سے انہیں قتل کرکے ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا، ان واقعات نے کویت کی پُر سکون زندگی میں ایک ہیجان بپا کردیا اور عوام میں غم اور غصّہ کی شدید لہر دوڑادی، لیکن بھلا ہو یہاں کی مستعد پولیس کا جنہوں نے چند دنوں میں ان انسانی حیوانوں کو گرفتار کرکے انہیں ان کے کیفرِ کردار تک پہنچادیا۔

چند سال پہلے ہندوستانی چیانل Zee T.V نے کیرالا کے ایک باپ اور بیٹی کا انٹرویو پیش کیا جو شوہر اور بیوی کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے تھے، اس خبیث باپ سے یہ سوال کیا جارہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی سے لطف اندوز ....کیسی نشاط محسوس کر رہا ہے؟ اور یہی سوال اس ''بیٹی،، سے کیا گیا، اس درندے ''باپ،، اور بے حیا ''بیٹی،، نے جو جواب دیا وہ انسانیت کے ماتھے پر کلنک ہے اور شرم وحیا قاصر ہے کہ اسے نقل کیا جائے۔ یہ ہیں ہمارے T.V چیانل جو اس بے حیائی کو اپنے چیانل کی مدد سے ساری دنیا میں پھیلا رہے ہیں اور اس طرح اس خبیث عمل کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں کہ گویا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جو انہوں نے انجام دیا۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ انہیں عبرت ناک سزا دی جاتی لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہندوستانی حکومت بھی یہی چاہتی ہے کہ اس طرح کی بے حیائی عام ہو اور انسان اپنی انسانیت کو فراموش کر کے محض ایک حیوان بن جائے۔

فری سٹائل کُشتی اور مار دھاڑ کی فلمیں بچوں کو باغی، سرکش، غنڈہ اور بدمعاش بناتی ہیں، جاسوسی فلمیں بچوں کو جرائم سکھاتی ہیں، ایسے بے شمار واقعات ہیں جن میں مجرم نے ایک انوکھا جرم کیا، جب وہ پکڑا گیا تو اس نے اقرار کرلیا کہ اس نے جرم کرنے کا یہ فن فلاں فلم سے سیکھا ہے، رومانٹک فلمیں بچوں میں جنسی احساس کو بڑھاوا دیتی ہیں اور انہیں ایک پاکیزہ فطری ماحول میں فحاشت اور بدکاری کے بیج بونے کا گُر سکھاتی ہیں، جو لوگ خبریں وغیرہ دیکھنے کے لئے T.V رکھنے کے قائل ہیں، ان کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ فی الوقت ہندوستانی T.V چیانلوں کی حد تک یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ خبریں بھی ایک باغیرت باپ اپنے بچوں

اور بچیوں کے ساتھ بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتا' کیونکہ ایڈورٹائزمنٹ اور اشتہارات (Advertisement) کے نام پر ان میں جو بے حیائی کا طوفان برپا کیا گیا ہے وہ بیان سے باہر ہے، کمپنی کی شہرت اور ننگی لڑکیاں لازم وملزوم ہوگئی ہیں، بقول اقبالؔ:

ہند کے شاعر و بت گر و افسانہ نویس   آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

بات صرف ہندوستان تک کی ہی نہیں اب یہ ایک عالمی المیہ بن گیا ہے' شاید ہی کوئی ایسا ایڈورٹائزمنٹ (Advertisement) ہو جس میں ایک یا کئی لڑکیاں نیم برہنہ اور ان کے ساتھ بالکل اسی طرح کے نوجوان لڑکوں سے بوسہ بازی کرتے ہوئے نہ دکھائی دیتی ہوں اور چینلوں کی مدد سے اس چھوٹے سے پردۂ سیمیں پر پیش کی جانے والی فلمیں، بچوں اور بچیوں کے اسلامی اخلاق کے لئے زہرِ ہلاہل ہیں، کپڑوں سے عاری تھرکتے ہوئے جسم، عشقیہ غزلیں، تیز دُھنوں پر بجنے والی موسیقی، پھر عشق ومحبت کے حیا سوز مناظر کسی بھی مسلمان گھرانے سے اسلامی غیرت کو ختم کرنے کے لئے کافی ہیں، مشہور مقولہ ہے: ''إذا كثر المساس قلّ الإحساس،،، بار بار ان مناظر کو دیکھنے سے غیرت کا احساس کم یا ختم ہوجاتا ہے۔

غیرت

غیرت ایک مسلمان کا سرمایہ ہے، ایک مرتبہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا: ''یارسول اللہ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے تو وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر چار لوگوں کو گواہ رکھے،، جب یہ بات حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے سنی تو کہا: ''یارسول اللہ! کیا ایسی حالت میں وہ گواہ تلاش کرنے جائے گا؟ لو رائيت رجلا مع إمرأتي لضربته بالسيف

غیر مصفح عنه ، فبلغ ذلک النبی ﷺ فقال ﷺ : ''أتعجبون من غیرة سعد ، فو الله لأنا أغیر منه ، و الله أغیر منّی ، من أجل غیرة الله حرّم الفاحش ما ظهر منها وما بطن ،، ترجمہ: اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پاؤں تو ایک ہی وار میں اس کا سر قلم کردوں، جب یہ بات آپ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: ''کیا تمہیں سعد بن عبادہ کی غیرت پر تعجب ہے؟ جب کہ اللہ کی قسم میں ان سے زیادہ باغیرت ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ باغیرت ہے، اللہ نے اپنی اسی غیرت کی وجہ سے ہر کُھلی چھپی برائی اور بے حیائی کو حرام قرار دیا،،۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر 1499)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی غیرت مثالی تھی، انہوں نے ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی پر جنگ تک کیا، نہ صرف اس بے حرمتی کرنے والے کو، بلکہ اس کی حمایت پر آنے والے پورے قبیلے کو عبرت ناک سزائیں دیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک عرب عورت بنی قینقاع (جو یہودی تھے) کے بازار میں کچھ سامان لے کر آئی اور فروخت کر کے (کسی ضرورت کے لئے) ایک سُنار کے پاس، جو یہودی تھا بیٹھ گئی، یہودیوں نے اس کا چہرہ کھلوانا چاہا مگر اس نے انکار کردیا۔ اس پر اس سنار نے چپکے سے اس کے کپڑے کا نچلا کنارا پیچھے باندھ دیا اور اسے کچھ خبر نہ ہوئی. جب وہ اٹھی تو اس سے بے پردہ ہوگئی تو یہودیوں نے قہقہہ لگایا. اس پر اس عورت نے چیخ و پکار مچائی جسے سن کر ایک مسلمان نے اس سنار پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا. جواباً یہودیوں نے مسلمان پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا. اس کے بعد مقتول مسلمان کے گھر والوں نے شور مچایا اور یہود کے خلاف

مسلمانوں سے فریاد کی. نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قلعے کا محاصرہ کرلیا، پھر انہیں مدینہ سے جلا وطن کردیا۔ (الرحیق المختوم :327)

سلف صالحین کی غیرت وحمیّت کا یہ عالم تھا کہ جہاں عورت کا چہرہ لوگوں کے سامنے کھولنا شرعًا بھی جائز تھا لیکن ان کی غیرت نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ ان سے منسوب کسی عورت کا چہرہ غیر مردوں کے روبرو کھولا جائے۔ ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

حضرت موسیٰ بن اسحاق رحمہ اللہ تیسری صدی ہجری میں ''ریّ ،، اور ''اہواز ،، کے مشہور قاضی گذرے ہیں. ایک مرتبہ ایک عورت نے ان کی عدالت میں اپنے سابق شوہر کے خلاف یہ دعویٰ دائر کیا کہ اس نے اس کے مہر کے پانچ سو دینار ادا نہیں کئے ہیں. شوہر نے اس سے صاف انکار کردیا کہ اس کے ذمّہ اس کا مہر باقی ہے، اس پر اس نے دو گواہ بھی پیش کردئے. قاضی نے ایک گواہ بلایا اور کہا: ''تم اٹھ کر اس عورت کا چہرہ دیکھو، تاکہ تمہیں گواہی دینے میں تأمل نہ ہو،، وہ اٹھ کر جب اس عورت کے پاس جانے لگا تو اس کے شوہر نے پوچھا: ''تمہیں اس سے کیا غرض ہے؟ ،، اسے قاضی کا حکم سنایا گیا کہ جو ہو رہا ہے وہ قاضی کے حکم سے ہو رہا ہے اور گواہ کا عورت کو دیکھنا ضروری ہے. شوہر کی غیرت نے برداشت نہیں کیا کہ اس کی بیوی کا چہرہ لوگوں کے سامنے کُھلوایا جائے، وہ چیخ پڑا اور کہنے لگا: ''میں قاضی کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ جس مہر کا وہ مجھ سے مطالبہ کررہی ہے وہ میرے ذمّے ہے، اس لئے اب اس کا چہرہ نہ کُھلوایا جائے.،، عورت نے جب یہ سنا کہ صرف میری بے پردگی کو برداشت نہ کرتے ہوئے میرا سابق شوہر اس خطیر رقم کو ادا کررہا ہے تو اس نے بھی قاضی کو خطاب کرتے ہوئے کہا: ''آپ گواہ رہیں کہ میں نے اپنا یہ حق

مہر معاف کر کے اسے دنیا اور آخرت میں بری کر دیا،، قاضی نے جب عورت کی یہ اعلیٰ ظرفی دیکھی تو کہا: ''اس واقعے کو مکارمِ اخلاق میں لکھ لو،،۔ (تربیۃ الأولاد فی الإسلام :۵۲۱)

لیکن افسوس ! آج مسلمان گھرانوں میں اسلامی اور ایمانی غیرت کا گراف تیزی سے نیچے گر رہا ہے، غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کی طرف اٹھنے والی ہر آنکھ کو پھوڑ دے، جب بیوی خود کسی مرد سے نظر بازی کرے تو اس کا خون کھول پڑے اور اپنی بیوی کو بھی اس کی سزا دینے سے نہ چُوکے، لیکن افسوس کہ آج گندے اور فحش مناظر اکثر مسلمان اپنے پورے کنبے کے ساتھ بیٹھ کر T.V کر دیکھ رہا ہے اور اہل وعیال سمارٹ مردوں کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہیں، لیکن ایمانی غیرت پر جوں تک نہیں رینگتی:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اسلامی معاشرے میں فحاشت کو پھیلانا ایک عظیم جرم ہے، جس کی سزا دنیا اور آخرت دونوں میں دی جائے گی، ارشادِ قرآنی ہے : ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ ﴾ (نور:۱۹) ترجمہ: جولوگ ایمان والوں میں بے حیائی کو پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

دنیوی سزا، معاشرے میں لڑکوں کے انحراف اور لڑکیوں کی ماں باپ اور اسلامی اقدار سے بغاوت ہے۔ رہا آخرت کا عذاب وہ تو برحق ہے۔

انٹرنیٹ کی مصیبت

موجودہ دور کی T.V سے کہیں زیادہ آگے بڑھی ہوئی ایک عام وبا انٹرنیٹ ہے، جسے کمپیوٹر کے پردے پر دیکھا اور سنا جا سکتا ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس کی بدولت ساری دنیا سمٹ کر ایک چھوٹے سے کمپیوٹر میں جمع ہو جاتی ہے، اس کے ذریعے انسان دنیا جہاں کے سارے اخبارات کو صرف کلک دبا کر پڑھ اور سن سکتا ہے، دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھے ہوئے اپنے عزیز، دوست یا رشتہ دار کو ایک پیسہ خرچ کئے بغیر پلک جھپکنے سے پہلے اپنا پیغام پہنچا سکتا ہے، صرف دو سکنڈ میں کسی سے بھی مفت میں بات کر سکتا، دنیا کی ہر لائبرری کی کتابیں پڑھ سکتا، کسی بھی اسلامی ویب سائٹ میں جا کر مختلف زبانوں میں' دنیا کے مشہور ومعروف علماء کرام کی تقاریر سن سکتا اور انکے فتاوے اور کتابوں سے استفادہ کر سکتا ہے، غرض کہ دنیا کے لاکھوں ویب سائٹس اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ اس کی ایک ہلکی سی جنبش کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ کب انہیں حکم کرے اور وہ اس کی خدمت میں پیش ہوں۔

لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود انٹرنیٹ ایک ایسا آزاد میدان ہے جس کے لئے انسانی دنیا نے آج تک کوئی ضابطہء اخلاق، قاعدہ اور قانون نہیں بنایا، بلکہ ہر انسان کو یہ آزادی ہے کہ وہ اپنی ایک آزاد ویب سائٹ کھول کر اس میں جو چاہے مواد ڈال دے، یہی وہ کھلی چھوٹ ہے جس کی وجہ سے بے شمار خوبیوں والا انٹرنیٹ انسانیت کے لئے مضرّت رساں بن گیا، لیکن افسوس کتنے ایسے مسلمان ہیں جنھوں نے اپنے گھر میں انٹرنیٹ لگا رکھا ہے اور بچوں کو کُھلی چھوٹ دے رکھی ہے کہ وہ

اس پر جو چاہے دیکھیں، انہوں نے کبھی اس کی پرواہ ہی نہیں کی کہ ہماری اولاد کہیں اس کا غلط استعمال تو نہیں کر رہی ہے، جن کے گھروں میں انٹرنیٹ نہیں انہوں نے اپنے بچوں اور بچیوں کو شہروں میں مختلف جگہوں پر کُھلے ہوئے ''انٹرنیٹ کیفے،، میں جانے کی خوشی خوشی اجازت دے رکھی ہے اور انہیں فخر بھی ہے کہ ان کی اولاد انٹرنیٹ پر بھی کام کرتی ہے۔ ان میں سے بعض ''انٹرنیٹ کیفوں،، میں کیا ہوتا ہے اس کی ایک جھلک پاکستان سے شائع ہونے والے روزنامہ ''جنگ،، کے سنڈے میگزین میں ''نیٹ بیتیاں،، کے کالم میں چھپے اس واقعے میں دیکھئے:

ایک روح فرسا واقعہ

بی کام کے ایک طالب علم ریاض احمد رقم طراز ہیں:

'' میں قارئین کو ایک روح فرسا واقعہ سنانا چاہتا ہوں جس میں نیٹ اور انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کا ہاتھ ضرور ہے۔ معاشرے میں جہاں اچھے لوگ ہیں وہاں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جنہوں نے اپنا ضمیر اور ایمان کوڑیوں کے بھاؤ بیچ دیا ہے، یہ میری زندگی کا انتہائی افسوس ناک اور تلخ ترین واقعہ ہے۔

مجھے روزانہ جس سڑک نما گلی سے گذرنا ہوتا تھا وہاں درمیانی درجے کی بہت سی دوکانیں تھیں، جن میں ایک انٹرنیٹ کیفے بھی تھا، کیفے پر چونکہ اچھی خاصی سرمایہ کاری کی گئی تھی اس لئے وہاں اکثر اونچی فیملیز کے لڑکے اور لڑکیاں آتے جاتے تھے۔ ایک دن اس کیفے سے ایک لڑکی باہر نکلی، مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ اپنے حواسوں میں نہیں ہے، اچانک وہ چکرا کر زمین پر گر گئی لوگوں کا ہجوم اس کے ارد گرد جمع ہوگیا، ان میں ایک آنٹی بھی تھیں، انہوں نے قریبی بیکری سے مجھے جوس

لانے کے لئے کہا میرے واپس آنے تک لڑکی ہوش میں تو آ چکی تھی لیکن عجیب سہمی نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی، آنٹی نے اس کے پرس کی تلاشی کے دوران اس کے کالج کا کارڈ نکالا' جس پر اس کے گھر کا پتہ لکھا ہوا تھا، آنٹی نے قریب کھڑی ٹیکسی میں لڑکی کو بٹھایا، خود بھی بیٹھیں اور مجھے بھی ساتھ چلنے کو کہا' کارڈ پر درج پتے کے مطابق جب ہم مطلوبہ گھر تک پہنچے تو ایک خاتون نے بہت گھبراہٹ کے عالم میں دروازہ کھولا' شاید وہ اس لڑکی کی والدہ تھیں، میں نے انہیں تسلّی دی اور ساتھ ہی اپنا نام اور فون نمبر بھی بتا دیا کہ اگر ضرورت پڑے تو وہ مجھے بلا سکتی ہیں۔

اچانک ایک روز فون کی گھنٹی بجی' میں نے فون اٹھایا تو کوئی لڑکی فون پر تھی' اس نے مجھے کیفے والا واقعہ یاد دلایا پھر اس نے مجھ سے صرف اتنا کہا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتی ہے، جب وقت مقررہ پر میں وہاں پہنچا تو وہ پہلے سے ہی موجود تھی، میں نے سلام کے فورا بعد بلانے کا مقصد دریافت کیا تو اس نے کہا کہ: '' میں ایک بہت بڑی مشکل میں ہوں اور مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے،، اس نے بتایا کہ وہ درمیانے طبقے کے لوگ ہیں، وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہے اور انٹر کی طالبہ ہے، کچھ دنوں پہلے اس کی دوستی ایک اعلیٰ گھرانے کی لڑکی سے ہوئی جو اس کے ساتھ ہی پڑھتی تھی، اس کے بہت سے مشاغل تھے جن میں سے ایک چیٹنگ کرنا بھی تھا، اس کے اپنے گھر میں کمپیوٹر تھا، لیکن وہ کالج کے قریب ہی واقع ایک کیفے میں جایا کرتی تھی، وہ مجھے صبح شام چیٹنگ کے فوائد بتایا کرتی، اس نے ایک دو دفعہ مجھے بھی کیفے ساتھ چلنے کو کہا، پہلے تو میں منع کرتی رہی، لیکن ایک دن اس کے بے حد اصرار پر اس کے ساتھ کیفے چلے ہی گئی۔ میں جب کیفے میں داخل ہوئی تو وہاں

کا ماحول عجیب پُر اسرار سا لگا، ایک سیدھی سی گلی اور اس کے دائیں بائیں بہت سے کیبنز۔ ان کیبنز کے باقاعدہ دروازے بھی موجود تھے جو اندر سے بند کئے جاسکتے تھے، ہم نے بھی ایک کیبن کا دروازہ کھولا اور اس میں بیٹھ گئے، پھر اس نے ایک ویب سائٹ کھولی اور مجھے سائٹس کھولنے اور چیٹ کرنے کے طریقے بتانے لگی، اس وقت بہت سے لوگ مختلف ناموں سے آن لائن تھے، کچھ دیر تک وہ بھی پیغام بھیجتی اور پڑھتی رہی، تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے مجھے آپریٹ کرنے کو کہا اور خود پانی پینے کے بہانے سے چلی گئی، میں نے کچھ دیر تک کمپیوٹر پر الٹے سیدھے ہاتھ مارے، جب دس منٹ ہوگئے اور واپس نہ آئی تو میں کچھ خوف زدہ سی ہوگئی، میں نے کمپیوٹر بند کرنا چاہا کہ اچانک مجھے ایک عجیب سی بُو محسوس ہوئی اور پھر مجھے مسلسل چکّر آنے لگے، میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر میں نیم بے ہوشی کے عالم میں تھی کہ اچانک دو سائے کیبن میں داخل ہوئے اور اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہیں تھا کہ میرے ساتھ کیا ہوا، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد میں ہوش میں آئی تو مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہوا، میں نے گھبراہٹ کے عالم میں کیبن کا دروازہ کھولا اور باہر کی طرف بھاگی، اچانک کاؤنٹر پر کھڑے شخص نے جو کہ دروازے کے بلکل ساتھ ہی لگا کھڑا تھا، دھمکی آمیز لہجے میں کہا کہ: ''دیکھو! یہاں جو کچھ ہوا ہے کسی کو اس کی خبر نہ ہو،، میں گرتی پڑتی باہر نکل آئی اور یہ وہی وقت تھا جب آپ نے مجھے اٹھا کر گھر پہنچایا۔،،

ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے میں کالج سے گھر کے لئے نکلی، ذرا سا فاصلہ طے کیا تھا کہ ایک موٹر بائیک والا میرے قریب آکر رُکا، اس نے مجھے ایک لفافہ پکڑایا اور یہ

جا وہ جا۔ اس میں ایک خط اور کچھ تصویریں موجود تھیں، جب میں نے تصویریں دیکھیں تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، کیونکہ وہ سب کی سب تصویریں میری تھیں، اپنی نیم برہنہ تصویریں دیکھ کر میری حالت ''بدن میں کاٹو تو لہو نہیں،، والی تھی۔ خط میں ایک پتے کے ساتھ یہ عبارت درج تھی۔ ''اس پتے پر پہنچ جاؤ ورنہ یہ تصویریں تمہارے گھر بھی بھجوائی جاسکتی ہیں۔،، (روزنامہ ''جنگ،، سنڈے میگزین یکم دسمبر 2002)

بے حیائی کا طوفان

جؤا اور شراب جس کا نقصان صرف اس کے کھیلنے اور پینے والے تک محدود ہے لیکن قرآن مجید نے ان کے تعلق سے بیان فرمایا: ﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ﴾ (البقرۃ: 219) ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے حکم کے تعلق سے پوچھتے ہیں، فرمادیں: ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے، اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے منافع سے کہیں زیادہ ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے شراب کے متعلق دس لوگوں پر لعنت بھیجی ہے: 1۔شراب کشید کرنے والے، 2- کرانے والے، 3-پینے والے، 4- شراب اٹھانے والے، 5- جس کے پاس شراب لے جائی جائے، 6- اس کو پلانے والے، 7- اس کو بیچنے والے، 8- اس کی قیمت کھانے والے، 9- اسے خریدنے والے، 10- اور جس کے

لئے خریدی گئی ہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ: عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ) جب کہ انٹرنیٹ کی برائی کے آگے شراب کی برائی ہیچ ہے، بالخصوص فحاشی اور بے حیائی کا جو طوفان اس سے برپا کیا گیا ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ ساری انسانیت کو بہا لے جائے گا ،مسلم ممالک نے اس پر قدغن لگانے کی کئی کوششیں کی ہیں صرف سعودیہ نے اپنے ملک میں دو لاکھ سے زیادہ ویب سائٹوں پر پابندی لگائی ہے، لیکن عالم یہ ہے کہ فحاشی کا ایک دروازہ بند کیا گیا تو ہزاروں نئے باب کھل گئے، بقول رسول کریم ﷺ: ''**تعرض الفتن على القلوب كالحصير عودا عودا فأيّ قلب أشربها نكت فيه نكتة سوداء، وأيّ قلب أنكرها نكت فيه نكتة بيضاء**''، (رواہ مسلم عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ: 144) ترجمہ: لگاتار فتنے دلوں پر ایسے پیش کئے جائیں گے جیسے کہ حصیر کی کاڑیاں (جب نکلنی شروع ہوتی ہیں تو یکے بعد دیگرے نکلتی ہی جائیں گی) جو دل فتنے کو قبول کر لے اس پر ایک سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے، اور جو دل اس فتنے کو قبول نہیں کرے گا اس میں ایک سفید نکتہ بٹھا دیا جائے گا ۔آج دنیا پر فتنوں کی بارش ہو رہی ہے اور ہر فتنہ اپنی ہلاکت خیزیوں میں دوسرے سے کہیں آگے بڑھا ہوا ہے، کل تک فلموں اور تھیٹروں کا رونا تھا آج ٹی وی اور ڈش نے ہر گھر کو سنیما ہال بنا دیا ہے، تھیٹروں کی برائی محدود تھی لیکن T.V کی بے حیائی نے انہیں میلوں پیچھے چھوڑ دیا ہے اور اب رہی سہی کسر انٹرنیٹ نے پوری کر دی ہے' مزید کتنے نت نئے فتنے برپا ہونگے اللہ جانے کیا ہوگا آگے۔

ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

آج ایمان کی حفاظت انگاروں پر چلنے کے برابر ہے، زبانِ نبوّت کے الفاظ میں: ''

يأتي على الناس زمان الصابر فيهم على دينه كالقابض على الجمر''، (ترمذی 4/526 (2260)) ایسے میں والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اور اپنی اولاد کے ایمان کی سلامتی کی فکر کریں: ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتّھر ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے اپنے معاشرے میں ان برائیوں کو رواج دیکر جو ببول کے پیڑ بوئے تھے اب اس کی فصل کاٹ رہے ہیں، کتنے شریف گھرانوں کی مسلمان لڑکیاں ہیں جنہوں نے اسلامی اقدار کو تج دیا اور ''تسلیمہ نسرین''، بن کر اسلام اور مسلمانوں کے لئے رُسوائی کا باعث بن گئیں اور کتنی ایسی ہیں کہ انہوں نے اپنی عفّت وعصمت کو کوڑیوں کے دام بکا دیا اور غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ بھاگ گئیں، اس طرح کے سینکڑوں واقعات روزانہ پیش آرہے ہیں لیکن افسوس کہ اصل محرکات پر کسی کی نظر نہیں جاتی اور معاشرے میں ان شر وفساد کے دروازوں کو بند کرنے کے لئے کوئی مہم نہیں چلائی جاتی، اب جب کہ ساری دنیا انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے پریشان ہے، کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے کہ اس بلا کو کس طرح روکا جائے، ایسے میں والدین کا فرض بنتا ہے کہ طوفان آنے سے پہلے اس کا سدّ باب کریں اور اولاد کے بگڑنے سے پہلے ان کی اصلاح کے لئے قدم اٹھائیں تاکہ آگے چل کر انہیں کفِ افسوس ملنا نہ پڑے:

وطن کی فکر کر ناداں، قیامت آنیوالی ہے
تیری بربادیوں کے تذکرے ہیں آسمانوں میں

باب ششم : بچیوں کی تربیت

لڑکیوں کے لئے پردہ کا حکم

والدین کے لئے ضروری ہے کہ اپنے لڑکوں کو غیر محرم عورتوں کی طرف نظر ڈالنے سے روکیں ، اورلڑکیوں کو نامحرم مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دیں ، اس لئے کہ فطری طور پر مردوں میں عورتوں کے لئے رغبت رکھی گئی ہے ، جب وہ بے پردہ عورت کا عریاں جسم دیکھتا ہے تو شہوت اور رغبت کو پورا کرنے کے لئے اس کی طرف لپکتا ہے ، آج کل کے اخبارات اس بات پر گواہ ہیں کہ کس طرح مرد بے پردہ سالی ، بھابی ، ہمسائی اور اجنبی عورت کے ساتھ بُرے کام میں ملوث ہوتے ہیں ، پردہ کے متعلق مشہور اسلامی اسکالر ، محدّث اور سیرت نگار ، استاذِ محترم مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں :

عورت کے لئے پردہ اسلامی شریعت کا ایک واضح حکم ہے ، اور اس کا مقصد بھی بالکل واضح ہے ، اسلام نے انسانی فطرت کے عین مطابق یہ فیصلہ کیا ہے کہ عورت اور مرد کے تعلقات پاکیزگی ، صفائی اور ذمّہ داری کی بنیاد پر استوار ہوں اور اس میں کہیں کوئی خلل در نہ آنے پائے ، اسی لئے اس نے زنا اور اس کے اسباب ودواعی پر مکمل قدغن لگائی ہے ، کیونکہ یہ تکمیلِ خواہشات کا خالص حیوانی ذریعہ ہے ، جس میں طہارت اور ذمّہ داری کی ادنیٰ سی بھی جھلک موجود نہیں ، بلکہ یہ جسمانی اور روحانی آفات کا سرچشمہ ہے ۔

اسلام نے اس برائی کے سدّ باب کے لئے تین تدبیریں اختیار کی ہیں :

1- ربّانی ارشاد وہدایت اور نبوی وعظ وتذکیر : اس کا بیان کتاب اللہ کی آیات اور

سنّتِ رسول اللہ ﷺ کے مختلف ابواب میں نہایت مؤثر اور بلیغ انداز میں موجود ہے ، کہیں عفّت وعصمت پر بہترین اجر وانعام کا ذکر ہے تو کہیں فحش کاری پر وعید شدید ۔

2- حدود اور سزائیں : جس کے تحت غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے مارنے اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کا انتہائی شدید ترین حکم ہے ۔

غیر محرم مرد وعورت کی ایک دوسرے سے مکمل علاحدگی اور ان کے باہمی اختلاط پر دو ٹوک پابندی ۔ اس پابندی کا حصّہ یہ ہے کہ اگر عورت کو گھر سے باہر نکلنا اور اجنبی مردوں کے سامنے سے گذرنا پڑے تو وہ پردہ کرلے ۔

(پیشِ لفظ : مسلمان عورت کا پردہ اور لباس)

پردہ کا حکم ۵ھ میں نازل ہوا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا ، نبی ﷺ نے اس وقت پردہ لٹکا دیا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جو اس سے پہلے بے دھڑک آپ ﷺ کے گھر میں آتے جاتے تھے ، آپ نے انہیں بلا اجازت داخل ہونے سے منع کردیا ، اس موقعہ پر نازل ہونے والی آیت یہ تھی : ﴿ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾ جب ان (اُمّھات المومنین) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو (صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لاتدخلوا بیوت النبی إلاّ ان یوذن لکم . صحیح مسلم : کتاب النکاح :باب: زواج زینب بنت جحش)

نظر بازی زنا کاری کا پیش خیمہ ہے ، اس لئے اسلام نے سب سے پہلے اس پر پابندی لگائی اور مرد اور عورت دونوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی نظریں پست رکھیں اور اپنی

عزّت کی حفاظت کریں : ﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ﴾ (نور :30) آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں ۔اور بالکل یہی حکم عورتوں کو بھی دیا گیا : ﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾ (نور :31) آپ مسلمان عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کریں ۔ یہ حکم اس بات کا غمّاز ہے کہ نظر کی بے احتیاطی کا عصمتوں کی پامالی سے چولی دامن کا رشتہ ہے ، اسی لئے حکیم وخبیر اللہ تعالی نے غضّ بصر کے ساتھ اس کا فائدہ بھی ذکر کردیا کہ اس سے عصمتوں کی حفاظت ہوتی ہے ۔

مرد کی نگاہ ہوسناک ہوتی ہی ہے ،اسی لئے اسے منع کیا گیا کہ وہ عورتوں کی طرف گھور گھور کر دیکھے ، اچانک پڑنے والی نگاہ کے متعلق فرمایا :''**یا علی ! لا تُتبع النظرة النظرة ، فإنّ الأولیٰ لک والآخرة علیک**،، (ترمذی : حدیث نمبر 2777 ۔ دارمی ۔ مستدرک حاکم ۔ صحیح علی شرط مسلم) اے علی ! نظر پر نظر نہ ڈالو ، اس لئے کہ پہلی نظر تو تمہارے لئے (معاف) ہے اور دوسری تم پر (گناہ) ہے ۔بقول شاعر :

اس بارگاہِ حسن میں لازم ہے احتیاط   پہلی نظر تو معاف ہے دوسری مگر حرام

لیکن عورت کی نگاہ بھی کچھ کم قیامت نہیں ڈھاتی ، بالخصوص وہ نگاہ جو ترچھی ہو ، کنکھنیوں سے دیکھی جائے ،شرمیلی ہو،اور شراب کی سی مستی لئے ہوئے نیم باز ہو، ایسی نگاہیں کھلے طور پر برائی کی دعوت دیتی ہیں ، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا :''**العینان تزنیان وزناهما النظر ، والقلب یشتهی ویتمنّی ، والفرج یصدّق ذلک أو یکذّبه**،، (رواہ مسلم)آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے ، دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب ۔ مطلب یہ کہ آنکھوں کے راستے سے جو خوب صورت تصویر مرد کے دل میں اترتی ہے ، دل اس کے لئے مچلنے لگتا ہے ، دماغ اس کے لئے سازشیں کرتا ہے ،آخر میں شرم گاہ کی باری آتی ہے اگر وہ اس میں کامیاب ہوگیا تو، جو زنا اب تک مجازی تھا وہ حقیقی روپ دھارلیتا ہے ، اگر وہ اس برائی کے کرنے میں ناکام ہوتا ہے تو پھر یہ زنا مجازی ہی رہتا ہے حقیقی نہیں ہوتا ۔عورتوں کے لئے حکم دیا گیا :

﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ اَخَوَاتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (نور :31) آپ مسلمان عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں مگر وہ جو خود بخود ظاہر ہوجائے ، اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے

رکھیں ، اور اپنا بناؤ سنگار ان لوگوں کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں : شوہر ، باپ ، شوہروں کے باپ ، اپنے بیٹے ، شوہروں کے بیٹے ، بھائی ، بھائیوں کے بیٹے ، بہنوں کے بیٹے ، اپنے میل جول کی عورتیں ، اپنے لونڈی غلام ، وہ ماتحت مرد جو شہوت نہیں رکھتے ، اور وہ بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہیں ہیں ، وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں تا کہ اس زینت کا لوگوں کو پتہ چلے جو وہ چھپا رکھی ہیں ، اے مومنوتم سب مل کر اللہ تعالی کی جناب میں توبہ کرو ، توقع ہے کہ تم فلاح پاؤ گے ۔

ان آیات میں محرم سے پردہ کی رخصت دی گئی ہے ، محرم میں ایسے تمام رشتہ دار شامل ہیں جن سے عورت کا نکاح دائمی یا عارضی حرام ہے ، اور وہ یہ ہیں:

☆ باپ ۔ اس میں دادا ، نانا ، پڑدادا ، پڑنانا اور سسر شامل ہیں ۔

☆ حقیقی بیٹے ۔ اس میں پوتے ، پڑپوتے ، نواسے پڑنواسے ، داماد اور اسی طرح سوتیلے بیٹے اور ان کے اولاد اور احفاد شامل ہیں

☆ بھائی چاہے وہ حقیقی ہوں یا سوتیلے ، علاّتی ہوں یا اخیافی ، اسی میں بھتیجے اور بھانجے اور ان کی اولاد تمام شامل ہیں ۔

☆ حقیقی چچا اور حقیقی ماموں ۔

☆ رضاعی باپ اور رشتہ داروں سے ۔ نسب سے جو رشتے حرام ہیں دودھ پلانے سے بھی وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں ۔

☆ عام بچوں سے جب تک ان میں شہوانی جذبات بیدار نہ ہوئے ہوں ۔

☆ ایسے نوکر چاکروں سے جن میں ہم بستری کی رغبت نہیں جیسے بچے اور بوڑھے ۔

☆ ایسی بوڑھی عورتیں جو سنّ ایاس کو پہنچ چکی ہیں ، اگر وہ پردہ نہ کرنا چاہیں تو کوئی حرج نہیں ہے ، ہاں اگر پردہ کریں تو بہتر ہے ۔

ان کے علاوہ تمام نامحرم رشتہ دار جیسے : دیور ، جیٹھ ، بہنوئی ، چچا زاد بھائی ، خالہ زاد بھائی ، ماموں زاد بھائی ، شوہر کا بھتیجا ، بھانجا وغیرہ سے ، اسی طرح غیر رشتہ دار (سہیلی کا شوہر ، شوہر کا دوست وغیرہ) سے ، ہجڑوں سے ، غلط قسم کے آوارہ اور مشتبہ مسلم وغیر مسلم خواتین سے پردہ کرنا ہوگا ۔

چہرہ کا پردہ

اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿ يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَ زْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْ نِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَحِيْمًا ﴾ (احزاب:59) اے نبی ! (ﷺ) آپ اپنی بیویوں ، بیٹیوں اور مومن عورتوں سے فرمادیں کہ وہ اپنے چہروں پر اپنی گھونگھٹ ڈال لیا کریں ، اس سے قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی اور انہیں تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے ۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن جریر طبریؒ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں:

’’ أمر اللّه نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهنّ فی حاجة أن يغطّين وجوههنّ من فوق الجلابيب ويبدين عينا واحدة ،،(تفسیر طبری) اس آیت میں اللہ تعالی نے مومن عورتوں کو حکم دیا ہی کہ جب وہ کسی ضرورت کی بناء پر

اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے چہروں کو اوڑھنیوں سے ڈھانک لیں اور صرف ایک آنکھ ظاہر کریں۔

پھر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں: ''لا يشبّهن بالإماء في لباسهنّ إذا هنّ خرجن من بيوتهنّ لحاجتهنّ ، فكشفن شعورهنّ ووجوههنّ ، ولكن يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ لئلاّ يعرض فاسق إذا علم أنهنّ حرائر بأذى من قول ،، جب وہ اپنے گھروں سے کسی ضرورت کی بنا پر نکلیں تو لباس میں اپنے بالوں اور چہروں کو کھلا رکھ کر لونڈیوں کی وضع نہ اپنائیں، بلکہ اپنے چہرے پر گھونگھٹ ڈال لیا کریں تا کہ کوئی فاسق انہیں شریف سمجھ کر ان پر آوازے نہ کسے۔ (تفسیر طبری)

بے شمار احادیث مبارکہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عورت اپنے چہرے کا پردہ کرے:

☆ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث الإفک کی لمبی روایت میں فرماتی ہیں: '' فخمّرت وجهي حين سمعت إسترجاعه ،، جب میں نے ان (حضرت صفوان بن معطل السلمی رضی اللہ عنہ) کے إنّا لله وإنّا إليه راجعون پڑھنے کی آواز سنی تو اپنے چہرے کو اوڑھنی سے ڈھانک لیا۔ (بخاری)

عن عائشة رضى الله عنها قالت : " كان الركبان يمرّون بنا ونحن مع رسول الله ﷺ محرمات فإذا جازوا بنا سدلت إحداناجلبابها من رأسها على وجهها ، فإذا جاوزنا كشفناه ،، (أبوداؤد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: '' سواروں کے قافلے ہم پر سے گذرتے اور ہم رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں تھیں، جب وہ ہمارے قریب آتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنے گھونگھٹوں کو اپنے سر سے چہرے پر لٹکا لیا کرتیں، اور جس وقت وہ گذر جاتے ہم اپنے چہروں کو کھول لیتیں۔

ان احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمان عورت کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلے تو ضرور چہرہ کا پردہ کرے، اس لئے کہ چہرہ ہی خوبصورتی یا بدصورتی کا عنوان ہے، مشہور اسلامی اسکالر، محدّث اور سیرت نگار، استاذِ محترم مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

چونکہ چہرہ حُسن وقبح کا اصل معیار ہے اور اس پر ابھرنے والے تاثرات دلی جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں اور نگاہ پیغام رسانی کا کام انجام دیتی ہے، بلکہ خفتہ جذبات اور احساسات کو ابھارتی بھی ہے، اس لئے پردے کے حکم کا اولین نشانہ یہ ہے کہ چہرہ نگاہوں سے اوجھل رہے اور نگاہ سے نگاہ ٹکرانے نہ پائے.

مگر یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ علماء نے سب سے بڑھ کر اسی مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور بہت سے پُر جوش لوگوں نے اس بے احتیاطی کو عین منشائے اسلام قرار دیا ہے اور اس کے لئے عجیب وغریب'' دلائل ،، پیش کئے ہیں، چنانچہ ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ عورت کو حالتِ نماز میں چہرہ اور ہاتھ کُھلا رکھنے کی اجازت ہے' انہیں ڈھانپنے کا حکم نہیں ہے، اسلئے یہ دونوں پردے کے دائرے سے خارج ہیں۔

حالانکہ اگر غور کیا جائے تو یہ بالکل بے تکی دلیل ہے، کیونکہ نماز کی ستر پوشی ایک الگ چیز ہے اور انسانوں سے پردہ الگ چیز۔ بسا اوقات نماز میں ایک چیز کے پردے کا حکم ہے، مگر انسانوں سے اس کے پردے کا حکم نہیں، مثلاً: مرد کو نماز میں

کندھے ڈھانپنے کا حکم ہے، مگر انسانوں کے سامنے نہیں ۔بس اسی کے برعکس یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نماز میں ایک چیز کے پردے کا حکم نہ ہو اور انسانوں کے سامنے ہو۔ درحقیقت نماز میں ستر کا حکم کچھ اور مقاصد رکھتا ہے اور انسانوں سے پردے کا حکم کچھ اور ہی مقاصد رکھتا ہے، لہٰذا ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے ۔

(پیشِ لفظ: مسلمان عورت کا پردہ اور لباس)

شرعی پردہ ڈھیلا ڈھالا اور چہرہ، ہاتھ اور سارے جسم کو چھپانے والا ہو، اتنا چُست نہ ہو کہ جسم چُھپنے کے باوجود نمایاں اور لوگوں کو راغب کرنے والا ہو، نظریں ہٹانے والا ہو نہ کہ نظریں جمانے والا، نقش ونگار والا نہ ہو، لیکن افسوس کہ آج برقعے کے نام پر جو کالا لباس پہنا جاتا ہے وہ اس قدر دلکش اور جاذبِ نظر ہوتا ہے کہ بقولِ شیخ سعدیؒ بوڑھی پر بھی جوان کا گمان ہوتا ہے:

بسے خوش قامتے کہ زیرِ چادر باشد   چوں باز کنی مادرِ مادر باشد

بہت سی خوش قامت عورتیں جو چادر میں ہوتی ہیں، جب ان سے چادر ہٹائی جائے تو ماں کی ماں (نانی) ہوتی ہیں (یعنی خوش رنگت چادر نے انہیں خوش قامت بنا دیا) اسی طرح آج کل کا کالا برقعہ بھی اپنی افادیت کھو رہا ہے، حال یہ ہے کہ برقعہ پہنا ہے، خوب صورت اسٹائلش ، نیا ڈیزائن ، پرنٹیڈ ، چمک دار ، رنگیلا ، بھڑکیلا اور کچھ نہیں تو اس کے اوپر سنہری ڈوریاں ،خوبصورت اسٹیکرز، گولڈن بٹن اور خوبصورت ،دلکش اور دیدہ زیب اسکارف ، پردہ کا پردہ اور ساتھ ہی دعوت نظارہ ۔ بقول کسے:

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چُھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

برقعہ بجائے ستر وحجاب واخفائے زینت کے، خود اظہارِ زینت کا ایک بڑا وسیلہ بن گیا، ادھ کھلا چہرہ جس سے غازہ وکاجل صاف جھلک رہا ہے، چہرے کی تزئین وآرائش کا پورا اہتمام ہے، مہندی سے رنگے ہوئے مزین ہاتھ، ان تمام حشر سامانیوں کے ساتھ، تقویت حسن کے لئے گورے چہرے پر کالا برقعہ، اچھے اچھوں کا تقویٰ توڑنے کے لئے کافی ہے۔اسی پر کسی دل جلے نے کہا تھا:

نظر آتے ہیں جو بازاروں میں کالے بُرقعے
اپنے پردے میں ہی بے پردگی پالے بُرقعے
نام کل تک تھا ابھی، جن کا حیا داروں میں
آج وہ منہ کھولی ہوئی پھرتی ہیں بازاروں میں
کالے بُرقعے کو بھی ایک فتنہء تازہ کہئے
اس کو پردہ نہیں پردے کا جنازہ کہئے

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بچیوں کو سختی سے پردہ کا پابند بائیں، انہیں خوشبو لگا کر چلنے، لوچ دار، شیریں آواز سے بات کرنے، پاؤں کی جھنکار اور دلکش اداؤں سے روکیں، شرعی حجاب کی خوبیاں ان کے سامنے بیان کریں اور انہیں یہ بتلائیں کہ جب تک وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل نہیں کریں گی اس وقت تک صحیح معنوں میں مسلمان بھی نہیں بنیں گی ۔

اسلام کے قانونِ حجاب کی برکات

یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کے قانونِ حجاب کی کشش نے کئی غیر مسلم خواتین کو مسلمان بنایا ہے، ’’نومسلم خواتین کے مشاہدات،، کے نام سے چھپنے والی کتاب

میں محترمہ خولہ نکا تا (جاپان) لکھتی ہیں:

''منی سکرٹ کا مطلب ہوتا ہے کہ اگر آپ کو میری ضرورت ہے تو مجھے لے جاسکتے ہیں۔ جب کہ حجاب صاف طور پر بتلاتا ہے کہ ''میں آپ کے لئے ممنوع ہوں''۔ اپنا مذہب تبدیل کرنے سے پہلے بھی کسی عورت کے جسم کو دیکھنا جو اس کی جلد سے چپکے ہوئے باریک لباس سے جھلکتا تھا، مجھے پریشان کردیتا تھا، مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں نے کوئی ایسی چیز دیکھ لی ہے جس کو مجھے دیکھنا نہیں چاہیئے تھا۔ اگر یہ بات ایک عورت کو پریشان کرسکتی ہے تو مردوں کو کتنا متأثر کرتی ہوگی''۔

محترمہ لیلی لیسالوت وتمان (امریکہ) کہتی ہیں: ''جب میں حجاب استعمال کرنے لگی تو مجھے امن وامان کا سایہ مل گیا. مجھے محسوس ہوا کہ پردہ کے باعث تمام لوگ میرا احترام کرنے لگے ہیں اب مجھے کوئی تنگ نہیں کرتا، نہ سڑک پر، نہ بس وغیرہ پر۔''

محترمہ ہدیٰ خطاب (برطانیہ) کا کہنا ہے: ''جو چیز مجھے اسلام کی طرف کھینچ لائی ہے وہ پردہ تھا۔ مسلمان خواتین کا یہ سکارف اور لباس غیر مردوں کی نظریں عورت کی طرف سے ہٹا دیتا ہے''۔

نیکی کی تم تصویر ہو، عفّت کی تم تدبیر ہو!

ہو دین کی تم پاسبان، ایمان سلامت تم سے ہے

(ماہنامہ محدّث لاہور)

پردہ کے متعلق اسلامی احکامات

یہ اسلام کی وہ تعلیمات تھیں جو اس نے آج سے چودہ سو سال پہلے اُس مسلمان اور مومن معاشرہ کو دی، جو اس کائنات کا، ایمان، تقوی، اخلاص، للّٰہیت، شرم وحیا،

عفّت عصمت کی حفاظت کے لحاظ سے بہترین زمانہ تھا، اس سے بہتر دور نہ چشمِ فلک نے کبھی دیکھا تھا اور نہ کبھی دیکھے گا، لیکن اس نے انسانیت کو ایسی تعلیمات سے نوازا کہ جس پر عمل کرکے قیامت تک آنے والی ساری فحاشیوں کا سدّ باب کیا جاسکتا ہے، حالانکہ اس وقت انسان کی جنسی ہوس نے وہ خطرناک روپ نہیں دھارا تھا جو آج ہے، عریانیت وفحاشت کا وہ بازار گرم نہیں ہوا تھا جو آج ہے، اس کے باوجود آپ ﷺ نے مسلم خواتین کو پردے کی پابندی کی تلقین فرمائی عفّت وعصمت کی حفاظت کی وہ تعلیمات عنایت فرمائیں کہ جس سے بھی عمدہ انتظام اور تعلیم کسی بھی مذہب میں ملنی ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

1-عن أم سلمة رضى الله عنها قالت : كنت عند رسول الله ﷺ ، وعنده ميمونة ، فأقبل إبن أم مكتوم ، وذلک بعد أن أمرنا بالحجاب ، فقال النبی ﷺ : إحتجبا منه ، فقلنا : يا رسول الله ! أليس هو أعمى لا يبصرنا ولا يعرفنا ؟ فقال النبی ﷺ : أفعمياوان أنتما ، ألستما تبصرانه ؟ ،، (رواه أبوداؤد والترمذی) حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھیں، اتنے میں حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے، اور یہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ: ''تم دونوں پردے میں چلی جاؤ، ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ اندھے نہیں ہیں؟ نہ تو ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی پہچان سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن تم دونوں تو اندھی نہیں ہو، تم تو اسے دیکھ رہی ہو۔''

سبحان اللہ! رسول اکرم ﷺ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں ﴿وازواجه امّھاتھم﴾ اور آنے والے صحابی اندھے اور روحانی بیٹے کے حکم میں ہیں، لیکن آپ علیہ السلام نے ان سے بھی اپنی ازواج مطہّرات کا پردہ کروا کرامت کو قیامت تک کے لئے عملی اسوہ پیش کیا۔لیکن افسوس ہمارے معاشرے میں خواتین مردوں کی نظروں سے بچنے کے لئے برقعہ کا استعمال کرتی ہیں، لیکن کسی مرد کو دیکھنا مقصود ہو تو پردے کی اوٹ سے نظر بازی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔اسی پر کسی دل جلے نے کہا تھا:

پلٹ کر مظہری نے ایک نگاہ ڈالا تو مجرم ہے
تمہیں حق ہے کہ تم جھانکا کرو شاعر کو چلمن سے؟

ایک حدیث میں کسی مسلمان عورت کو کسی غیر محرم کے ساتھ پل بھر کے لئے بھی تنہائی میں رہنے کو ناجائز قرار دیا۔

2-**عن إبن عباس رضی اللّٰہ عنهما أن رسول اللّٰہ** ﷺ **قال : " لا يخلونّ أحدكم بامرأة إلاّ مع ذی محرم ،،** (بخاری ومسلم) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے، سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو۔

حکم دیا کہ عورت اپنے شوہر کے قریب ترین مرد رشتہ داروں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے:

3- **عن رسول اللّٰہ** ﷺ **قال: "إيّاكم والدخول على النساء ، فقال رجل یارسول اللّٰہ : أفرأيت الحمو ؟ قال : الحمو الموت ،،** (بخاری

ومسلم) رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:''عورتوں کے پاس (ان کی تنہائی میں) داخل ہونے سے بچو، ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! دیور کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (عورت کے حق میں) دیور تو موت ہے،،۔

4-دل، دماغ، آنکھ، اور کان کے غلط استعمال سے روکا گیا۔فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا ﴾ (الاِسراء :۳۶) بے شک کان، آنکھ اور دل ان تمام کے متعلق (قیامت کے دن) پُرسش ہوگی۔

5-اچانک پڑنے والی نظر کے متعلق حکم دیا: **عن جرير رضى اللّٰه عنه قال سألت رسول اللّٰه** ﷺ **عن نظرة الفجأة ، فقال : اصرف بصرک ،،** (مسلم) حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک پڑنے والی نظر کے متعلق دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نظر پھیر لو،،۔

یہ وہ واضح اور روشن تعلیمات ہیں جن پر دنیا کا کوئی بھی معاشرہ اور کوئی بھی طبقہ، چاہے وہ بوڑھوں کا ہو یا جوانوں کا، مردوں کا ہو یا عورتوں کا، حاکموں کا طبقہ ہو یا محکوموں کا، ان ابدی تعلیمات پر کما حقّہ عمل کرے گا، تو وہ ہر اس برائی سے محفوظ رہے گا جو اس کی شرافت کو نقصان پہنچائے اور اس کے اخلاق کو بے پردگی، اختلاط، فحاشت اور حرام نظر بازی سے محفوظ کر کے شرافت و پاکیزگی، امن واستقرار اور شرف وسعادت کے بامِ اوج پر پہنچائے، ایسا کیوں نہ ہو جب کہ وہ اس طریقہ پر گامزن ہے جسے بنانے والا عرشِ عظیم کا رب ہے۔

باب ہفتم: معاشرتی تربیت

اولاد پر والدین کے حقوق

والدین انسان کے اس دنیا میں آنے کا سبب ہیں، والدین نے اپنی اولاد کے لئے لاکھوں دکھ جھیلے، ہزاروں پریشانیاں اٹھائیں، تب جا کر اولاد کہیں جوان ہوئی اور ہٹے کٹے جسم اور مضبوط اعصاب کی مالک بنی، اپنی اولاد کو جواں کرتے کرتے والدین خود بڑھاپے کو پہنچ گئے، انہیں مضبوط اور صحت مند بناتے بناتے خود کمزوری اور انحطاط کو پہنچ گئے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے حق کو اپنے حقوق کے بعد ذکر کیا ہے۔ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۞ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴾ (بنی اسرائیل: 24-23) ترجمہ: تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے اور کسی کی پرستش نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تم انہیں ''اُف،، بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے خوب ادب سے بات کرو اور ان کے لئے شفقت سے انکساری کے بازو کو جھکائے رکھو اور یوں دعا کرتے رہو: ''اے میرے رب! ان دونوں پر ایسی ہی رحمت کرنا جیسے کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا پوسا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں اللہ تعالی نے والدین کے ادب

واحترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا ہے جیسا کہ سورہ لقمان میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر لازم فرمایا ہے ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ﴾ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا شکر بجا لا) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جلّ شانہ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے زیادہ اہم اور اللہ تعالی کے شکر ہی کی طرح والدین کا شکر گذار ہونا واجب ہے۔ (تفسیر قرطبی)

والدین کی خدمت واطاعت اور تعظیم وتکریم ہر عمر میں واجب ہے، چاہے وہ بوڑھے ہوں یا جوان۔ لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا گیا ہے کہ بڑھاپے میں اکثر انسان چڑ چڑے ہو جاتے ہیں، ان میں ضد اور ہٹ دھرمی پیدا ہو جاتی ہے اور عقل وخرد بھی جواب دینے لگ جاتی ہے، ایسے میں انسان ایسی خواہشیں کرنے لگتا ہے جو بسا اوقات بچوں کی سی ہوتی ہیں اور کچھ مطالبات ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا پورا کرنا بعض اولاد کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، ایسے عالم میں بچے اپنے والدین سے جھنجھلا اٹھتے ہیں، ایسے وقت اللہ تعالی نے اولاد کو ان کا بچپن یاد دلایا کہ تم بھی کبھی اپنے والدین سے زیادہ ضعیف وکمزور تھے، کچھ جانتے نہیں تھے، دنیا سے بے خبر تھے، اس وقت انہوں نے تمہاری کمزوری پر، تمہاری محتاجی اور بے مائیگی پر جس طرح اپنی راحت اور خواہشات کو قربان کر ڈالا اور تمہاری بے عقلی کی باتوں کو محبت وپیار سے برداشت کیا تو تمہاری عقل وشرافت کا تقاضہ یہی ہے کہ ان کے ان لاکھوں سابقہ احسانات کے عوض ان سے اسی محبت شفقت اور رحمت کا سلوک روا رکھا جائے جیسا انہوں نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔

نیز فرمانِ باری ہے: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ج حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ط اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ (لقمان: 14) ہم نے انسان کو اپنے والدین (کا حق پہچاننے) کی تاکید کی ہے، اس کی ماں نے اسے ضعف پر ضعف اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کے دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (ہم نے اسے نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا شکر بجالا، میری ہی طرف پلٹنا ہے۔

ماں باپ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو والدین کے حقوق کو جاننے اور پہچاننے کی ترغیب دیں، اس طرح کہ وہ ان کے ساتھ نیک سلوک کریں اور ان کی اطاعت وخدمت کریں اور ان کے بڑھاپے کی رعایت کریں، ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کریں، ان کی وفات کے بعد ان کے حق میں دعائے مغفرت اور ان کی جانب سے صدقہ وخیرات کرتے رہیں۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ رسولِ پاک ﷺ کے یہ ارشادات عالیہ اپنے بچوں کو ان کے بچپن ہی سے ذہن نشین کراتے رہیں تاکہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں اس پر عمل پیرا ہوں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے: **عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما ، عن النبى ﷺ أنّه قال : " رضى الله فى رضى الوالدين وسخط الله فى سخط الوالدين ،، (سبل السلام)** حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔

عن عبد الله بن عباس رضى الله عنهما قال : "ما من مسلم له والدان مسلمان يصبح لهما محتسبا إلاّ فتح الله له بابين . يعنى من الجنّة . وإن كان واحدا فواحدا ، وإن غضب أحدهما لم يرض الله عنه حتى يرضى عنه ، قيل : وإن ظلماه ؟ قال : وإن ظلماه ،، (رواه البخارى فى الأدب المفرد) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ: "جس مسلمان کے مسلم والدین حیات ہیں وہ ان دونوں (کی خدمت کر کے) اللہ تعالیٰ سے اجر کا طلب گار ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنّت کے دو دروازے کھول دیتے ہیں، اگر ان میں سے ایک زندہ ہے تو ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک اس سے ناراض ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس وقت تک راضی نہیں ہونگے جب تک کہ وہ اس سے راضی نہ ہوجائے۔ آپ سے پوچھا گیا: اگر والدین اس کے ساتھ ظلم بھی کریں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگرچہ کہ وہ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں۔

☆ والدین سے حُسنِ سلوک جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ افضل ہے:

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنهم قال : سألت النبى ﷺ أىّ العمل أحبّ إلى الله تعالى ؟ قال : " الصلاة على وقتها ،، قلت : ثمّ أىّ ؟ قال : " برّ الوالدين ،، قلت : ثمّ أىّ ؟ قال : " الجهاد فى سبيل الله ،، (متفق عليه) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ: میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرض نماز اس کے وقت پر پڑھنا۔ میں نے پوچھا

: پھر کونسا؟ فرمایا: والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک ۔ میں نے پوچھا: پھر کونسا؟ فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد۔

عن عبد الله بن عمر رضی اللّٰه عنهما ، قال : قال رجل للنبی ﷺ : أجاهد ، قال : "ألک أبوان ؟"، قال : نعم ، قال : " ففیهما فجاهد "، (رواه البخاری). حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''جاؤ! انہی کی خدمت میں حد درجہ کوشش کرو۔

وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللّٰه عنهما ، قال :أقبل رجل إلی نبی الله ﷺ فقال :أبایعک علی الهجرة والجهاد أبتغی الأجر من اللّٰه ، فقال : " هل من والدیک حیّ ؟ "، قال :بل کلاهما ، قال : " فتبتغی الأجر من اللّٰه ؟ "، قال : نعم ، قال : " فارجع إلی والدیک فأحسن صحبتهما "، (رواه مسلم) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ سے اجر کا طالب ہو کر آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس شخص سے پوچھا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں دونوں حیات ہیں۔ آپ ﷺ نے
اس شخص سے پوچھا: کیا تم واقعی اللہ تعالیٰ سے اجر کے طالب ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوٹ جاؤ اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

ماں کا حق

دو وجوہات کی بنا پر ماں کا حق باپ سے کہیں زیادہ ہوتا ہے:

1) اس لئے کہ ماں اپنے بچے کے لئے حمل اور ولادت کے مشکل ترین لمحات سے گذرتی ہے، جس میں اس کی جان کو بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، بسا اوقات عورت کی جان بھی اس میں چلی جاتی ہے۔ اس کے بعد رضاعت کا مرحلہ پیش آتا ہے جس میں ماں اپنے جسم کے خون کو میٹھے دودھ کی شکل میں اپنے بچے کے حلق میں اتارتی ہے اور اس کی تربیت اور پرورش میں باپ سے کہیں زیادہ حصّہ لیتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴾ (لقمان: 14) ہم نے انسان کو اپنے والدین (کا حق پہچاننے) کی تاکید کی ہے، اس کی ماں نے اسے ضعف پر ضعف اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کے دودھ چُھوٹنے میں لگے۔ (ہم نے اسے نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا شکر بجالا، میری ہی طرف پلٹنا ہے۔

2) اللہ رب العزّت نے ماں میں فطری طور پر اولاد کے لئے زیادہ محبت وشفقت، نرم دلی اور مہربانی رکھا ہے، جب کہ باپ میں فطری طور پر سختی اور تندی۔ اولاد باپ سے ڈرتی ہے اور ماں سے کچھ زیادہ ہی شوخ وبے باک رہتی ہے، کبھی یہ شُوخی گستاخی کی حدود کو بھی چھونے لگتی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم محمد ﷺ نے ماں کے حق کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا تاکہ انسان ماں کے احترام

کے معاملے میں کوتاہی اور پہلو تہی نہ کرے۔

1- عن أبی هريرة رضی الله عنه قال : جاء رجل إلی النبی ﷺ فقال يا رسول الله ! من أحق بحسن صحابتی ؟ قال : أمّک ، قال : ثمّ من ؟ قال : أمّک ، قال : ثمّ من ؟ قال : أمّک ، قال : ثمّ من ؟ قال : أبوک . (رواه البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! کونسی ہستی میرے حُسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں ۔اس شخص نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں ۔اس شخص نے پوچھا: پھر کون؟ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں ۔اس شخص نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا باپ۔

2- عن بريدة رضی الله عنه أنّ رجلا كان حاملا فی الطواف أمّه يطوف بها ، فسأل النبی ﷺ هل أدّيت حقّها ؟ قال : لا ، ولا بزفرة واحدة (رواه إبن كثير فی تفسيره) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: ایک شخص اپنی ماں کو اپنی پیٹھ پر لاد کر طواف کر رہا تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا اس طرح میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اس ہلکی سی چیخ کا بھی نہیں جو تمہیں جنم دیتے ہوئے تمہارے ماں کے منہ سے نکلی۔

3- عن بريدة رضی الله عنه أنّ رجلا جاء إلی النبی ﷺ فقال : يارسول الله ! إنّی حملت أمّی فرسخين فی رمضاء شديدة لو ألقيت

فيها بضعة لحم لنضجت ، فهل أدّيت شكرها ؟ فقال : لعلّه أن يكون لطلقة واحدة ۔(مجمع الزوائد) حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسولِ اکرم ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ ! میں نے اپنی ماں کو ایسی سخت دھوپ اور گرمی میں جس میں اگر گوشت بھی ڈالا جاتا تو پک جاتا، اپنی گردن پر سوار کرا کے دو فرسخ لایا ہوں، کیا اسطرح میں نے اپنی ماں کے احسان کا بدلہ ادا کر دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شاید یہ اس کی دردِزہ کی ایک ٹیس کا بدلہ ہو۔

4- حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما نے ایک بدو شخص کو دیکھا جو اپنی ماں کو ڈھوئے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہوا یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

إنّی لها مطية لا أذعر   إذا الركاب نفرت لا أنفر

ماحملت وأرضعتنی أكثر   اللّٰه ربّی ذو الجلال أكبر

ترجمہ: میں اپنی ماں کے لئے ایسی سواری ہوں جو کبھی بدکتی نہیں، جب سواریاں بدکتی ہیں لیکن میں نہیں بدکتا۔ (یہ اس لئے کہ) اس نے مجھے زیادہ مدّت ڈھویا اور دودھ پلایا ہے۔ اللہ میرا رب ہے اور وہ صاحبِ جلال اور سب سے بڑا ہے۔

پھر اس نے حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر کہا: حضرت آپ کا کیا خیال ہے، کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں ! اللہ کی قسم ! اس کی دردِزہ کی ایک ٹیس کا بھی نہیں۔“

ماں کی دعا

ماں کی دعا اولاد کے تابناک مستقبل کے لئے بڑی کا آمد ہے، ہزاروں ایسی خوش نصیب ہستیاں ہیں جنہیں ماں کی دعا نے بڑا فائدہ پہنچایا، انہیں میں امیر المؤمنین

فی الحدیث حضرت امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں ،بچپن میں آپ
کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوچکی تھی ، اطبّاء سے علاج کے باوجود تمام حکیموں نے
جواب دے دیا تھا کہ اس لڑکے کی بصارت کبھی واپس نہیں آسکتی ، آپ کی والدہ
ماجدہ تہجد گذار اور شب بیدار خاتون تھیں ، ہر نماز میں نہایت ہی خشوع وخضوع اور
آہ وزاری کے ساتھ اپنے بچے کے لئے اللہ تعالی سے بینائی کی طلب گارتھیں ، ایک
رات تہجد سے فارغ ہوکر اپنے بیٹے کی بصارت کے لئے اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا
مانگیں اور پھر تھوڑی دیر کے لئے اسی جگہ پر لیٹ گئیں ، خواب میں دیکھتی ہیں کہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: ''اے امّ محمد ! اللہ تعالیٰ نے تیری
کثرت دعا اور آہ و زاری کے سبب تیرے بچے کو آنکھیں عطا فرمادیا ہے ،، (
مقدمہ فتح الباری) جب اٹھ کر دیکھتی ہیں تو واقعی بیٹے کی بصارت لوٹ آئی تھی ،
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں میں اس قدر روشنی عطا فرمائی کہ چاندنی
راتوں میں لکھتے اور پڑھتے تھے ، حتّٰی کہ چاندنی راتوں میں ہی آپ نے اپنی کتاب
'' التاریخ الکبیر ،، کا مسودہ تحریر فرمایا ۔ (سیرۃ الإمام البخاری : 45 ۔از مولانا عبد
السلام مبارکپوریؒ والدِ گرامی قدر شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ محدث مبارکپوریؒ)

ماں کی بددعا

بددعا چند الفاظ سے بنا ایک معمولی لفظ ہے ، جو زبان سے بڑی آسانی کے ساتھ ادا
ہوجاتا ہے ، لیکن اس کے اثرات انتہائی دور رس ہوتے ہیں ، اس کے اثر سے
آبادیاں ویرانے ، دولت وثروت کے جھولوں میں جھولتے ہوئے خاندان فقیر ومحتاج
،تندرست اور توانا جسم بیماریوں کا شکار ہوکر ہڈیوں کا پنجر بن جاتے ہیں ، اسی لئے

رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا
: ''إتّق دعوة المظلوم فإنّه ليس بينه وبين الله حجاب ،، (متفق علیہ)
مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے ۔
اولاد کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک کی بددعا سے بچیں بالخصوص والدین اور اساتذہ
کی .کیونکہ ان کی بددعا ان کے مستقبل کا بیڑہ غرق کردے گی ، والدین کی بددعا اور
اس کے اثرات کے متعلق احادیث میں کئی واقعات ذکر کئے گئے ہیں جن میں ایک
بنو اسرائیل کے ایک مشہور عابد وزاہد حضرت جریج رحمہ اللہ کا واقعہ صحیح بخاری اور صحیح
مسلم میں مروی ہے :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ
نے فرمایا: '' صرف تین گود کے بچوں نے بات کیا (جب کہ عموما اس عمر میں بچے
بات نہیں کرتے) ایک : عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ۔ دوسرا: جریج والا لڑکا ۔ اور
جریج ایک عابد وزاہد آدمی تھا ، اس نے اپنے لئے ایک حجرہ بنا لیا اور اسی میں
مصروفِ عبادت رہا کرتا تھا .ایک دن اس کی والدہ اس کے پاس اس وقت آئی
جب کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا ، اس نے اسے، اے جریج : کہہ کر آواز دی ۔ اس نے (
اپنے دل میں) کہا : اے میرے رب !ایک طرف ماں ہے اور دوسری طرف نماز (
کس کا خیال کروں) پھر وہ نماز میں مشغول رہا اور وہ واپس لوٹ گئی ۔ دوسرے دن
پھر اس کے پاس آئی اور وہ نماز پڑھ رہا تھا ، اس نے کہا :اے جریج ! اس نے کہا : یا
رب ! میری ماں اور میری نماز ، پھر نماز میں مشغول ہوگیا ، ماں واپس چلی گئی .
تیسرے دن وہ پھر اس کے پاس آئی اور اسے ، اے جریج ! کہہ کر آواز دی اور وہ

نماز پڑھ رہا تھا، اس نے (دل میں) کہا: یا رب! میری والدہ مجھے صدا دے رہی ہے اور میں حالتِ نماز میں ہوں (کیا کروں؟) اس نے اپنی نماز کو جاری رکھا. اس کی والدہ نے اسے ان الفاظ میں بد دعا دی: ''**اللّٰهمّ لا تمته حتّى ينظر إلى وجوه المؤمسات**''، یا اللہ! اِسے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ یہ بدکار عورتوں کے چہرے نہ دیکھ لے۔

پھر بنو اسرائیل میں جریج اور اس کے زُہد و تقوی کی شہرت عام ہوگئی، اس دوران ایک بدکار عورت نے، جس کا حُسن مشہور تھا، کہا: اگر تم چاہو تو میں جریج کو فتنہ میں ڈال سکتی ہوں. چنانچہ وہ جریج کے سامنے بن سنور کر آئی، لیکن جریج نے اس پر کوئی توجہ نہ دی، پھر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جریج کے عبادت گاہ کے آس پاس ہی رہا کرتا تھا اور اس کے ساتھ بدکاری کر کے حاملہ ہوگئی، جب اسے لڑکا پیدا ہوا تو اس نے مشہور کر دیا کہ یہ جریج کا لڑکا ہے۔

جب لوگوں نے یہ سنا تو وہ جریج کے پاس آئے، اسے حجرے سے باہر کھینچ کر لائے اور صومعے کو گرا دیا اور بُری طرح پیٹنے لگے۔ جریج نے کہا: تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ (ایسا کیوں کر رہے ہو؟) لوگوں نے کہا کہ تم نے فلاں بدکار عورت کے ساتھ برائی کی ہے اور اس کے نتیجے میں تجھ سے اسے لڑکا ہوا ہے۔ اس نے کہا: ''وہ بچہ کہاں ہے؟ جب بچہ لایا گیا تو اس نے لوگوں سے کہا اگر تم اجازت دو تو میں نماز پڑھوں؟ اس نے نماز پڑھنے کے بعد اس بچے کے پیٹ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: اے لڑکے! بتا تیرا باپ کون ہے؟ اس بچے نے جواب دیا: ''فلاں چرواہا ہے''۔ یہ سنتے ہی لوگ جریج کو چُومنے اور (حصولِ برکت کے لئے) اسے چُھوتے ہوئے درخواست

کرنے لگے: اگر آپ پسند کریں تو ہم آپ کے حُجرے کو سونے کا بنا دیں؟ اس نے کہا: ''نہیں! پہلے جیسے مٹی کا تھا اسی طرح کا بنا دو۔'' (متفق علیہ)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر اولاد بے گناہ بھی ہو تو والدین کی بد دعا انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے، ساتھ ہی یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ مقاصد مختلف ہونے کی وجہ سے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں، والدین کے لئے بھی ضروری ہے کہ اولاد سے کوئی گُستاخی ہو جائے تو ان کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سچّے انسان کو فتنے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور مصائب کے پیش آنے پر نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

باپ کا ادب واحترام

باپ کا ادب واحترام بھی بے حد لازمی اور ضروری ہے' اس لئے کہ باپ نے اپنی اولاد کے لئے ہر قسم کے دکھ درد برداشت کئے خود بھوکا رہ کر اپنی اولاد کو کھلایا، خود مصیبتیں برداشت کر کے اپنی اولاد کو راحت پہنچائی' اور خود بے علم رہ گیا لیکن اپنی اولاد کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا' اسی لئے سرورِ کائنات جناب محمد ﷺ نے والد کے حقوق کو بیان فرماتے ہوئے انہیں جنّت کا دروازہ قرار دیا:

1- عن أبي الدرداء رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول: الوالد أوسط أبواب الجنّة، فإن شئت فأضع ذلك الباب، أو أحفظه. (**ترمذی: حسن صحیح**) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: والد جنّت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے، چاہے تم اس دروازے کی حفاظت کرو یا اسے ضائع کر دو.

2- رضا الربّ فی رضا الوالد وسخطه فی سخط الوالد (ترمذی) اللہ تعالی کی رضا والد کی رضامندی میں ہے اور اسکی ناراضی والد کی ناراضگی میں ہے۔

نیز فرمایا کہ والد کی دعا اولاد کے حق میں اللہ تعالی ضرور قبول فرماتے ہیں:

3- عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : ثلاث دعوات مستجابات لاشکّ فیهنّ : دعوة الوالد ودعوة المسافر ودعوة المظلوم . (رواه الترمذی وأبوداؤد وإبن ماجة) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین دعائیں ایسی ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک ہی نہیں :1) والد کی دعا (اولاد کے حق میں)2) مسافر کی دعا3) مظلوم کی بددعا۔

4- عن عائشة رضی الله عنها قالت : أتی رسول الله ﷺ رجل ومعه شیخ ، فقال له : یا هذا ! من هذا الذی معک ؟ قال أبی ، قال : فلا تمش أمامه ، ولا تجلس قبله ، ولا تدعه بإسمه ، ولا تسبّ له . (مجمع الزوائد ج : 8) حضرت عائشۃ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ایک شخص رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک بوڑھا شخص تھا، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: اے فلاں ! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا: یہ میرے والد ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ان سے آگے نہ چلا کرو، ان سے پہلے نہ بیٹھا کرو، انہیں نام لے کر نہ بلاؤ اور انہیں لعن طعن نہ کیا کرو.

اسلاف کا اپنے آباء کے ساتھ حُسن سلوک

1- عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال : کان تحتی إمرأة أحبّها

، وکان عمر یکرهها ، فقال لی : طلّقها ، فأبیت ، فأتی عمر رسول الله ﷺ فذکر ذلک له ، فقال لی رسول الله ﷺ : طلّقها . (إبن ماجة وإبن حبّان) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میری زوجیت میں ایک عورت تھی جس سے میں بے حد پیار کرتا تھا، میرے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے نفرت کرتے تھے، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس عورت کو طلاق دیدوں، لیکن میں نے انکار کردیا، انہوں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو آپ ﷺ نے بھی مجھے اس عورت کو طلاق دینے کا مشورہ دیا۔

2- عن أبی الدرداء رضی الله عنه أن رجلا أتاه فقال : إنّ أبی لم یزل بی حتّی زوّجنی ، وإنّه الآن یأمرنی بطلاقها ؟ فقال : ما أنا الذی آمرک أن تعقّ والدیک ، ولا أن آمرک أن تطلّق إمرأتک ، غیر أنک إن شئت حدّثتک بما سمعت من رسول الله ﷺ سمعته یقول : الوالد أوسط أبواب الجنّة ، فحافظ علی ذلک الباب إن شئت أو دع . (رواه إبن حبّان فی صحیحه)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: میرے والد نے زبردستی ایک عورت سے میری شادی کرادی اور اب وہ مجھ سے زبردستی اس کو طلاق دینے کا اصرار کررہے ہیں۔آپ نے فرمایا: میں نہ تو تجھے اپنے والدین کی نافرمانی کا مشورہ دوں گا اور نہ ہی اپنی بیوی کو طلاق دینے کا، اگر تو پسند کرے تو تجھے ایک ایسی بات سناؤں جسے میں نے رسولِ اقدس ﷺ سے سنا ہے، وہ یہ کہ: والد جنّت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے، چاہے تم

اس دروازے کی حفاظت کرو یا اسے چھوڑ دو۔

3- حضرت عمرو بن زید بن نفیل رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: آپ کے ساتھ آپ کے صاحب زادے کا سلوک کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب بھی میں دن میں چلتا ہوں تو وہ میرے پیچھے ہوتا ہے، اور جب رات میں چلتا ہوں تو میرے آگے ہوتا ہے، جب کسی چھت پر چڑھنے کی نوبت آتی ہے تو میں اس سے نیچے رہتا ہوں (اور وہ میرے آگے رہتا ہے) (عیون الأخبار)

4- مشہور عبّاسی خلیفہ مامون الرشید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے فضل بن یحییٰ برمکی (برامکہ، عباسی دورِ خلافت کا مشہور خاندان ہے، جو اپنے علم وفضل، حکمت دانائی اور جود وسخا اور اسراف وفضول خرچی میں شہرت کے بامِ عروج پر پہنچ کر تباہی وگمنامی کے عمیق غاروں میں گر کر داستانِ پارینہ بن گیا) سے زیادہ اپنے باپ کی خدمت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، یحیی برمکی سرد راتوں میں گرم پانی سے وضو کرتا تھا، جس وقت اس خاندان پر ہارون رشید کا عتاب نازل ہوا اور اس سارے خاندان کو حوالہء زنداں کیا گیا، تو ان دونوں باپ بیٹوں کو بھی ایک کال کوٹھڑی میں بند کردیا گیا، داروغہء زنداں نے قید خانے میں پانی گرم کرنے کے لئے لکڑیوں کا داخلہ ممنوع کردیا، فضل جس وقت اس کا باپ بستر پر دراز ہوجاتا تو لوٹے میں پانی ڈال کر چراغ کے قریب ہوجاتا اور صبح ہونے تک اپنے ہاتھوں سے اسے تھامے ہوئے کھڑا رہتا، جس وقت اس کا باپ تہجد کے لئے اٹھتا تو اسے گرم پانی پیش کرتا۔(عیون الأخبار)

5- ایک مرتبہ صالح العبّاسی مشہور عبّاسی خلیفہ ابوجعفر منصور کی خدمت میں حاضر ہوا

، دورانِ گفتگو جب بھی اپنے باپ کا تذکرہ کرتا تو کہتا: ''أبی رحمه الله '' (میرے والد! اللہ تعالی ان پر رحم کرے) یہ تکرار سن کر خلیفہ کے محافظ ربیع نے کہا: بس کرو! امیر المؤمنین کے سامنے اپنے باپ پر بار بار رحمت کی دعا نہ کیا کرو۔ یہ سن کر صالح نے اس پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی اور کہا: مجھے تمہاری اس بات سے تم پر کوئی افسوس نہیں، اس لئے کہ شفقتِ پدری کی مٹھاس کو کبھی تم نے پایا ہی نہیں۔ یہ سن کر منصور مسکرایا اور کہا: جو ہاشمیوں سے زبان لڑاتا ہے اس کا بدلہ یہی ہے۔

6- ابوغسّان الضّبّی کہتے ہیں: میں میرے باپ کے ساتھ مقام ظُہر الحرّۃ میں جارہا تھا تو مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مل گئے، اور مجھ سے پوچھا: یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ میں نے کہا: میرے والدِ گرامی قدر۔فرمایا: اپنے باپ کے آگے نہ چلا کرو، بلکہ ان کے پیچھے یا تھوڑا سا ہٹ کر ان کے جانب سے چلا کرو، اپنے اور ان کے درمیان کسی دوسرے کو حائل نہ ہونے دو، اپنے باپ کے گھر کی چھت پر نہ چڑھا کرو (کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے چھت پر چلنے کی آواز سے انہیں تکلیف ہو) کوئی ایسی ہڈی جس پر تمہارے والد نے نظر ڈالی ہو نہ کھاؤ، شاید کہ وہ ان کو پسند آگئی ہو۔

والدین سے حُسنِ سلوک ان کی وفات کے بعد

اولاد کے ساتھ والدین کا جسمانی تعلق تو ان کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہوجاتا ہے لیکن روحانی تعلق کبھی ختم نہیں ہوتا بلکہ وہ ان کے مرحوم ہوجانے کے بعد بھی نہ صرف باقی رہتا ہے بلکہ اولاد کی نیکیوں اور ان کی جانب سے کی ہوئی صدقہ وخیرات، حج وعمرے، قربانی اور دعاؤں کا ثواب مسلسل پہنچتا ہی رہتا ہے، اولاد کی، کی ہوئی ان نیکیوں سے وہ وفات کے بعد بھی محظوظ ہوتے رہتے ہیں، ان کے

درجات بلند ہوتے رہتے ہیں ۔جیسا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

1-عن أبی هريرة رضی الله عنه قال : ترفع للميّت بعد موته درجته فيقول : أی ربّی أیّ شیء هذا ؟ فيقال له: ولدک إستغفر لک . (رواه البخاری فی الأدب المفرد) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میّت کی وفات کے بعد اس کے درجات کو بلند کیا جاتا ہے،تو میّت سوال کرتا ہے: اے میرے رب! یہ(درجات کی بلندی) کس وجہ سے ہے؟ اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرے لڑکے کی تیرے حق میں دعائے مغفرت کا نتیجہ ہے۔

2- عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ إذا مات الإنسان إنقطع عنه عمله إلاّ من ثلاث : صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له .(رواه مسلم وأبوداؤد والنسائی) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جب انسان وفات پاجاتا ہےتو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے،مگر تین ذریعے ایسے ہیں کہ انتقال کے بعدبھی اسے برابر ثواب ملتا رہتا ہے: 1) اپنے پیچھے کوئی ہمیشہ جاری رہنے والاصدقہ چھوڑ گیا ہو۔2) کوئی ایساعلم چھوڑا ہوجس سے بندگانِ الٰہی مستفید ہورہے ہوں۔3) یا ایسا نیک لڑکا چھوڑا ہو جو ہمیشہ اس کے حق میں دعائے خیر کرتا رہتا ہو۔

3- عن مالک بن ربيعة رضی الله عنه قال : بينما نحن عند رسول الله ﷺ إذ جاء ہ رجل من بنی سلمة ، فقال يارسول الله ! هل بقی علی من برّ أبوی شیء أبرّهما بعد وفاتهما ؟ قال : نعم ، الصلاة عليهما ،

والإستغفار لهما ، وإنفاذ عهدهما ، وإكرام صديقهما ، وصلة الرحم الّتی لا توصل إلاّ بهما . (أبوداؤد . إبن ماجة . حاكم)

حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلسِ مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ بنوسلمہ کا ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا میرے والدین کی وفات کے بعد بھی کوئی نیک سلوک باقی ہے جو میں ان کے ساتھ کرتا رہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم ان کے لئے دعا کرو، طلبِ مغفرت کیا کرو، ان کے عہد واقرار کو پورا کرو، ان کے دوستوں کی عزّت وتکریم کرو، اور وہ صلہ رحمی کرو جوصرف ان کے تعلق کی بنا پر ہو۔

4- حضرت عبداللہ بن دینار کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مکّہ مکرمہ کے راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوگئی، آپ نے اس کو سلام کیا، جس گدھے پر آپ سوار تھے اس شخص کو سوار کرایا اور اپنے سر پر باندھا ہوا عمامہ اس کو عطا کیا، ہم نے آپ سے کہا: اللہ آپ کو مزید نیک بنائے! یہ بدّو لوگ ہیں تھوڑی سی چیز پر خوش ہوجاتے ہیں۔آپ نے فرمایا: اس شخص کا باپ میرے والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا تھا اور میں نے رسولِ مقبول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے چاہنے والوں کو ملائے رکھے۔(مسلم)

5- اولاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے والدین ، آباء واجداداور مرحومین کے لئے برابر ایصالِ ثواب کرتے رہیں، عام مسلمانوں نے ایصال ثواب کے نام پر بدعات وخرافات کی بھرمار کررکھی ہے، دسواں، بیسواں، چہلم، برسی، تیجہ، قُل، اور

اس جیسی بے شمار رسومات کا بازار گرم کیا ہے، بلکہ ایصالِ ثواب کا مسنون طریقہ وہی ہے جو سرورِ کائنات جناب محمد ﷺ نے اپنے اسوہ سے ہمیں تعلیم دی ہے' اور وہ یہ کہ مرحومین کے نام پر صدقہ وخیرات کیا جائے' صدقہء جاریہ، مثلاً: مسجد، مدرسہ بنایا جائے، کنواں کھدوایا جائے اورٹیوب ویل یا سبیل لگائی جائے۔

6- عن إبن عبّاس رضی اللّٰه عنهما أن رجلا قال یارسول اللّٰه ! إنّ أمّی توفّیت ولم توص ، أفینفعها أن أتصدّق عنها ؟ قال : نعم . (الأدب المفرد : باب : برّ الوالدین بعد موتهما) حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں آ کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری والدہ وفات پا گئیں، اورانہوں نے اپنی جانب سے (صدقہ وخیرات کرنے کی) کوئی وصیت نہیں کی، اگر میں ان کی جانب سے صدقہ کردوں تو کیا انہیں اس کا فائدہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہوگا۔

7- یا کنواں کھدوایا جائے' یاپانی کی سبیل لگائی جائے' اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: أفضل الصدقة سقی الماء (نسائی) سب سے بہترین صدقہ پانی پلانا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ وفات پاگئیں' ان کی جانب سے کونسا صدقہ افضل ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: پانی پلانا۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا اوراسے وقف کردیا۔(مؤطا امام مالک۔ابوداود۔نسائی)

8-یا ان کی جانب سے حج اور عمرہ کیا جائے: وعن إبن عبّاس رضی اللّٰه عنهما أن إمرأة من ختعم قالت :یا رسول اللّٰه ! إنّ فریضة اللّٰه علی

عباده فی الحجّ ، أدرکت أبی شیخا کبیرا لا یثبت علی الراحلة ، أفأحجّ عنه ؟ قال :نعم . وذلک فی حجّة الوداع . (متفق علیه)

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالی کا جو فریضہ حج کے متعلق اس کے بندوں پر ہے، وہ تو ہے، لیکن میں نے میرے والدکواس حال میں پایا کہ وہ بے حد بوڑھے ہیں، سواری پر بھی ٹھیک طور سے نہیں بیٹھ سکتے، کیا میں ان کی جانب سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

والدین کے حق میں اولاد کی دعائیں

اولاد اپنے والدین کے لئے ہمیشہ اللہ تعالی سے دعا کرتے رہیں، والدین سے متعلق کچھ قرآنی دعائیں مندرجہ ذیل ہیں:

1) ﴿رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيۡ صَغِيۡرًا﴾ (بنی إسرائیل : 24) میرے رب! ان پر ایسے ہی رحم فرما جیسے کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا تھا۔

2) ﴿ رَبِّ اجۡعَلۡنِيۡ مُقِيۡمَ الصَّلَاةِ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِيۡ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ☆ رَبَّ اغۡفِرۡ لِيۡ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴾ (إبراهيم :41) اے میرے رب! مجھے نماز کا قائم کرنے والا بنادے اور میری اولاد کو بھی' پروردگار! میری دعا قبول فرما۔ پروردگارا! مجھے اور میرے والدین اور تمام ایمان لانے والوں کواس دن بخش دے جس دن کہ حساب قائم ہوگا۔

3) ﴿رَبِّ اغۡفِرۡلِيۡ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنۡ دَخَلَ بَيۡتِيَ مُؤۡمِنًا وَّلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنَاتِ

﴾ (نوح : 28) میرے رب ! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما۔

4) ﴿ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴾ (النمل : ۱۹) میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں' اور ایسے نیک کام کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کردے۔

اولاد اپنے باپ سے کس طرح مخاطب ہو؟

باپ اپنے بیٹوں کو جس طرح انتہائی محبت وشفقت سے'' یٰبُنَیَّ ''، کہتا ہے تو اولاد کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے والد کو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ ان الفاظ سے مخاطب ہوں جو باپ کی عظمت کے شایانِ شان ہوں، قرآن مجید نے اس لفظ کی بھی نشان دہی کردی ہے جس سے اللہ کے نیک بندوں نے اپنے والد کو مخاطب کیا، اور وہ لفظ ہے:'' یٰۤاَبَتِ ''۔ حضرات ابراہیم، اسماعیل، یوسف علیہم الصلوۃ والسلام نے اپنے والد کو اسی لفظ سے خطاب کیا، حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے متعلق ارشادِ قرآنی ہے:﴿وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِبۡرٰہِیۡمَ ؕ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ☆ اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡہِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا یَسۡمَعُ وَلَا یُبۡصِرُ وَلَا یُغۡنِیۡ

عَنۡکَ شَیۡئًا ☆ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ قَدۡ جَآءَنِیۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ یَاۡتِکَ فَاتَّبِعۡنِیۡۤ اَہۡدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا ☆ یٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّیۡطٰنَ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِیًّا ☆ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَکُوۡنَ لِلشَّیۡطٰنِ وَلِیًّا ﴾ (مریم :۴۱/۴۵) اس کتاب میں ابراہیم کا قصہ بیان کرو، بے شک وہ ایک راست باز انسان اور ایک نبی تھے، جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا:'' ابّا جان! آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کے کچھ کام آسکتی ہیں؟ ابّا جان! میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، آپ میری اتباع کریں میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ ابّا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں، شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ ابّا جان! مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمٰن کے عذاب کے شکار ہوکر شیطان کے ساتھی بن جائیں۔

باپ کو خطاب کرنے اور انہیں حق کی دعوت دینے کا اس سے بھی پیارا اسلوب اور کیا ہوسکتا ہے؟ لیکن باپ آذر کی بدنصیبی تھی کہ اس نے اپنے لختِ جگر کی باتوں پر دھیان نہیں دیا بلکہ الٹا دھمکی دی اور جواب میں'' بیٹا ''، کے لفظ سے خطاب کرنے کے بجائے کسی اجنبی آدمی کی طرح لفظ'' ابراہیم ''، سے خطاب کیا، قرآن مجید کے واقعات میں یہ واحد باپ ہے جس نے اپنے بیٹے کو'' بیٹا ''، کہنا گوارہ نہیں کیا۔ ﴿ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنۡتَ عَنۡ اٰلِہَتِیۡ یٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہِ لَاَرۡجُمَنَّکَ وَاہۡجُرۡنِیۡ مَلِیًّا ﴾ (مریم :46) اس نے جواب دیا کہ:'' اے ابراہیم! کیا تو

میرے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے، (سن) اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا، جا ایک مدتِ دراز تک مجھ سے الگ رہ۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان وہ بدنصیب بیٹا ہے جس نے اپنے باپ کو باپ کہنا پسند نہیں کیا بلکہ باپ کی شفقت آمیز صدا ﴿ يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكَافِرِيْنَ ﴾ (ہود :42) (بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہوجا کافروں کے ساتھ نہ رہ) کے جواب میں کہا تھا: ﴿ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴾ (ھود :43) اس نے کہا: میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آجاؤں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا، نوح علیہ السلام نے کہا: آج اللہ کے حکم (عذاب) سے کوئی بچانے والا نہیں ہے، صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ تعالی کا رحم ہوا، اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں ہوگیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی اپنے والدِ گرامی قدر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "يٰٓاَبَتِ" کے لفظ سے مخاطب کیا جب ان کے والدِ محترم نے ذبح ہونے کے متعلق ان کی رائے جاننی چاہی تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ (صآفّات :102) کہا: ابّا جان! آپ کو جو حکم ہوا اسے کر گذریئے، اللہ چاہے تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی جب اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو مخاطب کیا تو یہی لفظ "يٰٓاَبَتِ" سے کیا۔ ارشاد قرآنی ہے: ﴿ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سَاجِدِيْنَ ﴾ (یوسف :4) جب کہ یوسف نے اپنے باپ سے کہا: ابّا جان! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج چاند کو مجھے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ والد کو خطاب کرنے کے لئے پیارا سے پیارا جو لفظ ہے وہ قرآن کے بیان کے مطابق "يٰٓاَبَتِ" ابّا جان ہے، لیکن افسوس! آج کل کے فیشن زدہ مسلمانوں نے اس فطری سادگی سے منہ موڑتے ہوئے مغرب کے بے روح اور تکلفّات سے بھرے ہوئے الفاظوں سے اپنے باپوں کو مخاطب کرنا شروع کیا، پہلے "ڈیڈی، پاپا" کہنے لگے پھر اس کا مخفف "ڈیاڈ، پاپ" بنا ڈالا، کچھ لوگوں نے "ڈیڈ" کہنا شروع کیا جو انگریزی میں معنی کے لحاظ سے "مردہ یا لاش" کے لئے استعمال ہوتا، پتہ نہیں ان اولاد کی تمنّا کیا ہوتی ہے شاید وہ اپنے والد کو زندہ صحیح سلامت کے بجائے مردہ یا لاش کی شکل میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ کچھ باذوق یاروں نے تو باپ کو پاپ (گناہ، بدی) بنا دیا، ہوسکتا ہے کہ آئندہ مزید ترقی کرتے ہوئے باپ کو "پاپی" نہ کہنا شروع کردیں، ہم اس روشنیءطبع کو مسلمان معاشرہ کے لئے بلا تصور کرتے ہیں اور اکبرالہ آبادی کی زبان میں:

ہم ان تمام کتابوں کو قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ کر بچے اپنے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

ہم تمام امّت اسلامیہ کو چاہے وہ والدین ہوں یا اولاد، دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنے

آپ کو اس بے روح تہذیب ، بے رونق الفاظ کے خول سے باہر نکالیں ، اسلامی اقدار کو اور اس کے قابل فخر ورثہ کو زندہ کرنے کی کوشش کریں ،جس پر چل کر ہمارے اسلاف نے دنیا کو تہذیب وتمدن کے جوہر عطا کئے ،خود فلاح وکامیابی سے ہمکنار ہوئے اور اوروں کو عروج وسروری کے راز عطا کئے ،لیکن افسوس موجودہ مغرب زدہ مسلمانوں پر کہ وہ انہی کی اندھی تقلید کو معراج کمال سمجھ رہے ہیں :

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لئے

رشتہ داروں کے حقوق

قرابت داری کو شریعت میں '' صلہ رحمی ،، کہا گیا ہے یعنی یہ رحِم مادر کا رشتہ ہے جو خون اور پیدائش سے قائم ہوتا ہے، یہ رحم ، رحمان کے لفظ سے بنا ہے، یعنی اللہ نے اپنی صفتِ رحمت ورحمانیت سے اس رشتہ کو جوڑ رکھا ہے ۔فرمانِ باری ہے : ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ﴾ (النساء:1) اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری کا خیال کرو۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رشتہ داری کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

'' **أما ترضين أن أصل من وصلك ، وأقطع من قطعك** ،، (بخاری) کیا تو اس سے راضی نہیں ہے کہ جس نے تجھے ملایا میں اسے (جنّت سے) ملاؤں اور جس نے تجھے کاٹا میں اسے (جنّت سے) کاٹ دوں؟

قرابت داروں سے مراد وہ تمام رشتہ دار ہیں جو انسان سے نسب کی وجہ سے جُڑے ہوئے ہیں، چاہے وہ اس کے وارث ہوں یا نہ ہوں ۔

اولاد پر والدین کے بعد قرابت داروں کا حق ہے جس کا ادا کرنا فرض ہے .اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے: ﴿ واٰتِ ذَالْقُرْبٰى حَقَّهٗ ﴾ (بنی اسرائیل:۲٦) اور قرابت دار کو اس کا حق ادا کرو. ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ والدین اور قرابت داروں کے حق کو ذکر فرمایا ہے ۔فرمان تعالیٰ ہے : ﴿ وَاعْبُدُوْا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى ﴾ (النساء:36) اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ ، والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حُسن سلوک کرو۔

صلہ رحمی اسلام کے ان اوّلین اصولوں میں سے ایک ہے جس کا اعلان رسولِ کائنات ﷺ نے فاران کی چوٹیوں سے کیا .حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے ان کے زمانہء کُفر میں جب روم کے شہنشاہ ہرقل نے آپ ﷺ کی تعلیمات کے متعلق جب ان سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا:'' **يقول : أعبدوا الله وحده ، ولا تشركوا به شيئا ، واتركوا ما يقول آباؤكم ، ويأمرنا بالصلاة ، والصدق ، والعفاف ،والصلة** ،، (متفق علیہ) وہ کہتے ہیں کہ:'' صرف ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اپنے باپ دادا کے رسم ورواج کو چھوڑ دو، وہ ہمیں نماز ،سچّائی ، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں ،،۔ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے اعلان فرمایا:'' **لا يدخل الجنّة قاطع رحم** ،، (متفق علیہ) کہ رشتہ داری کو کاٹنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا ۔

انہی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اَجمعین نے صلہ رحمی کے طور پر اپنے قیمتی سرمایے قرابت داروں میں لُٹا دئے ، جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ لَنْ تَنَا

لُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران :92) جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک بھلائی (جنت) نہیں پا سکتے ۔
حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرا سب سے بہترین مال میرا کھجور کا باغ ''بیرحاء،، ہے، اور یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، میں اس کے اجر کا اللہ سے طالب ہوں، اسے آپ جہاں مناسب سمجھیں وہاں لگا دیں ۔آپ ﷺ نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اسے اپنے قرابت داروں میں تقسیم کر دیں.حضرت ابوطلحہ نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچیرے بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ (متفق علیہ)
اسلام نے کافر رشتہ داروں کے ساتھ بھی نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے .آپ ﷺ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو ان کی کافرہ ماں کی خاطر کرنے کا حکم دیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے انہیں تحفہ میں دی گئی ایک چادر کو اپنے مشرک بھائی کے لئے ہدیۃً مکہ روانہ کیا۔
لیکن افسوس کہ آج مسلمانوں کے تعلقات زیادہ تر اپنے رشتہ داروں سے ہی کشیدہ ہیں، یہ کشیدگی اکثر اوقات عداوت اور دشمنی بھی پیدا کر دیتی ہے جس کے نتیجے میں سازشیں، جھوٹ، دوغلا پن، حسد، بغض، کینہ، نفرت، جادو منتر اور دشمنی عام سی بات ہوگئی ہے، انسان غیر کو تو قریب کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا لیکن اپنوں کے سایے سے بھی بھاگنے کی کوشش کرتا ہے، اسی لئے کسی دل جلے نے کہا تھا

مجھے غیروں کا ہر اک ظلم گوارہ لیکن! مرے اللہ مجھے اپنوں سے بچائے رکھنا

اس صورت حال میں والدین سے التماس ہے کہ بچوں کے دلوں میں قرابت داروں کے خلاف نفرت ودشمنی پیدا کرنے کے بجائے ان کے سینوں میں صلہ رحمی

کی اہمیت کو راسخ کریں تا کہ بچے کے دلوں میں آئندہ چل کر رشتہ داروں کے لئے نفرت کے دھتوروں کے بجائے محبت وشفقت کے گلاب پیدا ہوں ۔

پڑوسیوں کے حقوق

قرابت دار کی طرح پڑوسی کا بھی بڑا حق ہے، کیونکہ یہ انسان کے زیرِ سایہ رہتا ہے، اسی کے ساتھ اس کا زیادہ تر آمنا سامنا، بیٹھنا اُٹھنا اور سلام ودعا ہوتی رہتی ہے:

حق میرا بھی ہے تجھ پر کہ میں تیرا پڑوسی ہوں
رہتا ہوں ترے گھر سے کچھ پاس کی سرحد پر

اسی لئے اسلام اور پیغمبرِ اسلام جناب محمد ﷺ نے مسلمانوں کو پڑوسی کے حقوق کی بڑی تاکید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاعْبُدُوْا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء: 36) اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، والدین، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، قرابت دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی اور پہلو کے پڑوسی اور مسافر اور اپنے غلاموں ولونڈیوں کے ساتھ حُسن سلوک کرو۔
اس آیت میں اللہ تعالی نے تین طرح کے پڑوسیوں کا تذکرہ فرمایا ہے:
1۔ رشتہ دار پڑوسی: یہ تین طرح سے حُسنِ سلوک کا حق دار ہے: 1) پڑوسی ہونے کی وجہ سے 2) قرابت داری کی وجہ سے۔3) مسلمان ہونے کی وجہ سے۔
2) اجنبی پڑوسی = جس سے آدمی کی کوئی رشتہ داری نہ ہو، اگر وہ مسلمان ہے تو

دوہرے حُسنِ سلوک کا مستحق ہے،1) مسلمان ہونے کے سبب۔2) پڑوسی ہونے کے ناطے۔

3) پہلو کا پڑوسی = ایسا پڑوسی جو ہر اچھے کام میں معاونت کرتا ہو۔ پڑوسی گرچہ غیر مسلم بھی کیوں نہ ہو اسلام نے اس کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اس معاملے میں مسلم وغیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں کی ہے۔

آپ ﷺ نے بے شمار احادیث میں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے.

1۔آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''**ما زال جبريل يوصيني بالجار حتّٰى ظننت أنّه سيورّثه** ،،(متفق علیہ) حضرت جبریل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ کہیں وہ پڑوسی کو میرا وارث نہ بنادیں۔

2۔**من كان يؤمن باللّٰه واليوم الآخر فليحسن جاره** (متفق علیہ) جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

3۔**واللّٰه لا يؤمن، واللّٰه لا يؤمن،قالوا من يا رسول اللّٰه ؟ قال : من لا يأمن جاره بوائقه**،،(بخاری) اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ،اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ کون ہے؟ فرمایا:''جس کے ظلم سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں،،۔

4۔**ما آمن بی من بات شبعان وجاره جائع إلى جنبه ، وهو يعلم** .(

الطبراني والبزّار بإسناد حسن) وہ مومن نہیں جو خود تو سیراب ہوکر رات گذارتا ہے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا ہے اور اسے اس کا علم بھی کہ میرا پڑوسی بھوکا ہے۔لیکن افسوس کہ آج معاشرہ میں پڑوسی کے حقوق کے متعلق سخت بے پرواہی برتی جارہی ہے،حقوق کی ادائیگی کا مرحلہ تو دور کا رہا بلکہ عداوت ودشمنی نہ ہو تو بھی بہت غنیمت ہے،نفرت ودشمنی کے لئے اب یہی چیز کافی ہوگئی کہ فلان فلاں کا پڑوسی ہے، عالمی پیمانے پر کسی بھی ملک کے اس کے ہم سایہ مما لک سے تعلقات شاید ہی اچھے ہوں -ایسے ماحول میں والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو پڑوسیوں کے حقوق کی تعلیم دیں، انہیں پڑوسیوں کی تعظیم وتکریم اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کی عملی تربیت دیں۔

مساکین کے حقوق

فقراء اور مساکین ہر معاشرے کا تقریبا لازمی جز وہیں، یہ وہ غریب اور محتاج لوگ ہیں جو اپنی ضرورت کے مطابق کمائی نہیں کر سکتے،جس کی وجہ سے دوسروں کی امداد وتعاون کے محتاج ہوتے ہیں .اسلام نے جہاں غرباء ومساکین کو عزّتِ نفس کا سبق دیا، وہیں اغنیاء اور مال داروں کو زکاۃ، خیرات،صدقات اور غرباء ومساکین کا حق ادا کرنے کی تلقین کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فقراء ومساکین کو کسبِ معاش کے لئے سخت محنت اور کامل جد وجہد کرنے کا حکم دیا اور ہاتھ کے ہنر سے روزی کمانے کو سب سے بہترین روزی قرار دیا.آپ ﷺ فرماتے ہیں:''**ما أكل أحد طعاما قط خيرا من أن يأكل من عمل يده ، وأن نبي اللّٰه داؤد** ﷺ **كان يأكل من عمل يده** ،،(رواه

البخاری) کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ بہتر روزی نہیں کھائی ہے ، اور اللہ
کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کمائی ہوئی روزی کھاتے تھے
۔جب کوئی چارہ کار باقی نہ رہ جائے تو حکم دیا کہ جنگل جا کر لکڑیاں ہی کاٹ لاؤ اور
اس سے حلال لقمے کھاؤ ،فرمانِ نبوی ﷺ ہے :'' لأن یأخذ أحدکم أحبله ثم
یأتی الجبل ، فیأتی بحزمة حطب علی ظهره فیبیعها فیکف اللّٰه بها
وجهه ، خیر له من أن یسأل الناس ، أعطوه أو منعوه ،،(رواہ البخاری) تم
میں سے کوئی اپنی رسیاں لے کر پہاڑ پر جائے ، وہاں سے لکڑیوں کا گھٹا اپنی پیٹھ پر
لاد کر لائے اور اسے فروخت کرے ، اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کے
چہرے کو ذلیل ہونے سے بچائے رکھے تو یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے
مانگتا پھرے ، چاہے لوگ اسے دیں یا نہ دیں ۔

نیز انہیں حکم دیا کہ اپنی حاجات کو بجائے انسانوں کے رب العالمین کی بارگاہ میں
پیش کریں :''من أصابته فاقة فأنزلها بالناس لم تسدّ فاقته ، ومن أنزلها
باللّٰه فیوشک اللّٰه له برزق عاجل أو آجل ،،(أبوداؤد ۔ترمذی) جسے فقر
وفاقہ لاحق ہوگیا اور اس نے اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کا فاقہ کبھی ختم
نہیں ہوگا .اور جس نے اپنے فاقہ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا تو امید ہے کہ اللہ
تعالیٰ اسے دیر یا سویر رزق عطا فرمائے گا ۔ کیونکہ بقولِ اکبر الٰہ آبادی :

خدا سے مانگ لے ، جو مانگنا ہو ، اے اکبر !
یہی وہ در ہے جہاں ذلّت نہیں سوال کے بعد

جو فقراء اپنی محتاجی دور کرنے کے لئے بھیک مانگنے پر اتر آتے ہیں انہیں اس مذموم

فعل سے باز رکھنے کی کوشش کی :'' الید العلیا خیر من الید السفلیٰ ، والید
العلیا هی المنفقة ، والسفلیٰ هی السائلة ،،(متفق علیہ) اونچا ہاتھ نیچے
ہاتھ سے بہتر ہے ، اونچے سے مراد دینے والا اور نیچے سے مراد مانگنے والا ہاتھ ہے
۔جن لوگوں نے گداگری کو بطورِ پیشہ اختیار کیا ہے انہیں آخرت میں سخت عذاب کی
خبر دیتے ہوئے فرمایا :'' من سأل الناس تکثّرًا فإنّما یسأل جمرًا ،
فلیستقلّ أو لیستکثر ،،(رواہ مسلم) جو لوگوں سے اپنے مال کو زیادہ کرنے کے
لئے مانگتا ہے ، وہ اپنے لئے (دوزخ کے) انگارے مانگتا ہے ، (اب اس کی مرضی
ہے) چاہے زیادہ مانگے یا کم ۔

امیروں پر زکاۃ کو فرض کیا اور اس میں سب سے پہلا حق فقراء اور مساکین کا رکھا .
فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ ﴾ (توبہ :
60) نیز کئی طرح کے کفّاروں مثلاً : ظہار ، قسم توڑنے ، حالتِ روزہ میں قصداً اجماع
وہم بستری وغیرہ میں مساکین کو کھانا کھلانا ، یا انہیں کپڑا پہنانا فرض کیا ۔ نیز نیک
لوگوں کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا : ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ
مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ﴾ (دہر : 8) کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین ، یتیم
اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ۔

یہی وہ روشن تعلیمات تھیں جن کی وجہ سے اسلام نے مالدار طبقہ کے دلوں سے مال
کی محبت کو کم کر کے ان میں ایثار وقربانی اور فقراء ومساکین اور محتاجوں کے لئے نرم
دلی اور محبت کے جذبات پیدا کئے ، رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ
منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد سینکڑوں مسلمانوں

نے بھی ہجرت کی ، یہ لوگ اپنی تجارتوں سے ہاتھ دھوکر ، تہی دست ہوکر مدینہ منورہ پہنچے تھے ،لیکن مدینہ کے انصار نے ان کے ساتھ ایثار واخوّت کا وہ مظاہرہ کیا جس سے بھی روشن مثالیں ایثار وخلوص کی تاریخ میں نہیں ملتیں ، انہوں نے نہ صرف اپنے مال دئے ، گھروں کو دوحصّوں میں بانٹ دیا ، اپنے کھیت اور نخلستانوں کے متعلق رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی :" **إقسم بيننا وبين إخواننا النخيل ، قال :لا، فقالوا تكفوننا المؤونة ، ونشرككم في الثمرة ، قالوا : سمعنا و أطعنا**،، (رواہ البخاری) آپ ﷺ ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان کھجور کے باغوں کو آدھا آدھا تقسیم کردیجئے ۔آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ۔پھر انہوں نے درخواست کی کہ :" مہاجرین کھیتی کے کاموں میں ہماری مدد کریں اور ہم آمدنی میں انہیں شریک کرلیں گے ،، مہاجرین نے کہا :" **سمعنا وأطعنا** ،،۔ یعنی ہم نے سنا اور اطاعت کی ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا جس انصاری صحابی کے ساتھ بھائی چارہ تھا ، ان کی دو بیویاں تھیں ، انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ، اپنے آدھے مال کو لینے کی پیشکش کے ساتھ یہ بھی درخواست کی کہ آپ ان دونوں کو دیکھ لیں ، ان میں سے جو پسند آجائے ، اشارہ کردینا ، میں طلاق دے دوں گا ، پھر عدّت گذرنے کے بعد آپ اس سے شادی کرلیں ۔لیکن حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا :" **بارک الله في أهلك ومالك ،ما لشيء من هذا في نفسي حاجة ، ولكن دلّوني على سوق لأعمل** ،، (بخاری) اللہ تعالیٰ آپ کے مال اور اہل میں برکت دے ، مجھے ان میں سے کسی بھی چیز کی حاجت

نہیں ہے بس آپ مجھے بازار کا راستہ بتادیں ، تاکہ وہاں میں کچھ کاروبار کروں ۔ جہاں پر آپ نے گھی اور پنیر فروخت کرنا شروع کیا ، چند ہی دنوں میں اپنی آمدنی سے شادی بھی کرلی اور چند سالوں میں مدینہ منورہ کے مالدارترین لوگوں میں آپ کا شمار ہونے لگا ، بجائے کسی سے مدد حاصل کرنے کے خود سینکڑوں مجبوروں اور محتاجوں کے معاون ومددگار بن گئے ، جب بھی اسلام اور مسلمانوں کو مال ودولت کی ضرورت پیش آئی تو اپنے خزانے کے دہانے کھول دئے ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نادار مسلمانوں کو اپنے عمل سے یہ پیغام دیا کہ وہ بجائے کسی محسن کے احسانوں پر پلنے کے، کسبِ معاش کے لئے تجارت اور جدوجہد کی راہ اپنائیں ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سارے دن کی کمائی فقراء ومساکین میں لٹادیتے اور رات کو جب گھر لوٹتے تو سوائے رات کے کھانے کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی تھی ۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رات میں مہمان کو گھر لے کر آتے ہیں ، گھر میں سوائے بچوں کے کھانے کے اور کوئی چیز باقی نہیں تھی ، بیوی کو حکم دیتے ہیں کہ بچوں کو بہلا کر سُلادو ، چراغ درست کرنے کے بہانے بجھادو ، میں مہمان کے ساتھ کھانا کھانے کی اداکاری کرتا ہوں ، تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھا سکے ۔ایک مہمان کو کھلانے کے لئے سارا گھر رات کو فاقہ سے گذار دیا ، جب آپ صبح رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا :" **لقد عجب الله من صنيعكما بضيفكما الليلة** ،، (متفق علیہ) اللہ تعالیٰ کو رات میں مہمان کے

ساتھ تمہارا سلوک پسند آ گیا۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ، غریب پروری کی وجہ سے امّ المساکین کے نام سے معروف تھیں ، آپ کی لونڈی برزہ بنت باتع بیان کرتی ہیں :

’’ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکومتی وظائف سے آپ کا حصّہ روانہ فرمایا ، جب بیت المال کا ہرکارہ مال لے کر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا :’’ اللہ عمر کو بخشے ! میری دوسری بہنیں (دیگر امّہات المؤمنین) مجھ سے زیادہ اس کی مستحق ہیں ،، عامل نے کہا :’’ یہ تمام مال صرف آپ کے لئے ہے ،، آپ نے فرمایا : سبحان اللہ ! اس مال کو یہاں رکھ دو اور اس پر ایک کپڑا ڈال دو ،، ۔آپ نے پھر مجھ سے کہا :’’ اس میں سے ایک ایک مٹھی بھر اٹھاتی جاؤ اور بنوفلان کو دے آؤ ، پھر بنوفلان کے یتیموں کو دے آؤ‘ پھر بنی فلان میں میرے رشتہ داروں کو دے آؤ ،، یہاں تک کہ آپ نے تمام مال تقسیم کر دیا ، کپڑے کے نیچے بس تھوڑا ہی مال باقی رہا ، میں نے کہا : ام المؤمنین ! اللہ تعالی آپ کو بخشے ! اس مال میں ہمارا بھی تو کچھ حق ہے ؟ فرمایا :’’ کپڑے کے نیچے جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے ،، جب میں نے کپڑا اٹھایا تو اس کے نیچے صرف 85 درہم باقی تھے ۔(ابن سعد)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے اپنے سالانہ وظیفے کے 80 ہزار سے زیادہ درہم ایک ہی دن میں فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا ، اپنے افطار کے لئے بھی اس میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں چھوڑا ۔(تربیۃ الأولاد فی الإسلام :282)

فقراء ومساکین کے متعلق اسلام کی یہ وہ عظیم تعلیمات ہیں جنھوں نے دنیا کے

سامنے ایثار وخلوص کے وہ معنوی رخسار پیش کئے جن سے زیادہ روشن اور زندہ حقیقتیں دنیا کے کسی بھی مذہب کی تاریخ میں نہیں مل سکتیں ۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی اولاد کی عملی تربیت انہی روشن خطوط پر کریں ، تاکہ اپنے اسلاف کی عظیم روایات کی حامل ایک نسل پھر سے دنیا کے سامنے منصہء شہود پر آ سکے ۔

اہلِ مغرب اور انسانی حقوق

مسلمانوں کے عملی طور پر دنیا کے اسٹیج سے ہٹ جانے کی وجہ سے ساری دنیا میں جو فساد ظاہر ہوا ، اس سے فقراء ومساکین سب سے زیادہ متأثر ہوئے ، یورپ اور امریکہ نے اگرچہ کہ اہلِ دنیا کی نظر میں دھول جھونکنے کے لئے انسانی حقوق کی کئی تنظیمیں بنائی ہیں ، لیکن درحقیقت یہ تمام ہاتھی کے دانت ہیں جو دکھانے کے اور اور چبانے کے اور ہیں ۔حقوقِ انسانی کی عالمی تنظیم’’ Eminesty Inter - nation ،، جو ساری دنیا میں حقوقِ انسانی کے لئے چیختی چلاّتی پھر رہی ہے ، افسوس کہ اسے افریقی ممالک کے ان ملینوں بچوں کی حمایت میں ایک لفظ تک کہنے کی توفیق نہیں ملی جو قلّت غذا کا شکار ہوکر راہی ملک عدم ہوئے ، ان مجبور وبے بس ماں باپ کو کھانے کا ایک لقمہ پہنچانے کی فرصت نہیں ملی جو بھوک کا شکار ہوکر اپنے ہی مردہ بچوں کی لاشوں کو کھا گئے ، وہ امریکہ اور یورپ جو انسانیت کے لئے مگر مچھ کے آنسو بہاتا ہے ، جو دنیا کے 80% وسائل وذرائع آمدنی سے مالا مال ہیں ، انہوں نے دنیا میں بھکمری ، غربت اور فقر وفاقہ کو برقرار رکھنے کے لئے لاکھوں ٹن اناج کو سمندر میں ڈبو دیا ، صرف اس لئے کہ غلّہ کی قیمت گرنے نہ پائے ۔ برازیل نے 1975 میں پچاس ملین ٹن گیہوں کے ذخیرے کو آگ لگا کر جلا دیا اور یورپی

ممالک کے مشترکہ غذائی مارکیٹ نے پچاس ملین ڈالر اپنی ضرورت سے زیادہ اناج اور زرعی پیداوار کی تباہی کے لئے مختص کیا، تاکہ ان کے پیداوار کی قیمت عالمی منڈی میں گرنے نہ پائے۔

جب کہ اسی سال ایشیاء اور افریقہ کے مختلف ممالک میں 20 تا 100 ملین انسان اناج کے ایک ایک دانے کو ترس رہے تھے اور 460 سے 1000 ملین لوگ قلّت غذا کی وجہ سے مختلف بیماریوں کا شکار بن چکے تھے۔ اس وقت کی غذا اور زراعت کی عالمی تنظیم نے اپنی ایک رپورٹ میں ہر ہفتہ تیس لاکھ لوگوں کے بھوک سے مرنے کا خدشہ ظاہر کیا تھا۔ اور آج بھی امریکہ کے کسان، گوشت کے عالمی مارکیٹ میں اپنے برآمد گوشت کی قیمت برقرار رکھنے کے لئے، ہر سال لاکھوں کی تعداد میں بیل قتل کرکے زمین میں دفن کردیتے ہیں۔ (شخصیۃ المسلم کما یضوغھا الإسلام فی الکتاب والسنّۃ: دکتور محمد علي الهاشمي)

لیکن بھوک کی وجہ سے چوہے بلّیوں کو کھاجانے والے انسانوں تک گوشت کا ایک ٹکڑا پہنچانے کی انہیں توفیق نہیں ملتی۔ جہاں پر غذا رسانی کا کچھ کام عیسائی مشنریاں انجام دے رہی ہیں، ان بھوکوں پیاسوں سے ہمدردی یا محبت کی بنا پر نہیں، بلکہ اس امداد وتعاون کے پردہ میں عیسائیت کے پرچار، اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے اہم مقصد سے سرانجام دے رہی ہیں:

بے خودی، بے سبب نہیں غالبؔ　　　کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ایسے ماحول میں اسلامی، بالخصوص پٹرول کی دولت سے مالا مال عرب ممالک کے لئے اچھا موقعہ ہے کہ اسلام کے درخشندہ احکام پر عمل کرتے ہوئے ان مجبوروں،

مقہوروں، بھوکوں، ننگوں تک پہنچیں اور انہیں، غذا، لباس کے ساتھ ساتھ دینِ حق کا بھی پیغام پہنچائیں، تاکہ بھوک و پیاس سے سسکتی ہوئی انسانیت کو جسم کے ساتھ ساتھ روح کی بھی غذا مل جائے، اور اس کے بدلے میں یہ رب رحمان ورحیم کی رحمتیں سے مالا مال ہوجائیں۔ بقولِ رسالت مآب ﷺ: ’’ **لأن یھدی بک اللّٰہ رجلا واحدا خیر لک من حمر النعم** ،، (متفق علیہ) اگر اللہ تعالی نے آپ کی وجہ سے کسی انسان کو ہدایت عطا فرمائی تو یہ تمہارے حق میں سُرخ اونٹوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

معمارِ حرم باز بتعمیرِ جہاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

علم کی اہمیت

علم کی فضیلت میں بے شمار آیات واحادیث آئی ہوئی ہیں ،آپ ﷺ نے علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض قرار دیا۔فرمانِ نبوی ہے:'' **طلب العلم فريضة على كلّ مسلم** ،،(رواہ البخاری)علم صرف سرٹیفکٹ کے حصول کا نام نہیں بلکہ علم وہ ہے جو انسان کے دل میں اللہ تعالی کی خشیّت اور تقوی پیدا کرے۔جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾(فاطر:28)

طلبِ علم کا سلسلہ ماں کی گود سے لے کر گور(قبر)تک جاری رہتا ہے اور علم مطالعہ اور متابعت سے بڑھتا اور زندہ ہوتا ہے،مطالعہ اور کتب بینی اور علم اور اہلِ علم کی صحبت چھوڑ دینے سے ختم ہوجاتا ہے اور علم کے سوتے خشک ہوجاتے ہیں۔انسان کو ہمیشہ زیادتیءعلم کے لئے کوشاں رہنا چاہیئے،اسی لئے اللہ تعالی نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ دعا سکھلائی:﴿وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾(زمر:9)آپ فرماتے رہیں :اے میرے رب! میرے علم میں زیادتی فرما۔

اسلاف کرام اپنی علمی عظمت اور جلالتِ شان کے باوجود زندگی کی آخری سانس تک اس مقدس شغل کو جاری رکھا۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:'' **لا ينبغي لأحد يكون عنده العلم أن يترك التعلّم** ،،جس شخص کے پاس علم ہے اسے علم سیکھنا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

امام ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ:''انسان کو کب تک علم حاصل کرنا چاہیئے؟،،اس عالی ظرف نے جواب دیا:'' **ما دامت الحياة تحسن به** ،،جب

تک وہ تندرستی وتوانائی سے بہرہ ور رہے۔

امام اِبن عبدالبرّ رحمۃ اللہ علیہ،اِبن أبي غسّان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں :'' **لاتزال عالما ما كنت متعلّما ، فإذا استغنيت كنت جاهلا** ،،جب تک تم علم کے حصول میں سرگردان ہو عالم رہوگے،جب تم علم سے مستغنی ہوگئے تو جاہل بن جاؤگے۔

اِمام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:'' **من أحوج النّاس إلى طلب العلم ؟ قال :" أعلمهم ،، قيل : لماذا ؟ قال :" لأنّ الخطأ منه أقبح ،،** ۔لوگوں میں علم کے حصول کا سب سے زیادہ ضرورت مند کون ہے؟ آپ نے فرمایا:''ان کا سب سے بڑا عالم؟،،پوچھا: کیوں؟ فرمایا:''اس لئے کہ ایسا شخص کوئی غلطی کرتا ہے تو یہ سب سے زیادہ بُری بات ہے،،۔

اس لئے بچوں کو ہمیشہ علم کے حصول کے لئے مسلسل جدوجہد کرنا چاہیئے۔

استاد کا ادب واحترام

والدین ہی کی طرح بچوں پر جن جن کا احسان ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ اہم اساتذہ اور شیوخ ہیں جن کے سامنے بچے زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہیں،ان سے علم وادب،اخلاق وکردار سیکھتے ہیں،انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام فی الحقیقت انسانیت کے معلم تھے،اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' **إنّما بعثت معلّما** ،،میں تو معلّم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔اس سے معلوم ہوا کہ انسانیت کی رہنمائی وہ عظیم فریضہ ہے جس کا کہ حضراتِ انبیاء کو مکلّف کیا گیا تھا،اسی لئے جس طرح انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا اس حیثیت سے تقدس مانا ہوا ہے کہ وہ انسانیت کے ہادی اور رہنما تھے،

بالکل اسی طرح اساتذہ کرام بھی قابلِ تعظیم وتکریم ہیں کہ وہ ایک نسل کی زندگی کی رہنمائی کرتے ہیں ،اسی لئے معلّم انسانیت ﷺ کا فرمان ہے : **عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :" تعلّموا العلم ، وتعلّموا للعلم السكينة والوقار ، وتواضعوا لمن تتعلّمون منه ،، (رواه الطبرانی فی الأوسط)** علم سیکھواورعلم کے لئے سکینت اور وقار سیکھو،اورجن سے تم علم سیکھتے ہو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔

اولاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کرام کا ادب ولحاظ کریں ، ان سے تواضع وانکساری کا معاملہ کریں ، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :" **لا ينال العلم إلاّ بالتواضع ، وإلقاء السمع** ،،علم عاجزی اورکامل توجہ سے ہی حاصل ہوتا ہے ،متکبر شخص کبھی علم حاصل نہیں کرسکتا ، اس لئے اولاد کواپنے اساتذہ کی خدمت کرنا ، ان کے مشوروں پراس طرح عمل کرنا چاہئے جیسا کہ مریض ڈاکٹر کے مشوروں پر عمل پیرا ہوتا ہے ، ہمیشہ ان کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے سعی کریں ، کیونکہ استاد کے لئے تذلّل ،تلامذہ کے لئے عزّت ،اس کے لئے خاکساری ان کے لئے فخر اوراس کے لئے تواضع ان کی رفعت کا باعث ہے ۔

استاد کا غصّہ بھی صبر سے برداشت کریں ، إمام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :" إمام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا گیا :" آپ سے حدیث پڑھنے کے لئے لوگ دنیا کے چپّے چپّے سے آتے ہیں ،آپ ان پرغصّہ کرتے ہیں ، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ سے روٹھ کر چھوڑ کر چلے نہ جائیں ،،۔آپ نے اس کہنے والے سے فرمایا :" **هم حمقٰی إذا هم تركوا ما ينفعهم لسوء خلقی** ،، جب تو وہ نادان لوگ

ہیں ،اگر وہ میرے برے سلوک کی وجہ سے اس چیز کو چھوڑ کر مجھ سے چلے جائیں جو انہیں فائدہ پہنچاتی ہے ۔

1- اسلاف اپنے اساتذہ کرام کا بے حد ادب واحترام کیا کرتے تھے ،حبر الأمت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی جلالتِ شان کے باوجود حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی سواری کی رکاب تھامے ہوئے چلتے اور فرماتے :" **هكذا أمرنا أن نفعل بعلمائنا** ،،ہمیں اسی طرح اپنے علماء کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔

2- إمام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ ، اپنے استاذ خلف الأحمر رحمہ اللہ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھتے اور فرماتے :" **لا أقعد إلاّ بين يديک ، أمرنا أن نتواضع لمن نتعلم منه** ،، میں اس طرح دوزانو ہوکر آپ کے ہی سامنے بیٹھوں گا ، کیونکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جن سے ہم نے علم حاصل کیا ان سے انکساری سے پیش آئیں ۔(**تربية الأولاد فی الإسلام للشيخ عبد الله ناصح علوان : 401**)

حالانکہ یہ وہی إمام اہلِ سنّت ہیں جب بادشاہوں کے دربار میں (بدرجہء مجبوری) جاتے تو پیر پھیلا کر بیٹھتے ، ایک مرتبہ خلیفہ متوکل نے خدمت میں سیم وزر سے بھری ہوئی تھیلی پیش کی ،عرض گذار ہوا کہ قبول فرمالیں ،تو جواب دیا : جو بادشاہوں کے دربار میں پیر پھیلاتا ہے وہ کبھی ہاتھ نہیں پھیلاتا ۔(علمائے سلف : از مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی)

3- أمیر المؤمنین فی الحدیث حضرت إمام بخاری رحمہ اللہ ،حضرت إمام مسلم رحمہ اللہ کے استاذِ محترم تھے ، جب آپ نیشاپور پہنچے تو إمام مسلم رحمہ اللہ نے امراء

وروساء اور علماء شہر کے ساتھ باہر نکل کر آپ کا پر تپاک والہانہ استقبال کیا اور فرطِ عقیدت سے فرمایا: ''**دعني أقبّل رجلك**،، اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں آپ کے قدم چوم لوں ۔ (اختلاف کے باوجود : از علامہ شبلی نعمانی ، مطبوعہ : الجمعیت دہلی فائل ۱۴ مئی 1972)

4- اِمام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں اِمام مالک رحمہ اللہ کے سامنے پرانی کتاب کے پرانے صفحے آہستگی سے الٹتا تھا اس ڈر سے کہ اس کی آواز اِمام مالک رحمہ اللہ نہ سن لیں ۔

5- اِمام ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! مجھ پر اِمام شافعی رحمہ اللہ کی ہیبت کا عالم یہ تھا کہ ان کی موجودگی میں، میں پانی پینے کی جسارت نہیں کرسکتا تھا،،۔

6- علاّمہ شبلیؒ نے ''المامون،، میں ابن خلکان، تذکرہء فرّاء، کے حوالے سے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون کے دو بچے امام فرّاء نحوی سے تعلیم پاتے تھے، ایک بار وہ کسی کام کے لئے مسندِ تدریس سے اٹھے، دونوں شہزادے دوڑے کہ جوتیاں سیدھی کرکے آگے رکھ دیں، چونکہ دونوں ساتھ پہنچ گئے تھے، اس لئے پہلے تو جھگڑا ہوا پھر خود ہی طے کرکے ہر ایک نے ایک ایک جوتی سامنے لاکر رکھی ۔ مامون نے ایک ایک چیز پر پرچہ نویس مقرر کر رکھے تھے، اس واقعے کو بھی پرچہ نویسوں نے پہنچایا، مامون کو جب اطلاع ہوئی تو فراء بڑی شان سے دربار میں طلب ہوئے ، مامون نے فرّاء سے کہا: ''سب سے معزّز کون ہے؟ فرّاء نے جواب دیا: ''امیر المؤمنین ،،۔مامون نے کہا: ''سب سے زیادہ معزز وہ ہے جس کی جوتیاں سیدھی کرنے پر امیر المؤمنین کے لختِ جگر آپس میں جھگڑا کریں،،۔ پھر خلیفہ مامون نے اہلِ دربار کو

واقعہ سنایا اور استاذ وشہزادگان کو علی قدر مراتب انعام دیا ۔(العلم والعلماء : از خطیب الاِسلام مولانا عبدالرؤف جھنڈا نگری رحمہ اللہ)

7- امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (متوفی ٦٠٦ھ) اپنے وقت کے بہت بڑے امام، مفسّر اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، اپنے عہد کے معقولات اور علمِ کلام کے امام تھے، اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنے عہد میں وہ عزّت اور شہرت عطا فرمائی تھی کہ جس شہر اور علاقے کا رُخ فرماتے حصولِ علم کے لئے ہزاروں کی تعداد میں علماء اور طلباء پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑتے، آپ سے حصولِ علم کی نسبت کو اپنے لئے فخر جانتے تھے، جب آپ خراسان کے مشہور شہر ''مَرْوَ،، تشریف لائے تو طلباء کی ایک بڑی جماعت علمی استفادہ کیلئے خدمت میں آئی، انہیں میں ایک نوعمر لڑکا، عزیز الدین اسماعیل بن الحسن المروزی الحسینی نامی تھا، جس کی عمر بیس سال سے زیادہ نہیں تھی، لیکن علم انساب کا ماہر تھا، جب آپ کو اس لڑکے کی اس علم میں مہارت کا پتہ چلا تو آپ نے اس لڑکے سے گذارش کی کہ وہ یہ علم انہیں سکھادے کیونکہ آپ اس علم میں ماہر نہیں تھے، آپ نے اس لڑکے کو استاذ کی جگہ بٹھایا اور خود اس کے آگے شاگرد کی طرح باادب ہوکر بیٹھ گئے حالانکہ آپ اس وقت اپنی امامت، جلالتِ علمی اور شہرت کی انتہائی بلندیوں پر فائز تھے لیکن اس شہرت اور امامت کے باوجود ایک نوعمر استاد کے آگے زانوئے تلمّذ تہ کرتے ہوئے کسی علمی غرور کا شکار نہیں ہوئے، بلکہ یہ واقعہ آپ کی علمی رفعت کا ایک اور سبب بن گیا جس سے آپ کی سیرت میں چار چاند لگ گئے ۔ اس واقعے کا تذکرہ مشہور مؤرخ یاقوت حموی نے اپنی مشہور کتاب معجم الأدباء عزیز الدین اسماعیل بن الحسن المروزی الحسینی کے تذکرے میں کیا

ہے۔

8-اساتذہ ءکرام نے اپنے شاگردوں کو چاہے وہ وقت کے شہنشاہ بھی کیوں نہ ہوں ،ان میں کوئی کجی یا خامی دیکھی تو بالکل اسی طرح ڈانٹ دیا جس طرح ایک مشفق باپ اپنے بیٹے کی کسی کوتاہی پر سرزنش کرتا ہے ، ہندوستانی سلاطین میں محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ بادشاہ ہے جس نے افغانستان سے برما اور تبّت سے کنیا کماری تک بلا شرکتِ غیرے تقریبًا پچاس سال تک حکمرانی کی ،سلطانی سے پہلے عالمگیر کی زندگی ایسی ہی رنگین ہوا کرتی تھی جو مغل شہزادوں کا خاصّہ تھی ، ابھی اس میں مذہبی تقشّف وزہد کا دور دور تک بھی کوئی نشان نہ تھا ،لیکن استاذ کی ایک بات نے اس کی زندگی میں انقلاب پیدا کردیا ، جوکل تک رنگینیوں میں اپنی مثال آپ تھا ،اس واقعہ نے اسے متقی وپرہیز گار ، عابد وزاہد ، بلکہ تہجد گذار وعابدِ شب زندہ دار بنادیا۔

1658ء میں جب یہ ہندوستان کا بادشاہ بنا تو اس کے استاذ ،علاّمہ جیون رحمہ اللہ مصنّف نورالأنوار ،کو پتہ چلا میرا شاگرد ہندوستان کا بادشاہ بنا ہے ،انھوں نے اپنی بیگم سے کہہ کر بادشاہ کے لئے خصوصیت سے باجرے کے گلگلے پکائے اور آگرہ کے لئے روانہ ہوئے ، بادشاہ کے محل میں اس کے مہمان بنے ، عالمگیر کو بڑی محبت وشفقت سے اپنے گھر سے لائے ہوئے گُلگُلے پیش کئے ، بادشاہ نے ایک گلگلا منہ میں کیا رکھا کہ زور کی اُبکائی آئی ، بادشاہ کی اس نزاکت کو دیکھتے ہوئے علاّمہ جیون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بادشاہ سلامت ! حرام کے لقمے کھا کھا کر شاید آپ کو حلال کا لقمہ حلق سے نہیں اتر رہا ہے،،۔

استاد کی اس ایک بات نے اورنگ زیب کی زندگی میں انقلاب برپا کردیا ،اس کے بعد کی ساری زندگی اس نے اپنے ہاتھ کی کمائی ،یعنی ٹوپیوں کی سلائی اور قرآنِ مجید کی کتابت سے حاصل ہونے والی آمدنی پر گذاردی ،گھوڑے کی پیٹھ پر پچاس سال تک حکمرانی کرنے والے اس عظیم الشان فرمانروا نے مرنے سے پہلے یہ وصیّت کی کہ میرے کفن دفن کے لئے بھی عوامی خزانہ سے پھوٹی کوڑی بھی نہ لی جائے بلکہ میری اپنی ذاتی کمائی سے سفرآخرت کے سارے انتظامات کئے جائیں ۔(اورنگ زیب ایک عظیم حکمران : ازمسٹرمہاویر تیاگی ،سابق وزیرمحنت ہند)

طلبِ علم کے آداب

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ طلبِ علم کے آداب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :1) طالب علم کی نیت کا صحیح ہونا ۔2) استاد کا ایک ایک حرف کمال توجہ سے سننا ۔3) اس کے بعد خوب غور وخوض سے مضامین کا دل میں اتارنا ۔4) اس کے بعد اس کا محفوظ کرلینا ۔5) اس کے اپنے شاگردوں میں اس کا پھیلانا ۔6) دیندار ہونا ۔8) جھوٹ کبھی نہ بولنا ۔8) گناہ اور بدی کے قریب نہ جانا ، کیونکہ علماء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان سیّ الحفظ ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ نے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت اپنے استاذ امام وکیعؒ سے کی ، تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو ہر قسم کے فسق وفجور سے پاک کرلو ،اس لئے کہ علم اللہ تعالی کا نور ہے اور نورالہی کسی بدعمل اور نافرمان کونہیں دیا جاتا۔جیسا کہ خود فرماتے ہیں :

شکوت إلی وکیع بسوء حفظی　　　فأوصانی إلی ترک المعاصی

لأنّ العلم نور من إلهٍ ونور الله لا يعطى للعاصی

(**إتحاف النبلاء بحواله** : العلم والعلماء : از خطیب الإسلام مولانا عبد الرؤف جھنڈانگری رحمہ اللہ)

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ اپنے استاذ کو کبھی آزار نہ پہنچائے ، اپنے عمل ، اپنی زبان اور اپنے اعضاء کے حرکات وسکنات سے کسی طرح استاذ کو رنجیدہ نہ کرے ، امام طاؤسؒ یمنی فرماتے ہیں: ''**من السنّة أن یوقر العالم لقوله ﷺ** '' **لیس منّا من لم یوقر کبیرنا ، ولا شکّ أنه بمنزلة الوالد وإجلاله من إجلال العلم** ،، (فتح المغیث :۳۲۴) یعنی عالمِ دین کی تعظیم وتوقیر سنّتِ نبوی سے ثابت ہے ، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے : '' جو ہمارے بزرگ کی تعظیم نہیں کرتا وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہے ،، اس لئے کہ عالم بمنزلہء والد کے ہے اور اس کی تعظیم خود علم کی تعظیم ہے ۔

استاد کی بددعا

استاذ کی بددعا بلکہ اندیشہ بھی طالب علم کی زندگی کو برباد کردیتا ہے خطیب الإسلام حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب جھنڈانگری رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''العلم والعلماء،، میں لکھتے ہیں :

'' سلطان محمد خان پادری ،، اپنے رسالہ '' میں مسیحی کیوں ہوا ؟ ،، میں ضمنی طور پر ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ '' میں ابتداء ہی سے تحقیق کی طلب میں تھا ، چنانچہ میں برابر انجیل وغیرہ کا مطالعہ کرتا رہا ، اس وقت میں مدرسہ فتح پوری میں پڑھتا تھا ، ایک رات میرے کابلی استاذ ٹہلتے ٹہلتے میرے کمرے میں آئے اور فارسی زبان میں کہا '' ترسم

کہ عیسائی نہ شوی ،، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم عیسائی نہ ہوجاؤ ، میں نے فارسی ہی میں جواب دیا کہ آپ ایسا کیوں کہتے ہیں ، میری طرف ایسی نسبت نہ کیجئے ،، لیکن چند سال بعد اس تجربہ کار استاد کا مقولہ حرف بحرف سچّا ثابت ہوا کیونکہ وہ عیسائی ہوگئے ۔

شمس الأئمہ حلوائیؒ کسی ضرورت سے بخارا سے نکل کر بعض دیہات میں گئے ہوئے تھے ، آپ کے تمام تلامذہ نے آکر آپ سے ملاقات کی ، مگر قاضی ابوبکر نہ آسکے تو جس وقت ان سے شمس الأئمہ حلوائیؒ کی ملاقات ہوئی تو پوچھا: '' تم کیوں نہیں آئے ،، کہا: '' میں والدہ ماجدہ کی خدمت میں مشغول تھا اس لئے نہ آسکا .،، تو فرمایا: '' دیکھ ! تجھے عمر تو بہت دی جائے گی ، مگر درس کی رونق سے محروم رہے گا ،، چنانچہ ایسا ہی ہوا ان کو کبھی درس دینے کا اتفاق نہ ہوا ۔ اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے : ''**من تأذّی منه أستاذه یحرم برکة العلم** ،، جس طالب علم سے اس کا استاذ تکلیف اٹھاتا ہے ایسا شخص ، علم کی برکت اور اس کے انتفاع سے محروم رہے گا ۔ (حوالہء مذکور:69)

عصری تعلیم اور اس کے نتائج

شاگردوں پر اساتذہ کی شفقت اور تلامذہ کا اپنے اساتذہ کے لئے احترام اور تعظیم ،اب دورِ رفتہ کی داستانیں اور خواب کی باتیں ہوچکی ہیں ، انگریزی اور عصری تعلیم نے ماضی کی تمام عظیم روایات کی تار و پود اس طرح بکھر کر رکھ دیا ہے کہ نہ اب استاد ، استاد رہا اور نہ شاگرد ، شاگرد ۔عصری تعلیم نے تعلیم کو ایک نفع بخش تجارت بنادیا ہے ، جس میں طالب علم ایک مخصوص رقم ادا کرکے کالج اور یونیورسٹی سے تعلیم خریدتا

ہے اور اساتذہ بھی طلبِ روزگار کے طور پر طلباء کے سامنے اپنا لیکچر پڑھ کر رخصت ہوجاتے ہیں۔

ہندوستان میں سب سے پہلے مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کے لئے شعور بیدار کرنے والے سرسیّد احمد خان مرحوم بانی ''مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،، تھے، آپ نے انتہائی نا مساعد حالات اور مخالفتوں کے طوفان میں ''محمڈن کالج،، کی بنیاد ڈالی، سر سیّد مرحوم کا خلوص مسلم قوم کے لئے کسی بھی شک وشبہ سے بالا تر ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب ایک قوم کسی زبان کو سیکھنے کے لئے اٹھتی ہے تو وہ اس قوم کے عادات واخلاق سے متأثر ہوجاتی ہے جو اس زبان کی حامل ہے، اور اس طرح وہ تقدّس جواب تک اساتذہ وطلباء کے درمیان دینی نصابِ تعلیم کی وجہ سے قائم تھا وہ جلد ہی پارہ پارہ ہوگیا، خود سرسیّد مرحوم نے بھی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرلیا۔ چنانچہ جناب ذاکر علی خان صاحب ''روایاتِ علی گڈھ،، میں لکھتے ہیں :

''جمیل خان صاحب فرماتے ہیں :'' ایک شام ہم تمام مسجد کے عقب میں واقع کرکٹ گراونڈ میں حسبِ معمول کرکٹ کھیلنے میں ایسے مصروف تھے کہ مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا لیکن اس کے باوجود ہوسٹل کا رُخ کرنے کے ہم کھیل میں مدہوش رہے .اتنے میں نظر پڑی تو دیکھا حضرت سرسیّد خراماں خراماں مغرب کی نماز کے لئے مسجد کی طرف آرہے ہیں .یہ دیکھ کر گھبراہٹ میں اور کچھ نہ سُوجھا تو کپتان صاحب نے کہا'' بھائیو صفیں باندھ لو اور نماز کے لئے کھڑے ہوجاؤ تاکہ یہ خطرہ ٹل جائے،، چنانچہ فوراً ہی کپتان صاحب کی امامت میں سب کھلاڑی مقتدی بن کر نمازِ باجماعت میں مصروف ہوگئے ، رکوع ہوا سجدہ کیا جو کچھ زیادہ طول پکڑ گیا ، لیکن

بجائے'' اللہ اکبر ،، کہنے کے سجدے میں سر رکھے رکھے امام صاحب نے بآوازِ بلند دریافت کیا :'' بھائیو کیا بُڑھا چلا گیا ؟،، مقتدیوں کی طرف سے جواب نہ آنے پر امام صاحب نے سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھتے ہیں کہ سجدہ ریز مقتدیوں میں بڈھا بھی شامل ہے ، لیکن بے باکی کے ایسے مظاہرے کے بعد بھی بابائے ملّت نے مشفقانہ عفو ودرگذر سے کام لے کر مسجد کی راہ لی۔ (روایاتِ علی گڈھ :ص 10)

سرسیّد مرحوم کے زمانے میں بے باکی کی یہ ابتداء تھی ، اور آج وہی ''مسلم یونیورسٹی ،، غنڈہ گردی ، سیاست بازی ، علاقائی کشمکش اور پروفیسروں اور غیر سماجی عناصر کی آپسی چپقلش کی نذر ہو کر لڑائی اور جھگڑے کا میدان بن چکی ہے ، آئے دن کی ہڑتالوں نے تعلیم کا جنازہ نکال دیا ہے ، اور یہی حال ہندوستان کی باقی یونیورسٹیوں کا ہے .

موجودہ دور میں عصری مدارس میں اساتذہ کا ادب ، احترام خواب کی باتیں بن کر رہ گئی ہیں ، یہاں تو اساتذہ کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو طلباء کے ہاتھوں پٹنے سے محفوظ ہوں ، کسی استاد کا اپنے طلباء سے محفوظ ہوجانا ہی اس کی عزّت ووقار کی سب سے بڑی دلیل سمجھی جاتی ہے . نہ یہاں ابن فرّاء نحوی جیسے استاد ہیں نہ مامون الرشید کے شہزادوں جیسے شاگرد ، نہ علاّمہ جیون جیسے اساتذہ ہیں نہ اورنگ زیب عالمگیر جیسے شاگرد . یہاں استاد وشاگرد باروں میں بیٹھے شراب کے جام ایک دوسرے سے ٹکرا کر پیتے ہوئے ملیں گے ، طلباء کے غول اپنے ہی پروفیسر کی پٹائی کرتے ہوئے بلکہ اپنی ہی لیڈی پروفیسر کی آبرو ریزی کرتے ہوئے نظر آئیں گے . غرضیکہ موجودہ کالج اور یونیورسٹیاں انسانیت کے مذبح خانے بن چکے ہیں

جہاں بچے زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوکر شریف انسان بننے کے بجائے، جرائم پیشہ، گُستاخ اور خوبیء کردار سے کورے ہوکر نکلتے ہیں، (إلاّ ما شاء الله)۔ یہاں علم اخلاق کے لئے نہیں بلکہ ملازمت کے لئے پڑھایا جاتا ہے اور جو فارغ التحصیل ہورہے ہیں ان کی نظر ''پلیٹ اور پاکٹ'' کے علاوہ اور کسی چیز پر نہیں، کتنے ایسے بچے ہیں جب انہوں نے انگریزی تعلیم حاصل کرلی اور کچھ کمانے کھانے کے لائق ہوئے تو اپنے والدین کو بھی پہچاننے سے انکار کردیا، بلکہ ایک صاحب سے جب ان کے باپ کے تعلق سے دریافت کیا گیا: Who is He? تو انہوں نے بڑی ہی بے شرمی سے جواب دیا: This Is My Butler ''یہ میرے باورچی ہیں'' کہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہر انگریزی پڑھا لکھا شخص ایسا ہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عصری سکول وکالج بچوں کی تعمیر وترقّی سے زیادہ تخریب و بگاڑ میں ایک اہم کردار ادا کررہے ہیں، اس لئے والدین کو چاہیئے کہ اپنی اولاد کو گھر میں ہی دین اور اخلاق کی بہترین تعلیم دیں، ان کے دلوں میں اساتذہ کی تعظیم، انسانیت کا احترام، اسلام کی حقّانیت اور ایمان کی محبت اس طرح راسخ کردیں کہ کسی بھی موڑ پر دین اور اخلاق کا سررشتہ ان کے ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ بقول اکبر الہ آبادی:

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو
جائز ہے، غباروں میں اڑو، چرخ پہ جھولو
لیکن ایک بات بندہ اکبر کی رہے یاد
اللہ کو، اور اپنی حقیقت کو، نہ بھولو

بالخصوص لڑکیوں کے تعلق سے والدین کو انتہائی چوکنّا رہنے کی ضرورت ہے کہ انہیں

جہاں تک ہوسکے گرلس کالجز میں ہی داخلہ دلایا جائے، ایسے کالجوں سے گریز کیا جائے جہاں مخلوط تعلیم ہوتی ہے، اس کے ساتھ ہی لڑکیوں کی نگرانی کی جائے، انہیں اپنے کسی محرم کے ساتھ اسکول اور کالج بھیجا جائے، اسی طرح انہیں وہاں سے لانے کا بھی بندوبست ہو، ان کے تمام کاموں کا سخت محاسبہ کیا جائے تاکہ کالج کے غیر اخلاقی ماحول اور اس سے پنپنے والی برائیوں سے انہیں محفوظ رکھا جاسکے۔

کتنے والدین ایسے ہیں کہ وہ اپنی بچیوں کو کالج میں داخلہ دلاکر مطمئن ہوجاتے ہیں اور یہ تصوّر کرلیتے ہیں کہ ہماری بچی کالج میں نہایت ہی محنت سے تعلیم حاصل کررہی ہے، بسا اوقات وہ یہ زحمت ہی گوارہ نہیں کرتے کہ کیا واقعی ہماری بچی ہمارے مستقبل کے خوابوں کو پورا کررہی ہے؟ اس بے توجہی کے بڑے بھیانک نتائج نکلتے ہیں، کئی بچیاں گھر سے تو کالج کے لئے نکلتی ہیں لیکن کالج سے اپنے کسی ''دوست لڑکے'' کے ساتھ نکل جاتی ہیں، یا غیر سماجی اور بداخلاق لڑکوں کی ہوس کا شکار ہوکر اپنے آپ کو تباہ کرلیتی ہیں جیسے کہ آپ نے پچھلے واقعات میں پڑھا۔ والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر کے نوجوان ڈرائیور کے ساتھ اپنی بچیوں کو کالج نہ روانہ کریں، ٹیوشن کے لئے کسی لیڈی ٹیوٹر کا بندوبست کریں، اگر بدقسمتی سے اس کا بندوبست نہ ہوتو یا تو ٹیوشن ہی ختم کردیں یا بدرجہء مجبوری مرد ٹیوٹر ہی رکھنا پڑے تو ٹیوٹر سے تنہا ہونے کا موقع نہ دیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تنہائی میں وہ رسم وراہ بڑھالیں اور پھر نتیجہ میں سارے خاندان کے لئے ذلّت ورُسوائی کا ایک انمٹ داغ بن جائیں، کھاتے پیتے خوشحال خاندان میں سینکڑوں ایسے واقعات والدین کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔

عربی مدارس اوران کا کردار

ساری دنیا میں بالعموم اور بالخصوص ہندوستان میں کالج اور یونیورسٹی کا جو ماحول ہے اس سے ہر ذی ہوش انسان واقف ہے، مسلمانوں کے لئے مخصوص کوئی یونیورسٹی نہیں ، دو چار یونیورسٹیاں جو اقلیتوں یا دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کے لئے مخصوص تھیں ،حکومت کی نظرِ کرم سے ان کا اقلیتی کردار ایک مدّت پہلے ہی ختم کردیا گیا ہے، اب ہندوستان میں کوئی ایسی یونیورسٹی نہیں جو مسلمانوں کے لئے مخصوص ہو جس میں مسلمان اپنی طرزِ معاشرت، دین اور ثقافت پر عمل کرتے ہوئے تعلیم حاصل کریں ، ایسے حالات میں عربی مدارس غیر سرکاری طور پر وہ کام انجام دے رہے ہیں جو مسلم دورِ حکومت میں سرکاری مدارس انجام دے رہے تھے۔

اللہ جزائے خیر دے ان علمائے کرام کو جنھوں نے انگریزوں کے عہد میں ہی یہ اندازہ لگالیا تھا کہ مسلمان اپنے دین وایمان اور تہذیب وثقافت کی حفاظت کے لئے خود اپنے ہی وسائل سے دینی مدارس قائم کریں ، تاکہ ہندوستان میں مسلمان اپنا مذہبی تشخّص باقی رکھتے ہوئے اپنے دین کی حفاظت کریں۔ اس احساس نے ہندوستانی مسلمانوں کو سینکڑوں اسلامی مدارس قائم کرنے پر مجبور کیا ، جس میں ہزاروں لڑکے دینی تعلیم حاصل کرکے مسلمانوں کی مذہبی پیشوائی کی خدمت انجام دے رہے ہیں ، مزید خوش آئند بات یہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں سینکڑوں کی تعداد میں لڑکیوں کے دینی مدارس کا قیام بھی عمل میں آیا ہے، جہاں ہزاروں بچیاں اسلامی لباس اور ماحول میں باپردہ دینی تعلیم حاصل کررہی ہیں ، پھر یہاں سے

فارغ التحصیل ہوکر خواتین میں اسلامی بیداری کی مہم شروع کی ہوئی ہیں۔ اب کئی مدارسِ عربیہ میں انگریزی کی تعلیم کا حصول ''شجرِ ممنوعہ،، نہیں رہا، گذشتہ دہوں میں اللہ تعالی نے کچھ ایسے علمائے کرام کو کھڑا کیا جنھوں نے مدارس عربیہ کے قدیم ''نظامی نصاب،، کو جدید اصلاحی نصاب سے بدل دیا اور اس سے منطق وفلسفہ ودیگر ایسے موضوعات کو نکال دیا جن کا اس ترقی یافتہ دور میں کوئی کردار نہ رہا، ان کی جگہ پر انگریزی، سائنس اور دیگر جدید مضامین کو شامل کیا، جس سے عربی مدارس میں بھی جدید نصاب پڑھایا جانے لگا اور یہاں سے فارغ التحصیل لڑکے اور لڑکیاں کسی بھی کالج ویونیورسٹیوں میں داخلہ لے کر ڈاکٹر، انجینیر اور پروفیسر بن سکتے ہیں۔ کئی اربابِ مدارس نے ''فنّی تعلیم،، کے لزوم کا بھی اہتمام کیا ہے اور کئی مدارس ٹکنکل کالجز کے قیام کی تگ ودو میں مصروف ہیں. اگر دیگر مدارس بھی اسکا اہتمام کریں تو یہ ایک عظیم خدمت ہوگی۔ الحمد للہ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہندوستان میں انتہائی نامساعد حالات کے باوجود مسلمانوں نے دین سے اپنے تعلق کو نہایت ہی مضبوط بنا رکھا ہے اور وہ اپنے دین وایمان کی اس '' متاعِ بے بہا،، کے لئے ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ والدین سے عرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کے لئے ان عربی مدارس کا رخ کریں اور اپنے بچوں اور بچیوں کو اسلامی تعلیم سے آشنا کرا کے اپنی دنیا اور آخرت کو سنواریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی قیادت ہمیشہ ان اولو العزم ہستیوں کے حصّے میں آئی جو انہی عربی مدارس کی پھٹی پرانی چٹائیوں پر پلے بڑھے اور مسجد ومحراب میں بیٹھ کر زیورِ علم سے آراستہ ہوئے تھے، لیکن جب کبھی مسلمانوں

پر کوئی دینی افتاد آئی یا سلاطین اور بادشاہوں نے اسلام کے کسی مسلمہ عقیدے سے انحراف کیا تو وہ ان سلاطین کے جن کی گردنیں کجکلاہی میں جبّاروں وقہّاروں کی پابہ رکاب تھیں، سینہ سپر ہوکر کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ ان کجکلاہوں کو ان غربت وافلاس پر قانع اور اپنے بوریا وچٹائی کے پابند جلیل القدر واولو العزم ہستیوں کے آگے نہایت ہی عاجزی ومسکنت کے ساتھ سرِ تسلیم خم کرنا پڑا، تاریخ کی ان عظیم ہستیوں کو دنیا، امام دار الہجرۃ مالک بن انس، امام أھل السنّۃ احمد بن حنبل، شیخ الإسلام احمد بن تیمیہ، شیخ الإسلام محمد بن عبدالوہاب اور مجاہد فی سبیل اللہ سیّد شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہم اللہ ورضی عنہم کے ناموں سے جانتی ہے۔ یہ شخصیتیں جن عہدوں سے متعلق تھیں ان میں علم عام نہیں ہوا تھا، عربی مدارس کا وہ جال نہیں بچھا تھا جو اب ہے، طلباء کے لئے وہ سہولتیں نایاب تھیں جن کی آج بہتات ہے. بلکہ انہیں اپنے معاش کی تدبیریں خود کرنی پڑتی تھیں، دن بھر کی محنت وتھکان کے بعد فرصت کی جو چند ساعتیں مل جاتیں ان میں، کبھی چاندنی راتوں میں، کبھی مسجدوں کے محراب تلے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کی روشنی میں اساتذہ فن کے آگے گھٹنے ٹیکے جاتے، ان کی خدمت کی جاتی، تب جاکر دو چار الفاظ سبق مل پاتا. لیکن ان سے جو علماء اٹھے انہوں نے اپنے علم وعمل سے ایک دنیا کو روشنی عطا کی اور اسباب وسہولیات کی عدمِ موجودگی کے باوجود عربی، فارسی اور اردو کے علاوہ دنیا کی ہر اہم زبان میں تفاسیر اور شروح احادیث کی تصنیف وتالیف کا ایک ڈھیر لگادیا۔ لیکن موجودہ دور میں یہ کیا بلا ہے کہ عربی مدارس سے علم دین جتنا پھیل رہا ہے عمل کی برکتیں اتنی ہی سمٹ رہی ہیں، اسلام کا جتنا پرچار ہوا اخلاق اتنے ہی غائب،

مسجدیں جتنی آباد ہوئیں دل اتنے ہی ویران ہوگئے، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ علم وعمل کی برکتیں پہلے سے کہیں زیادہ عام ہوتیں اور مسلم معاشرے میں تقوی وآخرت میں باز پرسی کا احساس پہلے سے کہیں زیادہ پایا جاتا، لیکن افسوس کہ ایسا نہ سکا۔

پھر سوال پیدا ہوگا کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ جواب یہ ہے کہ مدارسِ عربیہ جہاں سے کبھی قوم کے قائد پیدا ہوتے تھے افسوس آج وہاں سے ایک ایسی جماعت نکل رہی ہے جو حرکت وعمل سے نا آشنا، قیادت ورہنمائی کے رمز سے بے بہرہ، اولو العزمی اور خود شناسی کے جوہروں سے عاری ہے۔ جس کی وجہ سے علماء اور قوم کی قیادت، دو مختلف چیزیں بن کر رہ گئی ہیں، حالانکہ نصف صدی پیشتر سیاست اور سماج غرض ہر میدان کی قیادت علماء کرام کے ہاتھوں میں تھی، لیکن آج اس کا تصور بھی: ''ایں خیال است ومحال است وجنوں،، کی طرح محال بنا ہوا ہے۔

آج عالمی حالات نہایت سرعت سے پلٹ رہے ہیں اور ہر جگہ انسانیت، نہایت تیزی سے حیوانیت کی طرف بھاگ رہی ہے، امت اسلامیہ کے لئے طبقاتی، لسانی ، مذہبی اور استعماری کشمکش نے سینکڑوں مسائل پیدا کردئے ہیں، سب سے زیادہ تباہی مذہبی واستعماری جنونیوں نے مچا رکھی ہے، ابھی چند سالوں کے اندر گجرات، افغانستان، فلسطین اور عراق میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے کیا یہ مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور مذہبی غیرت کو کچوکے لگانے کے لئے کافی نہیں؟ اگر اب بھی بیداری نہیں آئی تو پھر کس مصیبت کا انتظار ہے، اور اگر انتظار ہے تو وہ کونسی مصیبت ہے جس کا نزول امت مسلمہ پر نہیں ہوا؟

مصیبت کی اس گھڑی میں امت مسلمہ کی حقیقت پسندانہ قیادت ایک اہم مسئلہ ہے

جو یقیناً علماء کرام کی ذات سے ممکن ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ اس میدان میں قدم رکھنے کا حوصلہ کریں۔ مشہور مفکر مولانا سید أبو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ، علمائے کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' آج ہندوستان کے مسلمان ایک دانش مندانہ وحقیقت پسندانہ دینی قیادت کے محتاج ہیں، اگر آپ مسلمانوں کو سو فیصدی تہجد گذار بنادیں، لیکن ان کا ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو، وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ ملک کدھر جارہا ہے؟ ملک ڈوب رہا ہے، ملک میں بد اخلاقی وبا اور طوفان کی طرح پھیل رہی ہے، ملک میں مسلمانوں سے نفرت پیدا کی جارہی ہے، تو تاریخ کی شہادت ہے کہ پھر تو تہجد تو تہجد، پانچ وقت کی نماز پڑھنا بھی مشکل ہوجائے گا، اگر آپ نے دین داروں کے لئے اس ماحول میں جگہ نہیں بنائی اور ان کو ملک کا بے لوث، مخلص اور شائستہ شہری ثابت نہیں کیا، جو ملک کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے ہاتھ پیر مارتا ہے اور بلند کردار پیش کرتا ہے، تو آپ یاد رکھئے کہ عبادات ونوافل علامتیں اور شعائر تو الگ رہے، وہ وقت بھی آسکتا ہے کہ مسجدوں کا باقی رہنا بھی مشکل ہوجائے، پھر قیادت تو الگ رہی، اپنے وجود کی حفاظت بھی مشکل ہوجائے گی۔ (کاروانِ زندگی: ج 2)

یہ چند گذارشات تھیں جو ارباب مدارس کی خدمت میں نہایت ادب واحترام اور قصورِ علم وعمل کے اعتراف کے ساتھ رکھی گئی ہیں کہ مسلمان جو عرصے سے دانش مندانہ دینی قیادت کےمحتاج ہیں، مدارسِ دینیہ سے اپنی اس اہم ضرورت کو پوری کرسکیں نیز مسلمانوں کا خوشحال طبقہ جو عربی مدارس کے معیار سے مطمئن نہیں ہے، اپنی اولاد کو ان میں داخل کرے، تاکہ یہ ذہین طبقہ بھی اس سے مستفید ہوسکے۔

غریبی اور مفلسی

اگر بچہ وہ چیزیں نہ پائے جسے وہ اپنے لئے ضروری تصور کرتا ہو، تو ان چیزوں سے احساسِ محرومی اسے گاہے بگاہے چھوٹی موٹی چیزیں چُرانے پر اکسائے گا، اگر ماں باپ سے اس کو اس معاملے میں تھوڑا سا بھی حوصلہ اور شہہ ملی تو آگے چل کر اسے چور اور ڈاکو بننے میں زیادہ وقت نہیں لگتا، پھر معاشرے کے لئے وہ ایک بلا اور آفت بن جاتا ہے۔

ایک شرعی عدالت نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ دیا، جب اس کی تنفیذ کا وقت آیا تو چور نے چلّا کر کہا: ''**إقطعوا لسان أمّي قبل أن تقطعوا يدى**''، میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری ماں کی زبان کاٹو، کیونکہ بچپن میں جب میں نے اپنے پڑوسی کے گھر سے انڈا چرایا تھا تو میری ماں نے خوش ہوکر کہا تھا: ''**ألحمد لله ! صار إبني اليوم رجلا**''، اللہ کا شکر ہے، میرا بیٹا آج جوان ہوگیا''۔ میری ماں نے نہ مجھے ڈانٹا اور نہ پھٹکارا، اگر وہ مجھے انڈا واپس کرنے پر مجبور کرتی تو آج میں معاشرے میں چور نہ بنتا۔ (أخلاقنا الإجتماعية: د/مصطفى السباعي: صفحہ: 162)

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو یہ بات ذہن نشین کرائیں کہ مالداری اور مفلسی اللہ تعالی کی عطا کردہ ہوتی ہیں، ہمیں اس کی تقدیر پر راضی رہنا چاہئے۔ تاریخ میں ایسے اللہ والے خلفاء کا تذکرہ ملتا ہے جنھوں نے شہنشاہی میں فقیری کی، انہیں میں ایک حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، خلیفہ بننے سے پہلے بڑے عیش کی زندگی بسر کررہے تھے، لیکن جس وقت خلیفہ بنے تو سارے

عیش وراحت کو تج دیا، ایک مختصر سی تنخواہ پر زندگی بسر کی، ایک مرتبہ عید کے موقعہ پر آپ نے اپنے ایک بچے کو بوسیدہ لباس پہنے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے، بیٹے نے پوچھا: ''ما یبکیک یا أمیر المؤمنین ؟ امیر المومنین ! یہ آنسو کیوں؟ فرمایا: ''یا بني ! أخشی أن ینکسر قلبک إذا رآک الصبیان بھذا الثوب الخلق ،، بیٹے ! اس لئے کہ آج بچے تمہیں اس بوسیدہ لباس میں دیکھیں گے تو شاید تمہارا دل ٹوٹ جائے،،۔ بچے نے جواب دیا: '' یا أمیر المؤمنین ! إنّما ینکسر قلب من أعدمہ اللّٰہ رضاہ ، أو عقّ أمّہ وأباہ ، وإنّی لأرجو أن یکون اللّٰہ تعالی راضیا عنّی برضاک ،، ابّا جان ! دل تو اس کا ٹوٹنا چاہئے جسے اللہ تعالی نے اپنی رضا سے محروم کر رکھا ہے، یا جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی مجھ سے خوش ہوگا، اس لئے کہ آپ مجھ سے خوش ہیں۔ یہ جواب سن کر آپ نے اپنے بیٹے کو گلے سے لگا لیا۔(**تربیۃ الأولاد فی الإسلام للشیخ عبد اللّٰہ ناصح علوان :234)**

فضول خرچی

بچوں کے چور اور مجرم بننے کا دوسرا سبب ماں باپ کا بے حد لاڈ اور پیار اور انہیں ضرورت سے زیادہ جیب خرچ دینا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اولاد غلط عادات کا شکار بن جاتی ہے، ان کی اسراف اور فضول خرچی کی بنا پر دیگر آوارہ لڑکے ان کے قریبی ساتھی بن جاتے ہیں، وہ انہیں برے اطوار کا عادی بنا دیتے ہیں۔ ان میں اُمنگوں، اور ارمانوں کا ایک سمندر ٹھاٹیں مارنے لگتا ہے، ان کی خواہشات کو پر لگ جاتے ہیں، ایسے بچے جو فضولیات کے عادی بن جاتے ہیں، جب انہیں اپنی

فضول خرچیوں کے لئے پیسے نہیں ملتے تو وہ چوری پر اتر آتے ہیں، اور نئی نئی چیزیں چُرا کر اپنے والدین کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے پیش کرتے ہیں کہ انہیں فلاں دوست نے یہ ہدیہ دیا ہے، یا یہ چیز فلاں جگہ گری ہوئی ملی۔ ماں باپ اس آرزو کے ساتھ یہ'' ہدیے اور تحفے ،، قبول کر لیتے ہیں کہ اللہ کرے کہ ہدیوں کا یہ سنہری دور ہمارے لال پر ہمیشہ سدا بہار رہے. لیکن ان کی یہ خوش گمانیاں اس وقت خاک میں مل جاتی ہیں جب انہیں کسی پولیس اسٹیشن سے یہ خبر ملتی ہے کہ ان کا لال پولیس حوالات میں'' سرکاری مہمان،، بنا ہوا ہے، اس وقت وہ اپنا سر پیٹ لیتے ہیں والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچوں کو فضول خرچی سے محفوظ رکھنے کے لئے خود فضولیات سے دور رہیں، کیونکہ اسراف وتبذیر سے تنگی پیدا ہوتی ہے. اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ ٱلۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُومًا مَّحۡسُورًا﴾ (بنی اسرائیل: 29) تم اپنا ہاتھ (بخیلی سے) اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ ہی (فضول خرچی سے) اسے بالکل ہی کھول دو کہ پھر لوگوں کی ملامت کے مستحق ہوکر عاجز اور درماندہ ہوکر بیٹھ جاؤ۔

ان آیات کے تفسیر کرتے ہوئے مشہور محقق اور عالم دین حافظ صلاح الدین یوسف صاحب فرماتے ہیں: '' ان آیات میں انفاق کا ادب بیان کیا جا رہا ہے کہ انسان نہ بخل کرے کہ اپنے اہل وعیال کی ضروریات پر بھی نہ خرچ کرے اور نہ فضول خرچی پر اتر آئے کہ گنجائش دیکھے بغیر ہی بے دریغ خرچ کرتا رہے. بخل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان قابل ملامت و مذمت قرار پائے گا اور فضول خرچی کے نتیجے میں تھکا ہارا اور پچھتانے والا محسور، اس جانور کو کہتے ہیں جو چل چل کر تھک چکا ہو، فضول

خرچی کرنے والا بھی بالآخر خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے .فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿ وَلَاتُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ☆ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل : 27-26) اور اسراف و بیجا خرچ سے بچو . بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

فضول خرچی اللہ تعالیٰ کو بے حد ناپسند ہے .ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:'' **إنّ الله يرضىٰ لكم ثلاثا ويكره لكم ثلاثا ، فيرضىٰ لكم أن تعبدوه ، ولاتشركوا به شيئا ، وأن تعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرّقوا ، . ويكره لكم : قيل وقال ، وكثرة السؤال ، و إضاعة المال** ،، (مسلم / حدیث نمبر 1340) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزیں پسند کی ہیں اور تین چیزیں نا پسند کی ہیں . جو چیزیں پسند کی ہیں وہ یہ کہ 1- تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹہراؤ .2- تم تمام مل کر اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقے بازی نہ کرو .3- اور اپنے حاکموں کی (نیکی کے کاموں میں) اطاعت کرو .اور تین چیزیں جو اس نے تمہارے لئے نا پسند کی ہیں ، وہ یہ ہیں : 1-بحث ومباحثہ .2- کثرت سے (بے کار ولایعنی) سوالات کرنا .3- مال فضول خرچ کرنا۔

فضول خرچی ، چوری ، دھوکہ دہی اور ان جیسی دسیوں بُری عادتوں کی جڑ ہے ،اس لئے والدین اپنی اولاد کی نگرانی کریں انہیں جیب خرچ کے لئے اتنے پیسے دیں کہ

اولاد کو محرومی کا احساس نہ ہو ، اور نہ اتنے زیادہ دیں کہ وہ فضول خرچی کا شکار ہوجائیں ، اللہ نہ کرے ،اگر غلط طریقے سے بچوں نے کوئی چیز لی ہو تو انہیں محبت سے سمجھا کر اسے واپس کروائیں ، اگر کوئی نئی چیز ان کے بستے سے نکل آئے تو سختی سے ان کا محاسبہ اور تحقیق کریں ، تاکہ والدین کی سختی اور باز پُرسی کی وجہ سے بچوں کی کبھی چوری اور دھوکہ دہی پر جراءت نہ ہو۔

اگر بچوں میں والدین اللہ تعالیٰ کے مراقبے کا احساس پیدا کریں تو بچے نہ صرف آئندہ زندگی میں ان برے کاموں سے دور رہیں گے بلکہ صداقت وشجاعت کی ایک مثال بن جائیں گے۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی اولاد کی پرورش انہی درخشاں اصول پر کریں جن پر چلتے ہوئے ہمارے اسلاف نے ایک ایسی نسل کو دنیا کے سامنے پیش کیا جن کے اثر سے دنیا کو زندگی کے ہر میدان میں ایسے مقدس افراد ملے جن سے بھی زیادہ راست باز ،متقی وپرہیزگار ، عدل پرور ، با اصول سیاستدان ، نیک دل حکمران ، رحم دل فاتح ،شیر دل کمانڈر اور عابد وزاہد انسان ،چشمِ فلک نے کبھی نہیں دیکھا تھا ، انہیں دیکھ کر یہ احساس ہوتا کہ یہ انسان نہیں بلکہ ملأ اعلیٰ کے مقدس فرشتے تھے جو زمین پر انسانی شکل وصورت میں اتر آئے ہیں ،فاتحِ ہند وسندھ حضرت محمد بن قاسم رحمہ اللہ نے جب راجا داہر کی فوج کو شکست دیکر سندھ کو فتح کرلیا تو اہلِ سندھ نے اس اسلامی فاتح کو دیوتا قرار دیا ، ان کا مجسمہ تراش کر عبادت کرنے لگے ۔ کاش مسلمان برّ صغیر ہند وپاک میں اپنے آٹھ سوسالہ دورِ اقتدار میں ان اسلامی تعلیمات پر عمل کئے ہوتے تو شاید آج ہندوستان ایک عظیم مسلم ملک ہوتا۔

بُخل اور کنجوسی

اولاد میں بگاڑ کے اہم اسباب میں سے ایک باپ کی کنجوسی اور بخیلی ہے، باپ کھاتا پیتا اور مالدار ہو، لیکن اپنی اولاد کے ساتھ کنجوسی کا رویّہ اپناتا ہو تو گویا وہ اپنی بیوی بچوں کو ازخود چوری کرنے پر مجبور کررہا ہے، چاہے وہ اسکے گھر سے کریں یا باہر سے

ہر مسلمان کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ بیوی بچوں کے نان ونفقہ پر خرچ کرنا بھی ایک عبادت ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے۔فرمان نبوی ﷺ ہے:

''دینار أنفقته فی سبیل اللہ ، ودینار أنفقته فی رقبة ، ودینار تصدّقت به علی مسکین ، ودینار أنفقته علی أھلک ، أعظمھا أجر الّذی أنفقته علی أھلک ،،(رواہ مسلم)

وہ دینار جس کو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، ایک وہ دینار جس سے تم نے کسی کو غلامی سے نجات دلانے میں صرف کیا، ایک وہ دینار جسے تم نے کسی مسکین پر خیرات کیا، اور ایک وہ دینار جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا، ان سب سے زیادہ اجر وثواب کا باعث وہ دینار ہے جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔

بیوی کو جو لقمے کھلائے جائیں ان کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **''وإنّک لن تنفق نفقة تبتغی بها وجه اللہ إلاّ أجرت بها ، حتّی ما تجعل فی فی إمرأتک ،،** (متفق علیہ) جس سرمایہ کو تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کروگے، اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا. یہاں تک جس لقمے کو تم اپنی اہلیہ کے منہ میں ڈالوگے .(اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا)

نیز ارشاد فرمایا: **''إذا أنفق الرجل علی أھله نفقة ، یحتسبھا ، فله صدقة**

،،(متفق علیہ) جب آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے، اور اس سے ثواب کی امید رکھتا ہے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوجاتا ہے۔

اگر کسی بیوی کو کنجوس شوہر سے واسطہ پڑے تو وہ اپنے بچوں کے لئے اپنے شوہر سے اسے بتلائے بغیر اتنا مال لے سکتی ہے جو اس کے بچوں کے لئے کافی ہوسکے۔ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا (زوجہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ خدمت نبوی میں آئیں اور عرض گذار ہوئیں: ''اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ مجھے اتنا نہیں دیتے جتنا میرے اور میرے بچوں کے لئے کافی ہو، سوائے اس کے جسے میں ان کی لاعلمی میں لے لوں.(تب میرے لئے کافی ہوتا ہے) فرمایا: دستور کے مطابق جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے کافی ہوسکے، اتنا بلا اجازت لے سکتی ہو۔(بخاری)

مرد کی بخیلی کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ محمود مہدی استنبولی فرماتے ہیں:

کہتے ہیں: ''ایک عورت اپنے شوہر سے جھگڑا کررہی تھی، کیونکہ وہ خرچ دینے میں حد سے زیادہ تنگی کرتا تھا.عورت نے کہا: ''اللہ کی قسم! چوہے بھی صرف وطن کی محبت کے سبب اس گھر میں پڑے ہوئے ہیں، ورنہ خوراک انہیں پڑوس کے گھروں سے مل جاتی ہے،،۔

شوہر کی بخیلی اور اخراجات میں سخت گیری کا مناسب حال واقعہ جو علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الأذکیاء،، میں لکھا ہے:

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے عرب نوجوان کا منگنی کا پیغام ایک ہی وقت میں ایک عورت کے پاس پہنچا.نوجوان خوب صورت تھا.عورت نے

دونوں کو طلب کیا اور کہا: ” تم دونوں نے منگنی کا پیغام بھیجا ہے، لہٰذا میں سنے اور دیکھے بغیر کسی کو کوئی جواب نہیں دوں گی ، اس لئے اگر چاہو تو فلاں وقت حاضر ہوجاؤ ۔،، دونوں منگیتر مقررہ وقت پر آئے .عورت نے دونوں کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ انہیں دیکھ سکتی تھی اور ان کی باتیں سن سکتی تھی .حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی نظر نوجوان پر پڑی ، اور اس کا حُسن وجمال اور اس کی حالت دیکھی تو آپ رشتہ سے مایوس ہوگئے اور یقین کرلیا کہ عورت اسی نوجوان کو پسند کرے گی .آخر آپ کو ایک تدبیر سوجھی ، آپ نوجوان کی طرف مڑے اور اس سے کہا: ” تم حسن وجمال اور قوت گویائی سے مالامال ہو، کیا اس کے سوا بھی تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں ! پھر اس نے اپنی مزید کچھ خوبیاں گنوائیں ، پھر چُپ ہوگیا ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حساب کتاب کیسا رکھتے ہو؟ اس نے کہا: ” میں اپنے حساب میں کوئی چیز باقی رہنے نہیں دیتا ، اور جو رائی کے برابر بھی کوئی چیز بچ رہتی ہے اسے بھی وصول کرلیتا ہوں ۔،، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ” لیکن میرا حال یہ ہے کہ میں تھیلی گھر کے کونے میں رکھ چھوڑتا ہوں اور گھر والے جس قدر چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں ، اور جب دوبارہ روپیہ طلب کرتے ہیں ، تب مجھے پتہ چلتا ہے کہ پہلا روپیہ ختم ہوگیا ہے ۔،، عورت نے (اپنے دل میں) کہا: اللہ کی قسم ! حساب کتاب نہ لینے والا یہ بوڑھا اس نوجوان سے بہتر ہے جو راہی برابر چیز بھی چھوڑنے کا نام نہ لے ۔ اس کے بعد اس نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے شادی کرلی ۔ (تحفۃ العروس: 446)

غلط صحبت

بُری صحبت ایک ایسی بیماری ہے جس میں اچھے اچھوں کی اولاد بگڑ جاتی ہے، حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالی کے اولوالعزم پیغمبر تھے ، نیک تربیت کے باوجود بُری صحبت کا شکار ہوکر ان کا لڑکا کنعان کافر ہوگیا اور طوفانِ نوح میں مارا گیا ، اس کا سبب حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بُری صحبت ہی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

پسرِ نوح با بداں بنشست   نبوّتِ خاندانش گم کرد
سگِ اصحاب کہف روزے چند   پئے نیکاں گرفت ومردم شد

یعنی نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے نے بُروں کی صحبت اختیار کی ، جس کی وجہ سے اپنے خاندان کی نبوّت کو گنوا بیٹھا ، اس لئے کہ اللہ تعالی کا یہ دستور رہا ہے کہ پیغمبروں کی نیک اولاد کو بھی نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں ، جب کہ اصحابِ کہف کا کتّا چند دن نیک لوگوں کی صحبت میں رہا جس کی وجہ سے وہ ان نیک لوگوں کے ساتھ ہی گنا جانے لگا ، اللہ تعالی نے قیامت تک کے لئے اپنے ان اولیاء کے ساتھ اس جانور کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں محفوظ کردیا :﴿ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ﴾ (کہف: 22) ترجمہ: کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کُتّا تھا ، کچھ دوسرے کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتّا ، یہ سب بے تکّی باتیں بناتے ہیں ، کچھ اور کہتے ہیں کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتّا ۔

اسی لئے اسلام نے شر پسند افراد کی صحبت سے بار بار منع کیا ہے، اس لئے کہ اس سے انسان راہ ہدایت سے بھٹک جاتا ہے اور ہمیشہ کے لئے دوزخی بن جاتا ہے، قرآن مجید نے ایسے بدنصیب افراد کا تذکرہ کیا ہے جو قیامت کے دن اپنے برے یاروں اور دوستوں کو یاد کرکے اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کریں گے کہ وہ پل بھر کے لئے ان لوگوں کو دکھا دے جنھوں نے انہیں دنیا میں راہ حق سے بھٹکا دیا، تا کہ وہ انہیں بری طرح روند دیں: ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴾ (فصّلت: 29) اور کافر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں فریق دکھا، جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تا کہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈال دیں تا کہ وہ جہنم میں سب سے نیچے (سخت عذاب میں) ہو جائیں۔

برے دوست میدان محشر میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے. فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ (زخرف: 67) اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**المرء علی دین خلیله، فلینظر أحدکم من یخالل** ،، (ترمذی) آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لئے آدمی کو غور کر لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔ اسی لئے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عن المرء لا تسئل وسَلُ عن قرینه — فکل قرین بالمقارن یقتدی

اگر تم کسی شخص کے عادات واطوار کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہو تو اس کے نہیں بلکہ اس کے یاروں دوستوں کے متعلق معلومات فراہم کرو، اس لئے کہ ہر شخص اپنے ہی ظرف کے مطابق یار بناتا ہے۔

آپ ﷺ نے اچھی اور بری صحبت کو ایک لطیف مثال سے واضح فرمایا: ''**مثل الجلیس الصالح والجلیس السوء کمثل حامل المسک ونافخ الکیر ،فأمّا حامل المسک أن یحذیک ، أو تشتری منه ، أو تجد منه ریحا طیبة . ونافخ الکیر فإمّا أن یحرق ثیابک ، أو تجد منه ریحا منتنة** ،، (متفق علیہ) اچھے ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک اٹھائے ہوئے شخص اور بھٹی دُھننے والے لوہار کی طرح ہے. مشک والا شخص یا تو خود ہی مشک دے گا، یا تم اس سے خرید و گے، اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کی عطر بیزی سے تمہاری مشام معطر ہوگی، جب کہ بھٹّی دُھننے والا تمہارے کپڑے جلا دے گا، یا اس کی بدبو تمہیں ضرور (ناک اور کپڑوں میں) محسوس ہوگی۔

والدین اولاد سے ملنے جلنے والے افراد پر گہری نگاہ رکھیں، اور انہیں محلّہ، اسکول، مسجد اور کالج وغیرہ میں اچھے لڑکوں سے دوستی کرنے کی ترغیب دیں، بری صحبت کے نقصانات سے آگاہ کریں اگر انہیں محسوس ہو کہ بچے غلط افراد کی صحبت کا شکار ہو رہے ہیں، فوری اقدام کرتے ہوئے انہیں غلط صحبت سے بچالیں۔

بے جا لاڈ و پیار

اولاد سے محبت رکھنا ضروری ہے لیکن بے جا لاڈ و پیار انہیں بدخلق اور آوارہ بنا دیتا ہے، بچوں کی ہر جائز وناجائز فرمائش پوری کرنا، انہیں ہر جگہ آنے جانے کی کُھلی

چھوٹ دینا، اور ان کی ہر غلط حرکت کو یہ کہتے ہوئے برداشت کرنا کہ ابھی تو یہ بچہ ہے جب بڑا ہوگا تو سدھر جائے گا اس کا نتیجہ معاشرے میں لڑکوں کے انحراف اور لڑکیوں کی ماں باپ اور اسلامی اقدار سے بغاوت کی شکل میں سامنے آتا ہے ، والدین جب بچوں میں سرکشی اور طغیانی محسوس کریں تو انہیں نرمی اور محبت سے نصیحت کریں ، جب اس کا فائدہ نہ ہو تو ان سے اظہارِ ناراضگی کے طور پر بات چیت نہ کریں جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اَجمعین کی عادتِ مبارکہ تھی.

حضرت عبداللہ بن مغفل نے اپنے ایک قرابت دار کو کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھ کر یہ کہتے ہوئے منع کیا: '' **إنها لا تصيد صيدا ولا تنكأ العدوّ ، وإنها يفقأ العين ويكسر السنّ** ،، اس سے نہ شکار مارا جاسکتا ہے نہ دشمن کو قتل کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ حرکت (کسی بھی راہ گیر کی) آنکھ پھوڑ سکتی اور دانت توڑ سکتی ہے .لیکن اس نے ان کی سنی ان سنی کرتے ہوئے یہی حرکت دوبارہ کی تو فرمایا: '' **أحدّثك أنّ رسول الله ﷺ نهى عنه ، ثمّ عدت تخذف ؟ لا أكلّمك أبدا** ،، (متفق علیہ) میں تجھ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے روکا ہے اور تو دوبارہ یہی حرکت کر رہا ہے؟ میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی: '' **لا تمنعوا إماء الله عن المساجد** ،، اللہ کی لونڈیوں (عورتوں) کو نماز کے لئے مسجد جانے سے نہ روکو۔ آپ کے ایک فرزند نے اس کی مخالفت کی اور موجودہ حالات کا واسطہ دیتے ہوئے کہا کہ: '' اللہ کی قسم! ہم انہیں مسجد جانے سے ضرور روکیں گے ،، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے زندگی بھر اپنے لڑکے سے بات نہیں کی۔

جب یہ سزا بھی کارگر نہ ہو تو پھر باپ کی ذمّہ داری ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کے لئے انہیں جسمانی سزا دے، لیکن ملحوظ رہے کہ یہ مار برائے تربیت ہو نہ کہ برائے مار۔ بلکہ مارنے سے زیادہ ڈرانے کے پہلو پر عمل کرے، اسلاف کے متعلق آتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نمایاں مقام پر کوڑا لٹکائے رکھتے تھے تاکہ بچوں میں کسی بے ادبی، گُستاخی اور بدتمیزی پر گرفت کا احساس ہو۔ باپ اپنے بچوں کو بے تحاشہ نہ مارے اور نہ ہی ایسی مار کہ جس سے جسم پر نشان پڑ جائیں اور چہرے پر نہ مارے ۔

بچیوں کی زیادہ ناز برداری ، لاڈ و پیار اور مخلوط تعلیمی اداروں میں ان کا داخلہ بسا اوقات انہیں آوارہ بنادیتا ہے، موجودہ مخلوط کالج اور یونیورسٹیوں کا ماحول اچھے سے اچھے گھرانے کی لڑکی کے اخلاق وعادات کو تباہ کرکے رکھ دیتا ہے .شاید اسی لئے اکبر الہ آبادی نے کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہیں سُوجھی

اور رسول اکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی: '' **كيف بكم إذا فسق فتياتكم و طغى نساؤكم ؟** ،، (ترمذی: کتاب الفتن) ترجمہ: تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری لڑکیاں مبتلائے فسق ہوں اور تمہاری عورتیں باغی اور سرکش (یعنی جب کہ تمہارے گھر کے اندر کی زندگی بھی خراب ہوجائے اور عورتیں تک مبتلائے فسق وفجور ہوں) ۔آج حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔

ایک لڑکی کے انحراف کا عبرت آموز واقعہ

مولانا مختار احمد صاحب ندوی، اپنے مجلّہ '' البلاغ ،، بمبئی، کے کالم '' بہتے آنسو ،،

میں اسی طرح کی ایک سرکش لڑکی کی داستان تحریر فرمائی ہے، جو سارے والدین کے لئے باعثِ عبرت ہے۔تحریر فرماتے ہیں:

"یہ ایک کالج گرل کی دردناک داستان ہے، جس نے سارے خاندان کو تباہ کرکے رکھ دیا، یہ اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی تھی، اچھے رنگ وروپ اور ناک نقشے کی مالک تھی، والدین کے لاڈ وپیار نے اسے حد سے زیادہ آزاد اور آوارہ بنا دیا تھا، کالج کے بے راہ رو لڑکوں کی یہ منظورِ نظر تھی، کالج کے تمام تفریحی اور شوشل تقریبات میں یہ کلیدی کردار کی مالک تھی۔

مسلسل امتحانات میں فیل ہونے کی بنا پر یہ کالج سے نکلنے پر مجبور ہوئی تو والدین نے اسے گھر پر رہنے کی تاکید کی اور آوارہ گردی چھوڑنے کے لئے سختی کیا تو اس نے خودکشی کی دھمکی دے دی اور صاف کہہ دیا کہ اگر میری ذاتی زندگی میں دخل دیا گیا تو میں خودکشی کرلوں گی اور اس طرح سارے خاندان کو تباہ کرکے رکھ دوں گی۔

جیسے جیسے والدین نے سختی کی حالات بگڑتے گئے اور اب اس کے ساتھیوں کے دھمکی آمیز فون گھر پر آنے لگے، اب لڑکی کئی کئی دن گھر سے غائب رہنی لگی اور اب اسے نشے کی بھی عادت پڑ چکی تھی، اچانک گھر سے قیمتی چیزیں غائب ہونے لگیں، مجبورًا اسے ایک کمرے تک رہنے پر مجبور کردیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی نے اپنے دوستوں کے ذریعے بوڑھے والدین کو نکال کر گھر پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کی، والدین نے پولس سے اپنی حفاظت کے لئے مدد طلب کی، پولس ابھی لڑکی اور والدین کے درمیان بیچ بچاؤ کی تدبیر سوچ ہی رہی تھی کہ رات کو لڑکی نے اپنے دوستوں کو لے کر راتوں رات گھر پر قبضہ کرلیا۔ والدین اپنی اکلوتی لڑکی کو

قانون کے حوالے کرنے کی ہمت نہیں کرسکتے تھے کیونکہ وہی ان کی زندگی کی آخری نشانی تھی، بالآخر انہوں نے لڑکی سے منّت سماجت کرکے گھر کے ایک کونے میں پناہ لینے کی فریاد کی لیکن لڑکی نے اس شرط پر انہیں رہنے کی اجازت دی کہ پورا گھر اس کے نام منتقل کردیا جائے اور وہ مہمان کی طرح اپنی زندگی کے بقیہ دن یہاں چُپ چاپ گذاریں، مرتا کیا نہ کرتا انہوں نے ساری جائیداد لڑکی کے نام منتقل کردیا اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ لا وارث بوڑھوں کے لئے بنائے گئے حکومت کے "اولڈ ہاؤس"، (Old House) میں جاکر پناہ لی (ماہنامہ البلاغ: شمارہ جنوری 2001)

یتیمی

بچوں میں بغاوت اور انحراف کا ایک بہت بڑا سبب یتیمی کی مصیبت سے دوچار ہونا ہے، وہ بچہ جس کا باپ یا ماں اس کے بچپنے میں ہی فوت ہوجائیں، اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے والا کوئی نہ ملے، اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنے والا کوئی نہ ہو، یتیمی کی وجہ سے غربت اور افلاس اس کے گھر پر سایہ فگن ہوگئے ہوں، فرطِ خشکی سے اس کے لب تکلّم کے لئے ترسیں لیکن اس سے دو میٹھے بول کوئی بولنے والا نہ ہو، بچپن میں ہی اس کے دستِ نازک پتھر پھوڑنے پر مجبور ہوں، یہاں تک کہ وہ التجا کرتے ہوئے ہاتھ بھیک مانگنے کے لئے اٹھائے، لیکن بے رحم معاشرہ اس کے دامن میں محبت کے پھول بکھیرنے کے بجائے، نفرت اور ذلّت کی ٹھوکریں بھردے، تو لامحالہ ایسا بچہ آگے چل کر لوگوں کے خون کا پیاسا بن کر بے رحم ڈاکو، سفّاک قاتل، اور خطرناک مجرم بن کر معاشرے کے لئے ایک بلا بن جائے گا۔

یتیمی دو طرح کی ہوتی ہے: 1- باپ کی جانب سے یتیم ہونا: باپ کی وفات کے

بعد اگر ماں نے دوسری شادی کرلی تو عموماً سوتیلا باپ ان یتیم بچوں سے سوتیلا ہی سلوک کرے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بچے کی چھوٹی چھوٹی غلطی پر گرفت کرے گا اور اسے چھوٹی سی لغزش یا غلطی پر بری طرح پیٹے گا اور انتہائی سخت سزا دے گا۔ جرائم کی تاریخ میں ایسے بے شمار سوتیلے باپ ہیں جنہوں نے ان معصوم بچوں کو قتل کردیا، بلکہ انہیں بتوں پر بلی چڑھانے کے لئے غیر مسلموں کو فروخت کردینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ جو بچہ اس طرح کے ماحول میں پرورش پائے گا کیا اس سے یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ آگے چل کر ایک رحم دل انسان بنے گا؟ اگر ماں نے دوسری شادی نہیں کی لیکن کسب معاش کے لئے وہ باہر نکلنے اور محنت ومزدوری کرنے پر مجبور ہوئی تو پھر بچے کی تعلیم وتربیت پر وہ کامل توجہ نہیں دے سکے گی، اس کے گھر سے غائب ہونے کے دوران اگر بچہ سماج دشمن عناصر کی بھینٹ چڑھ گیا، یا غلط صحبت کا شکار ہوگیا تو ان دونوں حالتوں میں وہ ایک با اخلاق، مہذب فرد بننے سے محروم ہوکر معاشرے کے لئے ایک آفت بن جائے گا۔

2- ماں کی جانب سے یتیم: یتیمی کی دوسری قسم یہ ہے کہ باپ زندہ ہو اور ماں کا انتقال ہوجائے، اگر باپ نے بچوں کے لئے اپنی جوانی کا ایثار کیا، دوسری شادی نہیں کی اور اپنی ساری توجہ اولاد کی تربیت اور انہیں ماں اور باپ دونوں کا پیار عطا کرنے میں لگا دیا تو امید ہے کہ ایسے بچے باپ کے ایثار کی وجہ سے ضائع وبرباد ہونے سے بچ جائیں گے، لیکن افسوس کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ عام صورت حال یہی ہے کہ بچوں کی ماں مرگئی، ادھر کفن بھی میلا نہیں ہوا، ادھر باپ اپنے لئے ایک عدد نئی بیوی اور بچوں کے لئے ایک سوتیلی ماں لے آیا، نئی بیوی پر زیادہ فریفتہ

ہونے کی وجہ سے ہر جائز وناجائز معاملے میں بچوں کے خلاف سوتیلی ماں کا ساتھ دینے لگا، اور ہر بڑی چھوٹی بات پر بچوں کے بخئے ادھیڑنے لگا، تو پھر بچے شروع شروع میں باپ سے اس کے اس عمل پر اظہار ناراضگی کرتے، پھر احتجاج کرتے ہیں، جب باپ اپنی پرانی روش سے باز نہیں آتا تو پھر باپ بیٹے کا لحاظ ختم ہوجاتا ہے، بچے باپ کے مقابلے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں، اگر باپ کا بس چلے تو بچوں کو عاق کرکے گھر سے باہر نکال دیتا ہے، اگر اولاد کا بس چلے تو وہ سوتیلی ماں کے ساتھ حقیقی باپ کو بھی دھکّے دے کر باہر کرکے گھر پر قبضہ کرلیں گے۔اور دونوں حالتوں میں اولاد پر اس کے خوشگوار اثرات مرتب نہیں ہوتے۔

اسی لئے اسلام نے یتیموں کی دل جوئی اور خدمت کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہر مسلمان پر فرض کیا ہے، بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ ہمارے پیغمبر سید الأولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہوچکے تھے، چھ سال کی عمر میں والدہ محترمہ بھی وفات پاگئیں، اسی لئے قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر یتیموں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ☆ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ (ضحٰی :10-9)
ترجمہ: لہٰذا یتیم پر سختی نہ کرو اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔ یتیم کے ساتھ ناروا سلوک کو کافروں کی علامت قرار دیا گیا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ☆ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ﴾ (ماعون :2-1) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو آخرت (کی جزا وسزا) کو جھٹلاتا ہے، وہی تو ہے جو یتیم کو دھکّے دیتا ہے۔ جو لوگ یتیم کی عزت اور خدمت نہیں کرتے ان کے اوپر عذاب نازل ہوتا

ہے اور ان کی روزی تنگ ہوجاتی ہے ۔فرمان الٰہی ہے : ﴿وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ☆ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴾(فجر :17-16) جب اس کا رب اسے آزماتا ہے اور اس کی روزی اس پر تنگ کردیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا۔ ہرگز نہیں ! بلکہ تم یتیم کی عزّت نہیں کرتے

رسول اکرم ﷺ نے یتیم کی خدمت کرنے والے کو جنت میں اپنے ساتھ ہونے کی خوش خبری دی ہے ۔ارشاد مصطفوی ﷺ ہے :’’ **أنا و كافل اليتيم في الجنة هكذا ، وأشار بالسبّابة والوسطىٰ وفرّج بينهما** ،، (بخاری : کتاب الطلاق، باب اللعان، حدیث نمبر :5304) میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے ، پھر آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان کچھ فاصلہ رکھتے ہوئے اشارہ کرکے بتلایا۔

” **إنّ رجلا شكا إلى رسول الله** ﷺ **قسوة قلبه فقال إمسح رأس اليتيم وأطعم المسكين** ،، (مسند احمد ، ترغیب وترہیب) ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر اپنی سنگدلی کی شکایت کی ، آپ ﷺ نے فرمایا : کہ تم یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔(اس سے تمہارے دل کی سختی ختم ہوجائے گی)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :’’ **من وضع يده على رأس يتيم رحمة ، كتب الله له بكل شعرة مرّت على يده حسنة** ،، (أحمد و ابن حبان) جس نے کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا ، اس کا ہاتھ جتنے بالوں پر سے گذرا اتنی تعداد میں اللہ تعالیٰ اسے نیکیاں عطا فرمائے گا ۔

ایک اور روایت میں ہے :’’ **من قبض يتيما بين المسلمين إلى طعامه و شرابه حتى يغنيه الله ، أوجب الله تعالىٰ له الجنة البتّة ، إلا أن يعمل ذنبا لا يغفر له** ،، (ترمذی) جس نے مسلمانوں کے کسی یتیم بچے کو لے کر اس کے خورد ونوش کا اس وقت تک انتظام کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس یتیم کو اس کی کفالت سے بے نیاز کردیا تو اللہ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا ، سوائے اس کے کہ وہ کوئی نا قابل معافی گناہ (مثلاً شرک جیسا) کرے ۔

یتیموں سے حسن سلوک کے متعلق ان کے علاوہ اور بے شمار فرمودات ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے عام مسلمانوں ، رشتہ داروں ، اور قرابت داروں پر یتیموں سے محبت وشفقت اور انہیں کھلانے پلانے ، ان پر رحم کرنے اور خرچ کرنے کو فرض کیا ہے ، تاکہ یہ محروم ومجبور طبقہ محبت وشفقت سے مالا مال ہوکر ضائع وبرباد ہونے سے بچ جائے ۔

خیر القرون میں ان تعلیمات پر مکمل عمل کیا جاتا تھا ، مشہور محدث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے تاجر بھی تھے ، تجارت سے جو کچھ کماتے وہ سب فقراء ، مساکین ، طلباء اور ایتام پر لٹاتے تھے ، سال میں ایک لاکھ دینار سے زیادہ صدقہ وخیرات فرماتے ، ایک مرتبہ اپنے شہر ’’ مرو ،، سے حج پر جارہے تھے ، ایک آبادی کے قریب پہنچے تو ایک پرندہ جو آپ کے ساتھ تھا مر گیا ، آپ نے اسے گھوڑ میں پھینکنے اور قافلے کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور خود کسی ضرورت کے سبب پیچھے رہ گئے ، تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھا کہ ایک بچی ایک گھوڑ کے پاس آئی اور وہاں سے کچھ اُٹھا کر دوڑنے لگی ، آپ نے اس بچی کو بلایا ، وہ ڈرتے ڈرتے آئی ، آپ

نے فرمایا: ''تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟،، بچی نے جھجکتے ہوئے ہاتھ کھولا تو اس میں مردہ چڑیا موجود تھی، آپ نے بچی سے نہایت شفقت سے پوچھا: ''بیٹی! آپ نے یہ مردہ چڑیا کیوں اُٹھایا؟ بچی نے روتے ہوئے جواب دیا: ''چچا جان! بات یہ ہے کہ میں اور مجھ سے ایک چھوٹا بھائی ہے، ہم دونوں یتیم ہیں، ماں باپ دونوں اللہ میاں کو پیارے ہو چکے ہیں، کئی دنوں سے فاقہ پر گذارہ ہو رہا تھا، کسی سے مانگتے ہوئے شرم آ رہی تھی، اس لئے اس گھوڑ سے مردہ چڑیا اٹھائی ہوں، تا کہ اس کو کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی جا سکے،،۔ یہ سن کر حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ رو پڑے، اپنے خزانچی سے پوچھا کہ ہمارے پاس کتنے دینار ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ: ایک ہزار دینار ہیں۔ پوچھا کہ: ''واپس مرو جانے کے لئے کتنے دینار کافی ہونگے؟ جواب ملا: بیس دینار بہت کافی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''بیس دینار باقی رکھ کر باقی دینار، اور ہمارے ساتھ جو کچھ غلّہ واناج ہے اس یتیم بچی کو دے دو، یہ ہمارے نفلی حج سے کہیں زیادہ بہتر ہے،، پھر آپ واپس لوٹ آئے اور حج نہیں کیا۔ (التکافل الإجتماعی فی الإسلام: للشیخ عبداللہ ناصح علوان)

طلاق

طلاق ایک اہم سبب ہے جس سے بچوں میں بگاڑ آتا ہے، اس طرح کہ باپ اولاد کی ماں کو طلاق دے دے اور اس کی جگہ پر سوتیلی ماں کو لے آئے، جو بچے پہلے ہی ماں کی ممتا سے محروم ہو چکے ہیں وہ اب سوتیلی ماں کے ظالمانہ سلوک سے تنگ آ کر بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے باپ اور بچوں میں ٹھن جاتی ہے اور نتیجہ دونوں کے حق میں برا نکلتا ہے۔

طلاق کے لغوی معنی کھولنے کے ہیں اور اسلامی محاورے میں نکاح کی گرہ کھول دینے اور زوجیت کا رشتہ اور ربط توڑ دینے کو طلاق کہتے ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے طلاق کو اللہ کی نظر میں، حلال اشیاء میں سب سے زیادہ بری چیز قرار دیا: ''**أبغض الحلال عند الله الطلاق**،، (أبوداؤد۔ ابن ماجہ) لیکن معاشرے میں کبھی کبھی ایسے حادثات پیش آ جاتے ہیں کہ میاں بیوی کے تعلقات سرد مہری میں انجماد تک پہنچ جاتے ہیں، ایسے میں تعلق روگ بن جاتا ہے اور تعارف بوجھ ہو جاتا ہے، ان حالات میں شوہر اور بیوی کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو کر چین وسکون کی سانس لیں۔

مثلاً اگر بدقسمتی سے شوہر اسلامی اقدار سے ناواقف یا برے عادات واطوار کا شکار یا شرابی، زانی اور بدکردار ہے جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان نا اتفاقی پیدا ہو جائے تو دونوں میں انتہائی کوشش کر کے ملاپ کرا دیا جائے، اگر مرد نے اپنے اطوار نہیں بدلے تو بالآخر عورت کو اسلام نے یہ حق دیا ہے کہ وہ شوہر سے خلع لے لے۔ اگر بیوی بدزبان، جھگڑالو، یا آزاد طبع اور بد قماش ہے تو شریعت نے مرد کو طلاق دینے سے پہلے ان تمام کامل احتیاطات کو روبہ عمل لانے کا حکم دیا، تاکہ ان میں سے کسی ایک ذریعے سے بھی اگر بات بن سکتی ہو، نباہ ہو سکتا ہو تو ہو جائے۔

1- وعظ ونصیحت سے سمجھانے کی کوشش کی جائے، کیونکہ دل کے اندر ایمان ہو تو اس سے ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿فَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (ذاریات: 55) نصیحت کیجئے، کیونکہ نصیحت مومنوں کے لئے فائدہ مند ہے۔

2- بستر سے علاحدگی : یہ شوہر کی نفسیاتی سزا ہے جو بیوی کو دیتا ہے، اس سے ہر وہ عورت جس کے دل میں شوہر سے تھوڑی سی بھی محبت ہے ، بستر سے علاحدگی برداشت نہیں کرسکتی ، اس سے بہت ممکن ہے کہ عورت اپنے آپ کو شوہر کے احکام اور مرضی کے تابع کر کے زندگی کو خوشگوار بنا لے ۔

3- ضرب خفیف : برائے تادیب ایسی مار مارے جس سے امید ہو کہ اس سے فائدہ ہوگا' مار برائے مار نہ ہو بلکہ برائے اصلاح ۔ اس میں بھی یہ بات ملحوظ رہے کہ سخت نہ ہو، جسم پر داغ اور نشان چھوڑنے والی نہ ہو، تکلیف پہنچانے والی نہ ہو، نہ ہی سینہ ، پیٹ اور چہرہ پر مارا جائے ، نہ اس میں زبردست سوٹے ، ڈنڈے مستعمل ہوں ، بلکہ فقہاء کرام کے اقوال کے مطابق یہ ضرب مسواک وغیرہ جیسی کسی لکڑی سے ہو.

عورت کو مارنا کسی بھی مہذب معاشرے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں کسی خادم یا عورت کو نہیں مارا: ''**ماضرب رسول اللہ ﷺ بیدہ إمرأة قط ، ولا خادما ، ولا ضرب شیئا قط ،إلاّ أن یجاهد فی سبیل اللہ** ،، (ابن سعد) کہ آپ ﷺ نے سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے اپنی زندگی میں نہ کسی عورت کو مارا ، نہ کسی خادم کو اور نہ ہی انسان جانور سمیت کسی چیز کو ۔ بلکہ آپ ﷺ سے اس کی ممانعت ثابت ہے، آپ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی پٹائی سے یہ کہتے ہوئے عار دلائی کہ:''**یعمد أحدکم فیجلد إمرأته جلد العبد ، فلعلّه یضاجعها من آخر یومه** ،، (متفق علیہ) تم میں سے کوئی شخص اٹھتا ہے اور اپنی بیوی کی اس طرح بے تحاشا مارتا ہے جس طرح کہ غلام کو مارا جاتا ہے، (اسے کم از کم یہ تو سوچنا چاہئے کہ) شاید وہ

اسی دن کے آخر میں اس سے ہم بستری کرے ۔

4- طلاق کے وقوع سے قبل شوہر اور بیوی کی جانب سے چند عقلمند لوگ جمع ہوں اور وہ ان اختلافات کا جائزہ لیکر اس کا حل تلاش کریں جو زن وشو کے درمیان باعث نزاع ہیں ، تاکہ ان کی اس آخری کوشش سے تلخیاں ختم ہوں اور زندگی محبت کی ڈگر پر پھر سے رواں دواں ہوجائے ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿ وَاللّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ج فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ☆ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا﴾ (نساء: 35-34) اور جن لوگوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ ، خواب گاہوں میں ان سے الگ رہو ، اور مارو ، پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لئے بہانے تلاش نہ کرو (یاد رکھو کہ سب کچھ وہ دیکھ رہا ہے جو) اللہ بے شبہ بلند وبالا ، بڑا ہے ۔ اگر تمہیں ان دونوں کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو ، وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی کوئی صورت پیدا کردے گا ، اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے ۔

جب ان تمام اقدامات سے بھی کوئی بات نہ بنے اور خاندانی زندگی تباہ ہونے لگے تو مرد کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ایک طلاق رجعی اس طہر میں دے جس میں کہ اس نے بیوی سے صحبت نہیں کی ہے ۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ آئندہ طہر (حیض سے پاکی)

تک شوہر کی جدائی سے بیوی کو پہنچنے والا صدمہ اور بیوی کی جدائی سے شوہر کو ہونے والی تکلیف ،امید ہے کہ دونوں کو اپنے سابق رویہ سے اعتدال کی راہ پر آنے میں مددگار ثابت ہو، اگر خوش بختی سے یہ ہوا تو شریعت نے دونوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ پھر سے اپنی زندگی میاں بیوی کی حیثیت سے شروع کریں ۔پہلی طلاق کے بعد ایک ماہ تک بھی اصلاح کی کوئی امید نظر نہیں آئی تو پھر شوہر دوسرے طہر (حیض سے پاکی کے بعد) میں دوسری طلاق دے گا ، پھر ایک ماہ تک بھی طرفین کی جانب سے اصلاح کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور دونوں میاں بیوی نا راضگی ختم کر کے پھر سے زندگی کے دوراہے پر محبت سے گامزن ہونا چاہیں تو شریعت نے شوہر کے لئے اب بھی دروازے کُھلے رکھے ہیں کہ دونوں طلاقوں کے بعد اگر وہ چاہے تو رجعت کے ذریعے بیوی کو نکاح میں باقی رکھے ،لیکن اب بھی دونوں نے تناؤ دار اور سخت رویہ اپنایا تو شوہر بیوی کو تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے کر اپنی زوجت سے خارج کردے ۔اس لئے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمۡسَاكٌ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ بِاِحۡسَانٍ﴾ (229) طلاقیں دومرتبہ ہیں ، پھر یا تو اچھائی کے ساتھ روکنا (لوٹالینا) یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے ۔

طلاق دینے کے وقت شریعت نے شوہر پر واجب کیا کہ وہ اپنی سابقہ بیوی کو کچھ ساز وسامان اورنقدی عدّت کے خرچ کے طور پر دے ، تاکہ طلاق یافتہ عورت روپیوں کی مجبوری کی وجہ سے مشقت نہ اٹھائے اور اس کے ساتھ اس کی اولاد بھی فاقہ کشی پر مجبور نہ ہو. فرمان باری ہے :﴿وَمَتِّعُوۡهُنَّ عَلَى الۡمُوۡسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الۡمُقۡتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالۡمَعۡرُوۡفِ حَقًّا عَلَى الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴾(بقرہ:236) ہاں انہیں

کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچاؤ ،خوشحال اپنی طاقت کے مطابق اور تنگ دست اپنی مقدرت کے مطابق ، دستور کے مطابق اچھا فائدہ دے ، بھلائی کرنے والوں پر یہ لازم ہے. اگر عورت کے پاس سابق شوہر کا کوئی بچہ پرورش پا رہا ہے تو اس کا خرچ بھی شوہر کے ذمّے ہے ،تفصیل کے لئے سورہ طلاق کا مطالعہ کیا جائے ۔

طلاق کا بدعی طریقہ

طلاق کا بدعی طریقہ وہ ہے ،عام طور پر جاہل مسلمان جس کا ارتکاب کرتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر آؤ دیکھا نہ تاؤ دھڑا دھڑ تین طلاق (طلاق طلاق طلاق) کی باڑھ مار دی ، اس کے بعد علماء ومدارس کا چکّر کاٹنے لگے کہ اب نباہ کی کوئی صورت نکال دیں ، ایسے میں وہ ان لوگوں کے فتووں کی بھینٹ چڑھ گئے جو '' شرعی حلالہ ،، کی دوکان لگا کر بیٹھے ہوئے تھے ، جہاں ایک دو دن کے لئے حلالے کے نام پر عورتوں کی عصمتوں کا سودا کیا جاتا ہے ، پھر ایک مخصوص رقم کی ادائیگی کے بعد تین طلاقیں دلوا کر پہلے شوہر کے لئے راہ ہموار کی جاتی ہے ، ایسے ہی حلالہ کرنے اور کرانے والوں کے پر رسول ﷺ نے لعنت بھیجی ہے : '' **لعن الله المحلل والمحلل له** ،،(اَبوداؤد ۔ترمذی) حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے کرایا گیا دونوں پر اللہ کی لعنت ہو ۔اور اسی کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا : '' اگر مجھے حلالہ کرنے اور کرانے والے کا پتہ چلے تو میں انہیں سنگسار کردوں گا ،،(کنز العمّال)

شریعت کے بتلائے ہوئے اصولوں سے ہٹ کر جو طلاق دی جائے یہی بدعی طلاق ہے، مثلاً تین مہینوں میں تین مرتبہ طلاق دینے کے بجائے ایک ہی مرتبہ دے دی

جائے، یا طہر کے بجائے حالت حیض یا نفاس یا اس طہر میں طلاق دی جائے جس میں مرد نے عورت کے ساتھ صحبت کی ہو، ایسی طلاق حرام اور دینے والا سخت گناہ گار ہے۔علماء میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا بدعی طلاق لاگو ہوگی یا نہیں؟ اکثر صحابہ کرام اور تابعین اور شیخ الإسلام امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم اور موجودہ دور کے اکثر کبار علماء اور محدثین کا مسلک یہی ہے کہ تین طلاقیں دینے کی صورت میں صرف ایک رجعی طلاق واقع ہوگی اور باقی دو طلاقیں مردود ہونگی، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں۔(مسلم) اس مسئلہ کی بابت علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ سابق مفتی اعظم سعودیہ عربیہ ارشاد فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ اگر مرد اپنی بیوی کو ایک ہی کلمہ کے ذریعے تین طلاقیں دے دیتا ہے تو اسے صرف ایک شمار کیا جائے گا، کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ''عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں دو سالوں تک تین طلاق کو ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا، بعد میں حضرت عمر نے کہا کہ لوگ اس معاملے میں تیزی دکھلانے لگے ہیں جس میں ان کے لئے مہلت تھی، اس صورت میں کیوں نہ ہم اسے تین قرار دے دیں، اور آپ نے اسے تین قرار دے دیا،،۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردوں پر مشتمل علماء کی ایک جماعت اور بہت سے دوسرے علماء کا مختار قول یہی ہے، خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت ثابت

ہے، صاحب السیرۃ امام محمد بن اسحاق اسی کے قائل ہیں، نیز شیخ الإسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہما نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے،،۔
(فتاویٰ علامہ عبدالعزیز بن باز: مرتب: ڈاکٹر محمد لقمان سلفی۔ص310-309)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (ایک صحیح قول کے مطابق) اسی کو اختیار کیا ہے، اور تین طلاق کو ایک طلاق ماننے والوں میں حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم بھی ہیں ۔محمد بن اسحاق (سیرت کے مصنف) اور تابعین کی ایک جماعت بھی یہی کہتی ہے، اور متقدمین ومتأخرین علماء کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے، شیخ الإسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمہما اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔اور میں بھی یہی فتوی دیتا ہوں، اس لئے کہ اس میں تمام دلائل پر عمل ہوجاتا ہے اور اس میں مسلمانوں کے ساتھ رحمت وشفقت اور نرمی کا پہلو بھی ہے۔(حوالہ مذکور ص297)

یہی وہ مسلک ہے جو کتاب وسنّت سے زیادہ قریب ہے اور جس میں عام مسلمانوں کے لئے سکون وراحت ہے اور اسی مسلک پر عمل کرتے ہوئے وہ ہزارہا خاندان جو مرد کی غیر دانش مندی کی وجہ سے تباہی سے دوچار ہوگئے پھر سے آباد ہوسکتے ہیں۔

اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور اس نے اپنی مرضی سے کسی دوسرے مرد سے شادی کرلی، لیکن بدقسمتی سے اس سے بھی نباہ نہ ہوسکا، اگر وہ پھر سے پہلے شوہر سے شادی کرنا چاہے تو کرسکتی ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ﴾ (بقرۃ:230)
پھر اگر وہ بھی اسے طلاق دے دے تو ان دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ

نہیں بشرطیکہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے ۔

اولاد پر طلاق کے اثرات

طلاق چاہے سنّی طریقے پر دی جائے یا بدعی طریقے پر، اس میں کوئی شک نہیں کہ اولاد پر اس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں ، بچے ماں اور باپ کے درمیان تقسیم ہوکر رہ جاتے ہیں، جو بچے باپ کے پاس رہتے ہیں وہ ماں کی ممتا کو ترستے ہیں، اگر وہ ماں سے ملنا بھی چاہیں باپ کا خوف انہیں ملنے نہیں دیتا، جو بچے ماں کی سرپرستی میں موجود ہیں وہ باپ کی شفقت کے لئے تڑپ رہے ہوتے ہیں، لیکن ماں کی ناراضگی کا خوف انہیں باپ سے ملنے نہیں دیتا، بسا اوقات باپ اپنے پاس رہنے والے بچوں میں ماں کے خلاف سخت نفرت بھر دیتا ہے، اور اسی کے برعکس ماں کے پاس پرورش پانے والے بچے باپ کے خلاف نفرت اور حقارت کو اپنے معصوم سینوں میں پالتے ہیں، بڑے ہوکر وہ اپنے باپ کو بھی باپ کہہ کر نہیں بلاتے ،ماں اگر کھاتے پیتے خاندان سے تعلق نہ رکھتی ہو تو ایسے میں غربت ومفلسی کا شکار بچے بھیک مانگنے پر اور عورت محنت ومزدوری کرنے پر بھی مجبور ہوجاتی ہے، گھر سے نکل کر اس بے رحم دنیا میں اس کی اپنی عفت وعصمت کی حفاظت بھی ایک مسئلہ بن جاتی ہے، بچے ماں کو گھر میں نہ پاکر آوارہ گردی کا شکار ہوجاتے ہیں، کئی بچے باپ کی شفقت اور ماں کی ممتا سے محروم ہوکر غیر سماجی عناصر کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں، جو انہیں بے رحم قاتل اور سفّاک ڈاکو کے قالب میں ڈھال دیتے ہیں، جن نفرت کے دھتوروں میں ان کی پرورش ہوئی وہ آگے چل کر انہیں غنڈہ ، بدمعاش اور معاشرے کے لئے ایک ناسور بنا کر ہی چھوڑیں گے ۔ اس لئے والدین سے عرض

ہے کہ وہ اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر اپنے چھوٹے موٹے اختلافات کو حکمت ومصلحت سے ختم کر کے اپنے بچوں کو ایک محبت بھری زندگی عطا کریں ، تاکہ وہ آگے چل کر معاشرے کے لئے ایک رحم دل باپ ، مشفق شوہر اور نیک اور صالح انسان کا کردار ادا کرسکیں ۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز** ۔

والدین کا لڑائی اور جھگڑا

بچوں کے بگاڑ کا ایک اہم سبب گھر میں والدین کی لڑائی اور جھگڑا ہے ، جب بچے ماں باپ کو بات بات پر لڑتے جھگڑتے اور ماں کو باپ کے ہاتھوں پٹتے دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں میں ماں کے لئے محبت اور باپ کے لئے نفرت کے جذبات وعواطف پیدا ہوتے ہیں، وہ پھر گھر چھوڑ کر کہیں بھاگ جانے کو ترجیح دیتے ہیں ، یا باپ اور ماں میں سے کسی ایک کی حمایت یا مخالفت پر آمادہ ہوجاتے ہیں ، جس کا نتیجہ اولاد اور والدین دونوں کے حق میں بُرا نکلتا ہے ۔

اسلام نے گھر کے ماحول کو پرسکون اور خوشگوار رکھنے کی ذمہ داری میاں اور بیوی دونوں پر عائد کی ہے ، عورت کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر کو خوش رکھے اور رب کی جنت کی مستحق ہوجائے ۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے : " **المرأة إذا صلّت خمسها ، وصامت شهرها ، وأطاعت بعلها ، وأحصنت فرجها ، قيل لها يوم القيامة: " أدخلي الجنّة من أيّ أبوابها الثمانية شئت** ،، (ترمذی) عورت جب پنج وقتہ نماز پڑھے ، رمضان کے روزے رکھے، اپنے شوہر کی اطاعت کرے ، اور اپنی عصمت کی حفاظت کرے، تو اس سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے ۔

ایک اور روایت میں شوہر کی جنسی خواہش کا احترام نہ کرنے کو فرشتوں کی لعنت کا موجب قرار دیا، اس لئے کہ اکثر مسائل اسی انکار کے سبب پیش آتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''**إذا دعا رجل إمرأته إلى فراشه، فأبت أن تجيء إليه، فبات غضبان عليها، تلعنها الملآئكة حتى تصبح**،، (متفق علیہ) جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ہم بستری کے لئے بلائے، اور اس نے آنے سے انکار کردیا، اور اس نے ناراضی کی حالت میں رات گذاری، تو صبح ہونے تک اللہ کے فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

کچھ عورتیں زمانہ نبوی میں جمع ہوئیں اور انہوں نے طے کیا کہ ہم میں سے ایک عورت کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا جائے، ان میں سے ایک ایک آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! میں عورتوں کی جانب سے قاصد بن کر آپ کے پاس یہ کہنے کے لئے آئی ہوں کہ: ''جہاد کو اللہ تعالیٰ نے مردوں پر فرض کیا ہے، اگر وہ اس سے کامیاب لوٹتے ہیں تو اجر وثواب پاتے ہیں، اگر شہید ہوجاتے ہیں تو اپنے رب کے پاس زندگی پاتے ہیں، جہاں انہیں روزی دی جاتی ہے۔ (یہ مردوں کا رتبہ ہے) لیکن ہم عورتیں کا حال یہ ہے کہ ہم بس ان کی نگہداشت کرتی ہیں، ہمیں اس پر کیا ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''**أبلغي من لقيت من النساء أن طاعة للزوج، وإعترافا بحقه، يعدل ذلک، وقليل منكن من يفعله**،، (رواہ البزار، والطبرانی) تم سے ملاقات کرنے والی عورتوں سے جاکر کہہ دینا کہ شوہر کی خدمت واطاعت کرنا اور اس کے حقوق کی رعایت اور اعتراف کرنا (اجر میں) مردوں کے

برابر ہوگا، لیکن تم میں کم ایسی عورتیں ہونگی۔

ساتھ ہی مرد کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ فرمان نبوی ہے: ''**إتقوا الله فى النساء، فإنكم أخذتموهن بأمانة الله، واستحللتم فروجهن بكلمة الله، ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف**،، (مسلم) عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس لئے کہ تم نے انہیں اللہ کی امانت سمجھتے ہوئے اپنی زوجیت میں لیا ہے، اور ان کی عصمتوں کو اللہ کے کلمہ سے اپنے لئے حلال کیا ہے، تم پر انکا حق یہ ہے کہ تم انہیں بھلے طریقے پر خوراک اور لباس مہیا کرو بیوی کی کسی ناپسندیدہ عادت پر شوہر کو یہ کہتے ہوئے صبر کرنے کی تلقین کی گئی کہ وہ اپنی بیوی کی خوبیوں اور خامیوں کا موازنہ کرے، اس کی طرف صرف ناراضگی اور کراہت کی نظر سے ہی نہ دیکھے: ''**لا يفرک مؤمن مؤمنة، إن كره منها خلقا رضى منها آخر**،، (مسلم) کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت (اپنی بیوی) سے بغض نہ رکھے، اس لئے کہ اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہے تو کوئی دوسری پسند بھی آئے گی۔

ان کو بہترین مرد قرار دیا گیا جو اپنی بیویوں کے لئے سب سے اچھے ہوں: ''**خيركم خيركم لأهله، وأنا خير لأهلي**،، (ابن ماجہ۔ حاکم) تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہوں۔

ایک اور حدیث میں شوہر کو تاکید کی گئی ہے کہ بیوی سے جو کچھ میسر آئے لے لے، کیونکہ وہ کامل وجہ پر نہیں پیدا کی گئی ہے، بلکہ اس میں ٹیڑھا پن ہونا لازمی ہے اور

آدمی اسی طبیعت پر اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جس پر وہ پیدا کی گئی ہے ۔فرمان نبوی ﷺ ہے:''إستوصوا بالنسآء خیرا ، **فإنّهنّ خلقن من ضلع ، وإنّ أعوج شیء فی الضلع أعلاه ، فإن ذهبت تقیمه کسرته ، وإن ترکته لم یزل أعوج ، فاستوصوا بالنساء خیرا** ،، (بخاری ومسلم) عورتوں سے بہتر سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور کسی طرح تمہارے لئے سیدھی نہ ہوگی اور پسلی کا سب سے ٹیڑھا حصہ وہ ہے جو اس کا بلند حصہ ہے ،اگر تم اسے بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی ،لہٰذا عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔

عورتوں میں شوہر کو کچھ نہ کچھ کہتے رہنے کی فطری عادت رہتی ہے ، اس سے تنگ آکر ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی شکایت لے کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے ، جاکر دیکھا تو ان کے گھر کا معاملہ بھی اپنے گھر سے کچھ الگ نہیں تھا ، امیر المؤمنین کی بیوی بھی انہیں کچھ کڑوی کسیلی سنا رہی تھیں ، الٹے قدم واپس آئے ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں طلب کیا اور آکر واپس چلے جانے کی وجہ پوچھی ،تو فرمایا:''جس اُفتاد کی شکایت لے کر آپ کی خدمت میں پہنچا تھا اسی مصیبت سے آپ بھی دوچار تھے تو واپس چلا گیا ،، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''ابن مسعود! میں آپ کو قریش کا عقلمند آدمی سمجھ رہا تھا ، آج پتہ چلا کہ تم ایسے نہیں ہو ، دیکھو! اللہ تعالیٰ نے بیوی ہونے کے ناطے عورت پر جو فریضہ عائد کیا ہے وہ یہ کہ جب شوہر اسے اپنے بستر کی طرف بلائے تو وہ چلی آئے ،لیکن اس سے آگے بڑھ کر وہ ہمارے گھر کی حفاظت کرتی ہے

،بچوں کی پرورش کرتی ہے ، ہمارے جانوروں کی خدمت کرتی ہے ، ہمارے گھر کی صفائی کرتی ہے ، ہمارے لئے کھانا پکاتی ہے وغیرہ ، جب بیوی کے اتنے سارے احسانات ہم پر ہوں ،اگر وہ کبھی ہم پر گرجتی برستی ہو تو برسنے دو ، اس سے فرق کیا پڑتا ہے؟

آپ ﷺ اپنی بزرگی اور عظمت کے باوجود بیویوں کے ساتھ نہایت ہی خوشگوار طور پر زندگی بسر فرماتے ،ہنسی مذاق ،کھیل کود میں بیویوں کو شریک فرماتے ۔اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :'' ایک مرتبہ میں سفر میں آپ کے ہمراہ تھی ، آپ نے قافلہ والوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا ، جب قافلہ آگے بڑھ گیا تو فرمایا:''چلو ہم اور تم دوڑ لگاتے ہیں ،، میں ہلکی پُھلکی تھی ، دوڑ میں آپ کو پیچھے چھوڑ دیا ، پھر چند سالوں بعد جب میرا وزن کچھ بڑھ گیا ، تو دوران سفر آپ ﷺ نے کاروان کو آگے بڑھنے کا حکم دیا ، پھر مجھ سے فرمایا:''چلو دوڑ لگاتے ہیں ،، اب کی بار آپ ﷺ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور فرمایا:''**هذه بتلک** ،، میں نے پچھلا حساب چکا دیا ۔(أبوداؤد ۔نسائی)

بیویوں کی حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ شوہر ان سے ان کی بچیوں کی شادی کے سلسلے میں مشورہ لے ۔آپ ﷺ نے حکم دیا:''آمروا النساء فی بناتهن ،، (أحمد ۔ أبوداؤد) عورتوں سے ان کی بچیوں کے متعلق ان کی مرضی دریافت کرو ۔یعنی بچیوں کی کسی کے ساتھ منگنی کرنے سے پہلے ان سے اجازت لو ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے قانون اور انصاف کے معاملے میں سخت طبع حکمران بھی گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ بالکل ہم آہنگ ہوجاتے ۔ خود

فرماتے ہیں: ”ینبغی للرجل أن یکون فی أھله کالصبی ، فإذا کان فی القوم کان رجلا ،، (تربیۃ الأولاد فی الإسلام: 93) آدمی کو اپنے گھر میں محبت اور نرمی میں بچے کی طرح ہونا چاہئے، جب لوگوں میں ہو تو مرد بن کر رہے۔

آپ ﷺ اپنے گھر میں ایک عام انسان کی طرح زندگی بسر کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ گھر میں وہ تمام کام کرتے جو تم میں سے ایک عام آدمی کرتا ہے، کوئی چیز ایک جگہ سے اٹھاتے اور دوسری جگہ پر رکھتے، گھر کے امور میں اپنی بیویوں کی مدد فرماتے، کپڑے سل دیتے، گوشت کاٹ کر دیتے، گھر میں جھاڑو دیتے، اور خادم کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹاتے۔ (طبرانی)

یہ وہ مبنی بر انصاف حقوق ہیں جنہیں اسلام نے میاں بیوی دونوں پر عائد کئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جس معاشرے میں ان حقوق پر کما حقہ عمل ہو تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ معاشرہ انسانیت کا سب سے زیادہ سعادت مند، خوشگوار، محبت بھرا اور ہنستا وکھیلتا معاشرہ ہوگا۔ اس معاشرے میں دشمنی، نفرت، حقارت بیوی پر ظلم و زیادتی، گالی گلوچ، الزامات اور تہمتوں، طلاق اور خلع جیسی مکروہ چیزوں کو ہرگز ہرگز کوئی جگہ نہیں ملے گی۔

باپ کی بدسلوکی

بچوں کے انحراف میں باپ کی بدسلوکی کا بھی بڑا عمل دخل ہے، اگر باپ بُری عادتوں مثلاً شراب خوری، قمار بازی، جھگڑالو، بدزبان اور بات بات پر بچوں کو بُری طرح پیٹنے والا، انہیں مختلف ذریعوں سے ذلیل کرنے والا، ان کا مذاق اڑانے والا، ان کے خلاف غلط پروپگنڈہ کرنے والا اور ان کی عزت نفس کو خاک میں ملانے

والا ہو، تو بچے بچپن میں تو باپ سے ڈرے سہمے رہتے ہیں لیکن جوان ہونے کے ساتھ ہی وہ باپ کے باغی بن کر اس کی ناقدری پر اتر آتے ہیں، باپ کے لئے ضروری ہے کہ اپنے بچوں کے ساتھ پیار ومحبت اور شفقت ومہربانی کا سلوک کرے، اگر کبھی کچھ ڈانٹ ڈپٹ اور ہلکی سی مار کی ضرورت بھی پیش آجائے تو تھوڑی دیر بعد اس سے محبت کا سلوک کرے، تاکہ بچے کے قلب وذہن میں یہ بات نہ بیٹھ جائے کہ میرا باپ ہمیشہ ہی مجھے مارتا ہے، والد کے ضروری ہے کہ بچے اگر کبھی کچھ غلطی کر جائیں، یا شرارت کریں تو بجائے مارنے کے انہیں پیار ومحبت سے سمجھائے، اور ان کے عمل سے ہونے والے نقصان کی انہیں تفصیل بتائے، جب شرارتیں حد سے گذر جائیں تو نفسیاتی طور پر ان پر اثر ڈالے اور تھوڑی دیر کے لئے ایسا رُخ اپنائے کہ انہیں احساس ہو کہ ہمارا والد ہم سے ناراض ہے۔ اور ان کی تربیت میں رحم دلی اور محبت کے ان تمام تقاضوں کو پورا کرے جن کا کہ ہم نے گذشتہ اوراق میں بالتفصیل ذکر کیا ہے، اگر پیار ومحبت کے اسلامی خطوط پر ان کی تربیت ہو تو ان سے ہم بجا یہ امید کر سکتے ہیں کہ وہ بڑھاپے میں والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اپنے بیٹے یزید سے ناراض ہوگئے، پھر حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے بچوں سے والد کے سلوک کے متعلق ان کی رائے دریافت کی، جواب میں انہوں نے کہلا بھیجا: ”**ھم ثمار قلوبنا، وعماد ظھورنا، ونحن لھم أرض ذلیلة، وسماء ظلیلة، فإن طلبوا فأعطھم، وإن غضبوا فأرضھم، فإنھم یمنحونک وُدّھم،**

ویَحُبُوْنک جھدھم ، ولا تکن علیھم ثقیلا فیمُلّوا حیاتک ، ویتمنّوا وفاتک ،، (تربیۃ الأ ولا د فی الإ سلام :ج 1 صفحہ 101) اولاد ہمارے دل کے پھل ہیں ، اور ہماری ریڑھ کی ہڈی ہیں ، اور ہم ان کے لئے نرم زمین ہیں ، اور سایہ فگن آسمان ہیں ، اگر وہ کچھ طلب کریں تو آپ انہیں عطا کریں ، اگر وہ ناراض ہوجائیں تو آپ انہیں راضی کریں ، پھر وہ آپ پر اپنی محبت لٹائیں گے ، اور اپنی محنتوں کا پھل آپ کو پیش کریں گے ، آپ ان پر بوجھ نہ بنیں اس سے وہ آپ کی زندگی سے تنگ آجائیں گے اور آپ کے مرنے کی آرزو کریں گے ۔

خاتمہ

اس بات سے ہر خاص وعام واقف ہے کہ بچے قوم ، ملّت اور ملک کے مستقبل ہیں ، یہ وہ بیج ہیں جنہیں اگر زرخیز زمین میں بویا جائے ، پھر اس کو تقویٰ اور ایمان کے پانی سے سیراب کیا جائے تو ہمیشہ اچھے پھل دیں گے ۔ اگر بچوں کی تربیت کا ہم گہرائی سے جائزہ لیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ تین ماحول ایسے ہیں جو انہیں اچھا یا بُرا بنانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں اور وہ ہیں : 1۔ گھر وخاندان 2۔ مدرسہ 3۔ معاشرہ ۔

ان تینوں اہم تربیتی ماحول کا اچھا اور نیک ہونا فرد کے اخلاق وکردار کی بھلائی کا ضامن ہے اور ان تینوں کا بُرا اور بگڑا ہوا ہونا فرد کے بگاڑ اور فساد کے لئے کافی ہے ۔اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کو انسانیت کی فلاح وکامیابی کے لئے نازل فرمایا ہے ، اسی لئے تربیت کے ان تینوں اہم مصادر کو ٹھیک رکھنے کے لئے ضروری ہدایات دی ہیں :

1۔ گھر کے متعلق فرمایا : '' **ما من مولود إلاّ یولد علی الفطرۃ ، فأبواہ یھوّدانہ أو ینصّرانہ ، أو یمجسانہ ،،** ۔ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے ، لیکن اس کے ماں باپ یا تو اسے یہودی بنادیتے ہیں ، یا عیسائی ، یا مجوسی بنادیتے ہیں ۔ نیز فرمایا: ''**مروا أولادکم بالصّلاۃ لسبع واضربوھم علیھا لعشر ، وفرّقوا بینھم فی المضاجع ،،** بچوں کو جب وہ سات سال کے ہوجائیں تو نماز پڑھنے کی تاکید کرو ، اور جب دس سال کے ہوجائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستروں کو جدا کردو ۔

گھر کا ماحول اسلامی ہے ، والدین پابند شریعت ہیں تو ان سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی دینی ماحول میں پرداخت کریں گے ۔ اگر معاملہ برعکس ہے تو گھر کا غیر دینی اور فیشن زدہ ماحول اولاد کو راہ حق سے بھٹکانے کے لئے کافی ہے .

2۔ گھر کے بعد بچے اپنا زیادہ وقت مدرسہ ،سکول ، کالج اور یونیورسٹی میں گذارتے ہیں ، یہاں پر آنے کے بعد بچوں کے مستقبل کا دار ومدار ، دو اہم رہنماؤں پر ہوتا ہے : ا۔ استاد ومدرّس : مدرس بچوں کے زندگی کے مقاصد کا رُخ متعین کرتا ہے ، اگر مدرس ذمّہ دار اور بچوں کی تربیت میں مخلص ہے تو بچوں کی تعلیمی زندگی پر اس کے بڑے نیک اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔ اگر بدقسمتی سے استاد غیر ذمّہ دار بلکہ بد اخلاق ہو ، تدریس کو بس کھانے کمانے کا ایک پیشہ سمجھتا ہو تو جیسا کہ آج کل کالج اور یونیورسٹیوں کا ماحول ہے کہ پروفیسر حضرات بھی اپنے شاگردوں کے ساتھ مل بیٹھ کر شراب نوشی کرتے ہوئے پکڑے گئے ، تو ایسا مدرس بچوں کے بگاڑ میں اہم کردار ادا کرے گا ۔

۲۔تعلیم : کیونکہ تعلیم ہی بچوں کی معاشرتی زندگی کی رہنمائی کرتی ہے ، اور تعلیم کے لئے ضروری ہے کہ وہ صحیح منہج اور فکرِ سلیم سے متصف ہو ، اگر کوئی تعلیم ان اوصاف سے متصف نہیں تو پھر یہ بنی نوع انسانیت کے لئے زہر ہلاہل ہوگی ، غیر اسلامی افکار ، ملحدانہ نظریات ، اور مجنونانہ تھیوریوں سے جو تعلیم متعلق ہوگی وہ ''اے روشنیء طبع تو برمن بلا شدی ،، کے مصداق بچوں پر بلائے قہرمان ہوگی اور افسوس کہ آج اکثر حکومتوں کی تعلیم سرمایہ دارانہ نظریات ، یا کمیونسٹ افکار ، یا شوشلزم اور جمہوریت کی دعوت پر مشتمل ہے ، اور ان تمام افکار ونظریات کا اسلام سے دور دور تک کا بھی کوئی واسطہ نہیں ، سرمایہ دارانہ نظریات بُخل وحرص پر مشتمل ہیں ، جس میں ہر صحیح یا غلط طریقے سے دولت کا حصول ہی بنیادی حیثیت رکھتا ہے تو کمیونزم اور اشتراکیت حسد وبغض پر مشتمل ہے ، جس سے مالداروں اور غریبوں کے درمیان کشمکش کو ہی '' جہاد ،، کا درجہ حاصل ہے ، جمہوریت میں قوم پرستی کو اوّلین مقام حاصل ہے ، اندھی قوم پرستی جس میں سوائے اپنے تمام اقوام کو کمتر سمجھا جائے ، فرد اور معاشرے میں تعصّب تنگ نظری ، ضد اور ہٹ دھرمی کو جنم دیتی ہے ۔ اور ان تمام اصول ونظریات کو تاریخ اور انسانی معاشرے نے اپنے عمل سے رد کردیا ہے ، اس لئے مسلمان اپنے نصاب تعلیم میں ان تمام گمراہ اور باطل نظریات کی حقیقت واضح کرکے اسلامی اصول ونظریات کے محاسن وخوبیوں کو بچوں کے دل ودماغ میں راسخ کریں ۔

3۔ معاشرہ : معاشرے کی اصلاح کے لئے اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے ، فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْ مُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ تم بہترین امت ہو جو

لوگوں کی بھلائی کے لئے برپا کی گئی ہو ، تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو ۔ جس معاشرے میں نیکیوں کا حکم اور برائیوں سے روکنا برابر جاری ہو تو اس معاشرے میں بُرے افراد اور سماج دشمن عناصر نہیں پنپ سکیں گے ، نتیجے میں معاشرہ صالح ہوگا ، بچوں کے لئے نیک ساتھی اور بھلائیوں پر تعاون کرنے والے دوست واحباب میسر آئیں گے ، جن کی صحبت سے امید کی جاسکتی ہے کہ بچے نیک اور صالح ہونگے ۔ لیکن افسوس آج امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ ہونے کی وجہ سے معاشرہ برائیوں سے بھر گیا ہے ، بُرے اور سماج دشمن عناصر غالب اور نیک لوگ مغلوب ہوگئے ہیں ، ایسے میں والدین کا اوّلین فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑوں بُرے ماحول ومعاشرے کے اثرات سے ممکن حد تک بچانے کی کوشش کریں ۔

والدین کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے گھر ، اور بچوں کے سکول وکالج اور اپنے معاشرے کا جائزہ لیں ، اگر یہ تینوں جگہیں ٹھیک ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کریں ، اگر ان جگہوں میں گھر کا ماحول خراب ہے تو اپنے بچوں پر رحم کرتے ہوئے اسے دینی بنائیں ، سکول وکالج کے ماحول کو ممکن ہوسکے تو سُدھاریں ، ورنہ کسی دوسرے مدرسہ یا کالج میں بچے کا داخلہ کرائیں ، اگر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں تو پھر اس برے معاشرے سے کسی نیک ماحول کی طرف نقل مکانی کریں ، تاکہ آپ کے بچے اس غلط معاشرے سے لاحق ہونے والے نقصان سے بچ سکیں ۔

اللہ تعالیٰ تمام کی اولاد کو نیک اور صالح بنائے ، اور ان سے ہمارے دل کو راحت وسکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے ، تمام کی بگڑی ہوئی اولاد کو راہ ہدایت عطا

فرمائے ،اورانہیں اپنے والدین کا مطیع وفرمان بردار بنائے ۔آمین ۔

رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا ☆ رَبِّ اجۡعَلۡنِىۡ مُقِيۡمَ الصَّلٰوةِ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ☆ رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَ عَلٰى وَالِدَىَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰهُ وَاَصۡلِحۡ لِىۡ فِىۡ ذُرِّيَّتِىۡ اِنِّىۡ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاِنِّىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ☆ **ربّنا تقبّل منّا إنّک أنت السميع العليم ☆ وتب علينا إنّک أنت التّوّاب الرّحيم وصلّى الله وسلّم على نبيّنا محمد وعلى آله وأصحابه وأزواجه وأهل بيته أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.**

محمد انور محمد قاسم السّلفی

ص ب 54491۔ جليب الشيوخ ۔الکويت

۲۹/ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ مطابق 2002-12-4